

شانِ نبوی ﷺ پر مشتمل 12 ایمان فہرست

# علمی مقالات

محقق العصر حضرت مولانا

مفتی محمد خان قادری مدظلہ

جلد سوم

گزاران اسلام پبلیکیشنز

شان نبوی ﷺ پر مشتمل 12 ایمان فہرست

# علمی مقالات

محقق المعرفہ حضرت سر لانا

مفتی محمد خان قادری مدظلہ

جلد سوم

کاروان اسلام پبلیکیشنز

﴿جملہ حقوق محفوظ ہیں﴾

85171

|               |                               |
|---------------|-------------------------------|
| نام کتاب      | علمی مقالات                   |
| تصنیف         | مفتی محمد خان قادری           |
| اہتمام        | محمد فاروق قادری              |
| کمپوزنگ       | اسلامک کمپوزنگ سنٹر           |
| ناشر          | کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور |
| جلد سوم صفحات | 432                           |
| اشاعت اول     | اپریل 2011ء                   |

ملنے کے لیے

☆ فرید بک شال اردو بازار لاہور ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی  
☆ مکتبہ غوثیہ عسکری پارک کراچی ☆ مکتبہ برکات المدینہ بہادر آباد کراچی  
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی ☆ اسلامک بک کارپوریشن راولپنڈی  
☆ مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ راولپنڈی ☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور  
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ لاہور  
☆ مکتبہ دارالعلم دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ لاہور  
☆ مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ رضوان کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور  
☆ قادری رضوی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور ☆ مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور  
☆ مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور ☆ مکتبہ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

**کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور**

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلا دسٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیا بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048

# مقالات کے نام

۱۔ نور سے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ مراد لینا

۲۸ تا ۳۵

(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

۶۸ تا ۷۹

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۱۰۴ تا ۶۹

۴۔ تحفہ درود و سلام

۱۴۶ تا ۱۰۵

۵۔ حدیث تو سئل آدم علیہ السلام

۱۸۲ تا ۱۴۷

ہرگز موضوع نہیں

۶۔ ارض خدا ملکیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۸ تا ۱۸۳

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو

۲۶۸ تا ۲۱۹ ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے)

۸۔ آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتیں

۲۸۶ تا ۲۶۹

۹۔ اسلام اور خدمت خلق

۳۱۰ تا ۲۸۷

۱۰۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کی

۳۳۴ تا ۳۱۵

حیات و خدمات

۴۰۲ تا ۳۳۵

۱۱۔ کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

۱۲۔ المقالة المرضیة فی الرد علی

۴۱۰ تا ۴۰۳

من ینکر زیارة المحمدیة

اہم نوٹ: تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ کیجیے!

خدارا! دھاندلی نہ کرو

## نور سے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ مراد لینا

اہلسنت کا موقف ہے نہ کہ اہل بدعت کا

تحریر: مفتی محمد خان قادری

حکومت سعودیہ کی طرف سے اردو خواں حجاج کو قرآن کریم کا جو مترجم نسخہ دیا جاتا ہے اس کے مترجم محمد جوٹا گڑھی اور اس کے محشی حافظ صلاح الدین یوسف ہیں۔ کاش حکومت سعودیہ امت میں اختلاف و نزاع پیدا کرنے والا لٹریچر حجاج میں تقسیم کرنے کی بجائے امت کے مسلم علماء کے کتب کے درست اور معیاری تراجم کی اشاعت کا فریضہ نبھاتی کیونکہ وہ تمام عالم اسلام کا مرکز ہے مثلاً اگر امام جلال الدین سیوطی (911ھ) کی تفسیر جلالین کا ترجمہ شائع کیا جائے تو حصول مقاصد کے ماتھ ساتھ امت میں موجود اختلاف و نزاع بھی ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس حکومتی تحفہ میں نزاع و اختلاف کی ایک مثال درج ذیل ہے۔ جس کا ہم علمی جائزہ لے رہے ہیں۔

ارشاد الہی..... قد جاء کم من اللہ نور و کتب مبین..... کے تحت موصوف

محشی نے یہ تفسیری حاشیہ لکھا ہے۔

نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے۔ ان کے درمیان واو، مغایرت مصداق نہیں مغایرت معنی کے لیے ہے اور یہ عطف تفسیری ہے۔ جس کی واضح دلیل قرآن کریم کی اگلی آیت سے جس میں کہا جا رہا ہے۔ یَهْدِي بِهِنَّ اللّٰهَ کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔ اگر نور اور کتاب یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ یَهْدِي بِهِنَّ اللّٰهَ ہوتے ”یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے ہدایت فرماتا ہے۔“ قرآن کی اس نص سے ظاہر ہو گیا ہے کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک ہی چیز یعنی قرآن کریم ہے۔ یہ نہیں کہ نور سے آنحضرت ﷺ اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے جیسا کہ وہ اہل بدعت باور کراتے ہیں۔ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی بابت نُورٌ مِّنْ نُورِ اللّٰهِ کا عقیدہ کھڑا

رکھا ہے۔ اور آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح اس خانہ ساز عقیدے کے اثبات کے لیے ایک حدیث بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ نے سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر اس نور سے ساری کائنات پیدا کی۔ حالانکہ یہ حدیث، حدیث کے کسی بھی مستند مجموعے میں موجود نہیں ہے علاوہ ازیں یہ اس صحیح حدیث کے بھی خلاف ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا۔ ”إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ“ یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔ محدث البانی لکھتے ہیں (فَالْحَدِيثُ صَحِيحٌ بِلَا رَيْبٍ، وَهُوَ مِنَ الْأَدْلَةِ الظَّاهِرَةِ عَلَى بُطْلَانِ الْحَدِيثِ الْمَشْهُورِ) (أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورَ نَبِيِّكَ يَا جَابِرُ) (تعلیقات المشکوٰۃ جلد 1 ص 34)

”مشہور حدیث جابر کہ اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، باطل ہے۔

(ترجمہ القرآن الکریم، 291، 292)

اس عبارت میں انھوں نے درج ذیل باتیں کیں ہیں۔

- 1- نور اور کتاب دونوں سے ایک ہی چیز (قرآن کریم) مراد ہے۔
- 2- نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد نہیں۔
- 3- بلکہ نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لینا اہل بدعت کا طریقہ ہے۔
- 4- اول ما خلق الله نوری کا کوئی ثبوت نہیں۔
- 5- یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مسترد کر دینی چاہیے۔
- 6- اور محدث البانی کے قول کو حجت مانا جائے۔
- 7- نور ماننے والے بشریت کا انکار کرتے ہیں۔

### حقائق کے خلاف بلکہ دھاندلی

محترم حافظ صاحب نے جتنی باتیں کی ہیں وہ سب حقائق کے خلاف ہیں جو کسی عالم کے شایان شان ہی نہیں۔ تفاسیر کا مطالعہ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے۔ موصوف نے خلاف واقع لکھتے ہوئے کس قدر دھاندلی سے کام لیا، یہ دھاندلی پڑھ کر نہایت ہی دکھ و تعجب ہوا کہ تمام اہل سنت مفسرین کی تصریحات کی موجودگی میں اس مسئلہ پر یہ لکھا جا رہا ہے تو باقی مسائل کا کیا حال ہوگا؟ یہاں اہل سنت کے موقف کو اہل بدعت اور اہل بدعت (معتزلہ) کے موقف کو اہل سنت کا موقف قرار دے دیا گیا ہے۔

ہم اس مقالہ میں کچھ حقائق سامنے لانا چاہتے ہیں اگر ہم نے کسی جگہ بددیانتی یا دھاندلی سے کام لیا ہو تو کوئی بھی اس کی نشاندہی کر سکتا ہے۔ یاد رہے جس طرح آپ ﷺ کی بشریت کا انکار کفر ہے اسی طرح حضور ﷺ کو مطلقاً کسی طرح بھی نور نہ ماننا بھی کفر ہے۔ یعنی نور معنوی ہونے میں تو کسی کا اختلاف نہیں۔

### اہل سنت کا موقف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

قد جاءكم من الله نور وكتاب  
بين. (المائدہ ۱۵)  
یقیناً تمہارے پاس آ گیا اللہ کی  
طرف سے نور اور روشن کتاب۔

معتزلہ (اہل بدعت) کے علاوہ مفسرین کی اکثریت نے نور سے حضور ﷺ کی ذات اقدس اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد لیا ہے بلکہ اسی قول کو مختار و قوی بھی قرار دیا ہے۔ جبکہ دوسرے قول کو خیف اور غیر مختار کہا ہے۔

### نور سے مراد ذات محمدی ﷺ

آئیے ہم چودہ صدیوں میں لکھی جانے والی تفاسیر سے ترتیب وار کچھ حوالہ جات بعینہ نقل کیے دیتے ہیں تاکہ مسئلہ آشکار ہو جائے کہ ائمہ اہل سنت کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟

### حضرت ابن عباس (ت، ۷۸)

سب سے پہلے ترجمان القرآن صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ملاحظہ کر لیجئے۔

قد جاءكم من الله نور رسول يعني  
محمد صلي الله عليه وسلم و  
كتاب مبين بالحلال والحرام  
(بہدی بہ) بمحمد والقرآن (تنوير  
المقباس من تفسير ابن عباس ۱۱۹)

(یقیناً تمہاری طرف اللہ کی طرف سے نور آیا)  
رسول مراد محمد ہیں (اور کتاب مبین) جو حلال و  
حرام واضح کرتی ہے (ہدایت دیتا ہے اس کے  
ساتھ) یعنی محمد اور قرآن کے ساتھ۔



امام محمد بن جریر طبری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

يقول جل ثناؤه لهؤلاء الذين  
خاطبهم من اهل الكتاب قد جاء  
كم يا اهل التوراة والانجيل من الله  
نور يعني بالنور محمدا صلى الله  
عليه وسلم الذي انار الله به الحق  
واظهر به الاسلام و محق به  
الشرك فهو نور لمن استسنا به  
بين الحق ومن انارته الحق تبينه  
لليهود كثيرا مما كانوا يخفون من  
الكتاب وقوله (و كتاب مبين) يقول  
جل ثناؤه قد جاءكم من الله تعالى  
النور الذي اناركم به معالم الحق  
(و كتاب مبين) يعني كتابا فيه بيان  
ما اختلفوا فيه بينهم من توحيد الله  
و حلاله و حرامه و شرائع دينه وهو  
القرآن الذي انزله على نبينا محمد  
صلى الله عليه وسلم يبين للناس  
جميع ما بهم الحاجة اليه من امر  
دينهم ويوضحه لهم حتى يعرفوا  
حقه من باطله.

اللہ جل شانہ اہل کتاب سے مخاطب ہوتے  
ہوئے فرماتا ہے کہ اے اصحاب تورات و انجیل  
تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آچکا  
ہے۔ نور سے مراد ذات محمدی ہے ان کی وجہ  
سے اللہ حق کو روشن کرے گا اور اسلام کو غالب  
فرمائے گا اور شرک مٹائے گا تو وہ اس کے لیے  
نور ہیں۔ جو ان سے نور حاصل کرے گا وہ حق  
کی وضاحت کریں گے اور ان کے حق کو روشن  
و واضح کرنے کی ایک مثال یہ ہے کہ انھوں  
نے یہودیوں کے سامنے کتاب کی متعدد باتیں  
کھول دیں جن کو وہ چھپایا کرتے تھے اور اللہ  
تعالیٰ کا ارشاد (و کتاب مبين) اللہ جل شانہ  
فرماتا ہے کہ تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے وہ نور آچکا ہے جس کی وجہ سے اس  
نے تمہارے لیے حق جاننے کے مقامات روشن  
کر دیے ہیں اور کتاب مبين یعنی کتاب جس میں  
ان کے مابین اختلافی مسائل کا بیان ہے جیسے اللہ  
تعالیٰ کا توحید، حلال و حرام اور دینی مسائل اور  
کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جسے اللہ تعالیٰ  
نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ محمد ﷺ  
لوگوں کے لیے ان کے تمام دینی مسائل کی  
وضاحت فرماتے ہیں جن کے وہ محتاج ہیں  
تا کہ وہ حق و باطل کی معرفت حاصل کر سکیں۔

### ۳۔ امام ابواللیث سمرقندی (ت، ۳۹۳) کی رائے

امام ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی اسی ارشاد گرامی کے تحت رقمطراز ہیں۔

یعنی گمراہی سے بچانے کے لیے روشنی اور وہ محمد ﷺ اور قرآن ہیں اور نور وہ شی ہوتا ہے جو اشیاء کی وضاحت کرتا ہے اور آنکھوں کو اشیاء کی حقیقت دکھاتا ہے۔ قرآن کو نور اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دلوں میں نور کی طرح وقوع پذیر ہوتا ہے اس لیے کہ جب وہ دل میں وقوع پذیر ہوتا ہے تو دل کو اس کی وجہ سے بصیرت ملتی ہے۔ پھر فرمایا (و کتاب مبین) یعنی قرآن مجید جو تمہارے لیے حق و باطل کی وضاحت کرتا ہے۔

یعنی ضیاء من الضلالة وهو محمد ﷺ والقرآن والنور هو الذي يبين الاشياء ويرى الابصار حقيقها فيسمى القرآن نوراً لانه يقع في القلوب مثل النور لانه اذا وقع في قلبه يبصر به ثم قال (و كتاب مبين) يعني القرآن يبين لكم الحق من الباطل.

(بحر العلوم، ۱، ۲۰۲)

### ۴۔ امام ابوالحسن ماوردی (ت، ۴۵۰) کی رائے

امام ابوالحسن علی بن ماوردی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

نور کے متعلق دو تاویلیں ہیں (۱) محمد ﷺ اور یہ امام زجاج کا قول ہے۔ (۲) قرآن اور یہ بعض متاخرین کا قول ہے۔

فی النور تاویلان احدهما محمد ﷺ وهو قول الزجاج الثاني القرآن وهو قول بعض المتأخرين.

(النکت والعیون، ۲، ۲۲)

اہم نوٹ، یہاں ان کے الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں کہ نور سے قرآن مراد لینا بعض متاخرین کا قول ہے۔

### ۵۔ امام واحدی (ت، ۴۶۸) کی تفسیر

امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی کے الفاظ میں۔

(قد جاءكم من الله نور) یعنی نبی ﷺ (و کتاب مبین) قرآن، قرآن میں ہر اس چیز کا بیان ہے جس میں تم اختلاف کرتے ہو (اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی کتاب مبین کے ذریعے۔

(قد جاءكم من الله نور) یعنی النبی ﷺ (و کتاب مبين) القرآن فيه بيان لكل ما تختلفون فيه (يهدى به الله) يعني بالكتاب المبين. (الوجيز، ۱، ۳۱۳)

دوسری تفسیر میں رمطراز ہیں۔

یعنی گمراہی سے بچانے کے لیے روشنی اور  
ہدایت یعنی اسلام اور حضرت قتادہ نے کہا۔  
نبی ﷺ اور یہ امام زجاج کا مختار قول ہے۔  
انہوں نے کہا کہ نور سے مراد نبی ﷺ ہیں۔  
(کتاب مبین) یعنی قرآن اس میں ان اشیاء  
کا بیان ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں  
اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے (یعنی  
کتاب مبین کے ذریعے۔

ضياء من الضلالة وهدى يعنى  
الاسلام وقال قتاده يعنى النبى صلى  
الله عليه وسلم وهو اختيار الزجاج  
قال النور محمد صلى الله عليه  
وسلم (وكتاب مبين) يعنى القرآن  
فيه بيان ما يختلفون فيه (يهدى به  
الله) اى بالكتاب المبين.

(الوسيط، ۲، ۱۶۸)

## ۶۔ امام ابواسحاق ثعلبی (ت، ۳۲۷)

امام ابواسحاق احمد ثعلبی نے تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔

(قد جاء كم من الله نور) یعنی  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
(وكتاب مبين) بین وقیل مبین وهو  
القرآن. (الكشف والبيان، ۳، ۳۹)  
قد جاء كم من الله نور) سے مراد محمد ﷺ  
(اور کتاب مبین) واضح کتاب اور بعض نے کہا  
وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن  
ہے۔

## ۷۔ امام ابو محمد بقوی (ت، ۵۱۶)

امام ابو محمد حسین بن مسعود بقوی نے نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیے

ہوئے لکھا۔

یعنی محمد ﷺ وقیل الاسلام (وكتاب مبين)

ای بین وقیل مبین وهو القرآن۔  
(معالم التنزیل، ۲، ۲۲) اسلام (وكتاب مبين) واضح بعض نے کہا  
وضاحت کرنے والی اور اس سے مراد قرآن  
ہے۔

## ۸۔ امام ابن عطیہ اندلسی (ت، ۵۳۳)

امام ابو محمد عبدالحق بن عطیہ اندلسی نور اور کتاب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

يحتمل ان يرید محمدا ﷺ اس بات کا احتمال ہے کہ ان الفاظ سے اللہ  
والقرآن وهذا هو ظاهر الالفاظ. تعالیٰ کی مراد محمد ﷺ اور قرآن ہوں الفاظ کا  
(المحرر الوجیز، ۲، ۱۷۱) ظاہر اس احتمال کا مؤید ہے۔

## ۹۔ امام ابن جوزی (ت، ۵۹۷)

امام جمال الدین عبدالرحمن بن جوزی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے  
رقطراز ہیں۔

قال قتاده یعنی بالنور محمدا ﷺ قتادہ نے کہا اللہ تعالیٰ کی نور سے مراد محمد ﷺ  
وقال غیرہ هو الاسلام فاما الكتاب کی ذات ہے اور ان کے علاوہ کچھ لوگ اسلام  
المبین فهو القرآن. مراد لیتے ہیں۔ رہی کتاب مبین تو اس سے  
(زاد السیر، ۲، ۱۸۷) مراد قرآن ہے۔

## ۱۰۔ مفسرین کے سربراہ امام رازی (ت، ۶۰۶) کی تفسیر

امام المفسرین حضرت فخر الدین رازی کی تفسیر ملاحظہ کیجئے۔

فيه اقوال الاول المراد بالنور اس میں متعدد اقوال ہیں۔ (۱) نور سے مراد  
محمد ﷺ و بالكتاب القرآن محمد ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن۔ (۲) نور  
والثانی ان المراد بالنور الاسلام سے مراد اسلام اور کتاب ہے مراد قرآن۔  
وبالكتاب القرآن الثالث النور (۳) نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن لیکن  
والكتاب هو القرآن وهذا ضعيف یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف، معطوف  
لان العطف یوجب المغایرة بین معطوف علیہ  
والمعطوف والمعطوف علیہ اور محمد ﷺ، اسلام اور قرآن کو نور کہنا واضح  
وتسمية محمد ﷺ والاسلام ہے۔ اس لیے کہ نور ظاہری وہ ہوتا ہے جس  
والقرآن بالنور ظاهرة لان النور کے ذریعے آنکھ ظاہری اشیاء کے ادراک پر

قوت حاصل کرتی ہے اور نور باطن بھی وہ ہوتا ہے جس کے ذریعے بصیرت حقائق و معقولات کے ادراک پر قوت حاصل کرتی ہے۔ (اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی کتاب مبین کے ذریعے۔

الظاهر هو الذي يتقوى به البصر على ادراك الاشياء الظاهرة والنور الباطن ايضاً هو الذي يتقوى به البصيرة على ادراك الحقائق والمعقولات (يهدى به الله) اي بالكتاب المبين.

(مفاتيح الغيب، جز ۱۱، ج ۳۲۷)

دوسرے مقام پہ لکھتے ہیں۔

سمى الرسول نوراً قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين. كم من الله نور و كتاب مبين مثل ہے۔

(ايضاً ۲، ۲۶۳)

امام کی گفتگو سے چند چیزیں نہایت ہی آشکار ہیں۔

- 1- نور اور کتاب سے الگ الگ اشیاء مراد ہونی چاہئیں کیونکہ عطف ان میں تغار کا تقاضا کرتا ہے یعنی الفاظ آیت کا تقاضا یہی ہے کہ ان سے مراد الگ الگ ہو۔
- 2- ان دونوں سے قرآن مراد لینا مختار قول نہیں بلکہ ضعیف ہے۔
- 3- مختار قول یہی ہے کہ نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد ہے۔

امام سلمی شافعی (ت، ۶۶۰)

سلطان العلماء امام عزالدین عبدالعزیز سلمی شافعی نے امام الوروی کی تفسیر النکت والعیون کا اختصار کیا ہے۔ اس میں رقمطراز ہیں۔

(نور) محمد ﷺ او القرآن العزیز۔

(نور) محمد ﷺ یا قرآن عزیز۔

(تفسیر القرآن، ۱۲۶)

امام قرطبی (ت، ۶۷۱) کی رائے

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

ای ضیاء قیل الاسلام وقیل محمد  
 علیہ السلام عن الزجاج (و کتب  
 مبین) ای القرآن فانه یبین الاحکام.  
 (الجامع لاحکام القرآن، جز ۶،  
 یعنی روشنی بعض نے کہا اسلام اور بعض نے کہا  
 محمد ﷺ زجاج سے یہی منقول ہے (و کتاب  
 مبین) یعنی قرآن اس لیے کہ وہ احکام کی  
 وضاحت کرتی ہے۔

(۱۱۵)

### ۱۳۔ امام بیضاوی (ت ۶۸۵) کی رائے

قاضی ناصر الدین عبداللہ بن محمد بیضاوی رقمطراز ہیں۔

یعنی القرآن فانه الکاشف لظلمات  
 الشک والضلال والکتاب  
 الواضح الاعجاز وقیل یزید بالنو  
 محمد ﷺ . (انوار التنزیل ۲، ۳۰۷)  
 یعنی قرآن اس لیے کہ وہ شک و گمراہی کی  
 تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور کتاب مبین سے  
 مراد معجزہ اور بعض نے کہا حضرت محمد ﷺ کی  
 ذات۔

### ۱۴۔ امام نسفی (ت ۷۱۰)

امام عبداللہ بن احمد نسفی نے تقریباً یہی بات تحریر کی ہے۔

یزید القرآن لکشفه ظلمات  
 الشوک والشک ولا بانته ماکان  
 خالیاً علی الناس من الحق اولاً نہ  
 ظاہر الاعجاز او النور محمد ﷺ  
 لانه یهدی بہ کما سمی سراجاً  
 (یهدی بہ اللہ) ای بالقرآن.

(مدارک التنزیل، ۶، ۲۷۸) ذریعے ہدایت دیتا ہے (یعنی قرآن کے  
 ذریعے۔

### ۱۵۔ امام خازن (ت ۷۲۵)

امام علاؤ الدین علی بن محمد بغدادی الخازن کی سینے۔ نور سے مراد واضح کرتے

ہوئے رقمطراز ہیں۔

یعنی محمداً ﷺ انما سماه الله  
نورا لانه يهتدى به كما يهتدى  
بالنور في الظلام وقيل النور هو  
الاسلام (وكتاب مبین) یعنی القرآن  
(یہدی بہ اللہ) یعنی یہدی اللہ  
بالكتاب المبین.  
(باب التاویل، ۱، ۴۷۷)

مراد محمد ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام نور  
رکھا اس لیے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی  
ہے جس طرح تاریکی میں نور سے ہدایت  
حاصل کی جاتی ہے اور بعض نے کہا نور سے  
مراد اسلام ہے (و کتاب مبین) یعنی قرآن  
(اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) یعنی  
(اللہ تعالیٰ کتاب مبین کے ذریعے ہدایت دیتا

ہے۔

## ۱۶۔ شیخ ابن تیمیہ (ت، ۷۲۸)

شیخ نقی الدین احمد بن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

قيل النور هو محمد ﷺ وقيل هو  
الاسلام. (مجموعۃ الفتاوی، ۷، ۹)  
بعض نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ اور بعض  
نے کہا اسلام۔

## ۱۷۔ امام نظام الدین نیشاپوری (ت، ۷۲۸)

امام نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد  
لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

محمداً ﷺ او الاسلام (و کتاب  
مبین) هو القرآن لا بانه ماكان  
خاليا على الناس من الحق و  
يحتمل ان يكون النور والكتاب هو  
القرآن والمغائرة اللفظية كافية بين  
المعطوفين.  
مراد محمد ﷺ ہیں یا اسلام (اور کتاب۔۔) یہ  
قرآن ہے اس لیے کہ قرآن لوگوا، پر مخفی حق کو  
واضح کرتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور  
کتاب سے مراد قرآن ہو اور مغائرت لفظی،  
معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کافی ہوتی  
ہے۔

(غرائب القرآن، ۲، ۵۱۶)

## ۱۸۔ امام ابو حیان اندلسی (ت، ۷۵۴)

امام ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ابو حیان اندلسی نے ان الفاظ سے تفسیر کی ہے۔  
قبیل هو القرآن سماه نور الكشف  
بعض نے کہا اس سے مراد قرآن ہے اللہ نے  
ظلمات الشرك والشك اولانه  
ان کا نام نور رکھا اس لیے کہ وہ شک و شرک کی  
ظاہر الاعجاز وقيل النور الرسول  
تاریکیوں کو دور کرتے ہیں۔ یا اس لیے کہ آپ  
وقيل الاسلام.  
ظاہر معجزہ ہیں۔ بعض نے کہا نور سے مراد  
(البحر المحيط ۳، ۴۴۸) رسول اور بعض نے کہا اسلام۔

## ۱۹۔ شہاب الدین خفاجی (ت ۱۰۶۹)

قاضی شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی، امام بیضاوی کے الفاظ تفسیر کی وضاحت میں  
رقطراز ہیں۔

(یعنی قرآن) اس تفسیر کی بنیاد پر نور اور کتاب  
سے مراد ایک شی ہوگی اور قرآن کو نور کہنے کی  
وجہ یہ ہے کہ یہ ہدایت و یقین کے راستوں کو  
ظاہر کرتا ہے اور اگر نور کی تفسیر ذات بھی ہو تو  
آپ سے بھی معجزات اور حق کا ظہور ہوا۔ نور کی  
پہلی تفسیر یہ دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور  
دونوں کا ایک ہونا اس اتحاد کی وجہ سے ہے جو  
ہم نے تفسیر ثانی میں ذکر کیا۔  
(یعنی القرآن) فعلى هذا النور  
والكتاب واحد و تسمية نورا  
لكشفه و اظهاره طرق الهدى  
واليقين..... وعلى تفسير النور  
بالنبي صلى الله عليه وسلم لظهوره  
بالمعجزات و اظهاره للحق لان  
المراد بهما واحد على التفسير  
الاول للنور و كونهما كالو احد  
لاتحاد ما بيناه على التفسير الثاني.  
(عناية القاضى على بيضاوى، ۳،  
۴۴۳)

## ۲۰۔ علامہ حقی (ت ۱۱۳۷)

علامہ اسماعیل حقی نے بھی نور سے دونوں چیزیں مراد لی ہیں۔



نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا اول سے مراد رسول اور ثانی سے مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر واحد کی لائی گئی اس لیے کہ دونوں سے مراد بالذات ایک شی ہے یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں۔ اس لیے کہ دونوں کا مقصود خلق کو حق کی دعوت دینا ہے۔ ان میں سے ایک رسول الہی جبکہ دوسرا اس کا معجزہ ہے۔

المراد بالنور والکتاب هو القرآن..... وقيل المراد بالاول هو الرسول ﷺ وبالثاني القرآن (یهدی به اللہ) وحد الضمیر لان المراد بهما واحد بالذات اولانهما فی حکم الواحد فان المقصود منهما دعوة الخلق الی الحق احدهما رسول الہی والاخر معجزته. (روح البیان، ۲، ۴۴۷)

۲۱۔ شیخ مہدی (ت، ۱۲۲۳)

علامہ ابوالعباس احمد بن مہدی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

یہ عطف تفسیری ہے نور سے مراد بھی کتاب مبین ہی ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ کی ذات ہے۔

عطف تفسیر فالنور هو الکتاب المبین او النور محمد علیہ الصلاة والسلام.

(البحر المدید، ۲، ۱۰۷)

۲۲۔ امام ثعلبی مالکی (ت ۸۷۵)

امام عبدالرحمن بن محمد ثعلبی مالکی کے الفاظ میں۔

(قد جاء کم من اللہ نور) نور سے مراد محمد ﷺ ہیں (و کتاب مبین) اس سے مراد قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ آیت کے ظاہری کا تقاضا پہلا احتمال ہے اور

(قد جاء کم من اللہ نور) هو محمد ﷺ (و کتاب مبین) هو القرآن و یحتمل ان یرید موسیٰ علیہ السلام والتوراة والاول هو ظاهر الایة وهو ظہر.

(جواهر الحسان فی تفسیر القرآن، ۲، ۳۶۵) یہی اظہر و مختار ہے۔

## ۲۳۔ قاضی پانی پتی (ت ۱۲۲۵)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

(نور) یعنی محمد ﷺ او الاسلام (نور) مراد محمد ﷺ یا اسلام (و کتاب مبین) (و کتاب مبین) الاحکام او بین الاحکام کی وضاحت کرنے والی یا ظاہر معجزہ اور الاعجاز وهو القرآن و جاز ان وہ قرآن ہے اور عطف تفسیری بھی جائز ہے۔ محمد ﷺ اور قرآن کو نور کہا گیا اس لیے کہ دونوں کفر کی تاریکیوں کو دور کرنے والے ہیں۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) محمد ﷺ والی کونہما کا شفاء لظلمات الکفر (یہدی بہ اللہ) و حد الضمیر لان المراد بہما اما و احد او کو احد فی الحکم۔

(المظہری، ۳، ۶۷) ہیں۔

## ۲۴۔ امام صاوی (ت ۱۲۴۱)

امام احمد بن محمد صاوی مالکی، امام سیوطی کے الفاظ ہو نور النبی ﷺ (نور سے نور نبی مراد ہے) کے تحت لکھتے ہیں۔

ای وسمی نورا لانه ينور البصائر یعنی ان کو نور کہا گیا اس لیے کہ وہ بصیرتوں کو ویهدیہا للرشاد ولانه اصل کل نور روشن کرتے ہیں اور ان کو راہ راست کی طرف جسی و معنوی۔ ہدایت دیتے ہیں اور (اس لیے کہ وہ ہر نور حسی اور معنوی کی اصل ہیں۔ (الصاوی ۲، ۱۰۵)

نوٹ: ان کا جملہ بار بار پڑھیے کہ آپ ﷺ پر نور حسی و معنوی کی اصل ہیں۔

## ۲۵۔ قاضی شوکانی (ت ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ یہ ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل  
 الاسلام (و كتاب مبين) القرآن فانه  
 المبين والضمير في قوله (يهدي به)  
 راجع الى الكتاب او اليه والى النور  
 لكونهما كاشي الواحد.  
 (فتح القدير، ۲، ۲۳)

زجاج نے کہا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور  
 بعض نے کہا اسلام ہے (و کتاب مبين) يعنى  
 قرآن اس لیے کہ وہ وضاحت کرنے والا  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (يهدي به) میں  
 ضمير کتاب کی طرف لوٹ رہی ہے یا کتاب  
 اور نور کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس لیے کہ وہ  
 دونوں ایک شی کی طرح ہیں۔

## ۲۶۔ علامہ آلوسی (ت ۱۲۷۰)

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی نہایت ہی تفصیل کے ساتھ رقمطراز ہیں۔  
 (نور) عظیم وهو نور الانوار والنبي  
 المختار ﷺ والى مذهب قتاده  
 واختاره الزجاج.  
 (روح المعاني، ۶، ۳۶۷) ہے۔

(نور) عظیم اور اس سے مراد یہ تمام نوروں کا  
 نور ہے۔ نبی مختار ﷺ کی ذات ہے اور یہی  
 حضرت قتادہ تابعی اور زجاج کا مختار مذہب

## ۲۷۔ علامہ قاسمی (ت ۱۳۲۲)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں۔  
 يرید القرآن لكشفه ظلمات  
 الشرك والشك ولا بانته ماكان  
 خاليا على الناس من الحق اولانه  
 ظاهر الاعجاز او النور محمد ﷺ  
 لان يهتدى به كما سمي سراجا.  
 (مخاسن التاويل، ۳، ۸۴) جاتی ہے جیسا کہ ان کو سراج کہا گیا۔

اس سے مراد قرآن ہے اس لیے کہ وہ شک و  
 شرک کی تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور اس لیے کہ  
 یہ لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرتا ہے یا اس لیے کہ  
 یہ ظاہر معجزہ ہے یا نور سے مراد محمد ﷺ کی  
 ذات ہے اس لیے کہ ان سے ہدایت حاصل کی

## ۲۸۔ علامہ بھوپالی (ت ۱۳۷۰)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابوالطیب صدیق حسن خاں بھوپالی کی تفسیر بھی ملاحظہ  
 کر لیجئے۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقيل  
الاسلام (وكتاب مبين) القرآن فانه  
مبين. (فتح البيان، ۲، ۲۳۳) قرآن کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔

نوٹ: حافظ موصوف اسے اچھی طرح دیکھ لیں ان کے امام کیا لکھ رہے ہیں کیا یہ  
اہل بدعت کی بات لکھ رہے ہیں۔

۲۹۔ علامہ عثمانی (ت: )

علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

شاید نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔

(تفسیر عثمانی ۱۹۳)

۳۰۔ شیخ حوی (ت: )

شیخ سعید حوی کی عبارت یہ ہے۔

النور هنا محمد ﷺ لانه يهتدى به  
ويقتدى وفي مكان آخر سماه الله  
سراجا فقال (وداعيا الى الله باذنه  
وسراجا منيرا) ويمكن ان يراد به  
القرآن.

یہاں نور سے محمد ﷺ مراد ہیں اس لیے کہ ان  
سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور ان کی  
اقتداء کی جاتی ہے اور ایک دوسرے مقام پر  
ان کو اللہ تعالیٰ نے سراج کا نام دیا۔ (وداعيا  
الى الله باذنه وسراجاً منيراً) اور ممکن ہے

(اساس فی التفسیر ۳، ۱۳۴۹) کہ اس سے مراد قرآن ہو۔

۳۱۔ علامہ ابو محمد حقانی (ت: )

علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی کہتے ہیں۔

”اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو نور اور قرآن کو کتاب مبین بیان فرما کر یہ بات  
ظاہر کرتا ہے کہ قرآن نے جو کچھ مذہب انبیاء میں تحریفات واقع ہو گئیں تھیں سب کی اصلاح  
کردی۔ (فتح المنان، ۴، ۲۰)

۳۲۔ شیخ صدیقی کاندھلوی (ت: )

مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی نے آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا۔

اگرچہ کچھ شارحین نے قرآن سے نور اور کتاب مبین میں عطف تفسیری مان کر دونوں سے قرآن مراد لیا، مگر ہمارے خیال میں حضرت قتادہ اور زجاج کی بات ازروئے بلاغت زیادہ وزنی ہے کہ یہاں نور سے مراد حضور کی ذات گرامی اور کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے چونکہ آپ کی زندگی کا ایک ایک عمل قرآن کی ہدایات کا پرتو اور عکس تھا اس لیے یقیناً آپ کی زندگی پوری انسانیت کے لیے روشنی کا سامان ہے۔ قرآن اگر آفتاب ہے تو حضور انور کی ساری زندگی اس آفتاب کی روشنی ہے۔

(معالم القرآن ۶، ۶، ۳۰۶)

۳۳۔ علامہ رشید رضا (ت: ۱۹۳۵)

علامہ رشید رضا مصری نے تین اقوال ذکر کرتے ہوئے لکھا۔

فی المراد هنا ثلاثة اقوال احدها انه  
النبي ﷺ وثانيها انه الاسلام ثالثها  
القرآن. (المنار، ۶، ۲۵۳)

۳۴۔ شیخ مراغی

علامہ مصطفیٰ مراغی مصری نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

النور هو النبي ﷺ ويسمى بذلك  
لانه للبصيرة كالنور ..... فكما انه  
لولا النور ما درك البصر شيئا من  
المبصرات و كذلك لولا ما جاء  
به النبي ﷺ من القرآن والاسلام  
لما ادرك ذو البصيرة من اهل  
الكتاب ولا من غيرهم حقيقة الدين  
الحق ولا ما طرا على التوراة  
والانجيل من ضياع بضمها او  
نور سے مراد نبی ﷺ ہیں اور ان کو یہ نام اس  
لیے دیا گیا کہ وہ بصیرت کے لیے ایسے ہی ہیں  
جیسے دیکھنے والے کے لیے نور جس طرح اگر نور  
نہ ہو تو آنکھ مبصرات میں سے کسی شی کا ادراک  
نہیں کر سکتی اور اسی طرح اگر نبی ﷺ قرآن  
والاسلام نہ لاتے تو صاحب بصیرت اہل کتاب  
وغیرہ دین حق کی حقیقت کا ادراک نہ کر سکتے  
اور نہ ہی تورات وانجیل کے بعض حصص کے  
ضياع و نسیان پادریوں کا ایک دوسرے کے

ساتھ خلط ملط کر کے مخفی کر دینا معلوم نہ ہوتا اور وہ جہالت و کفر کی تاریکیوں میں ہی اللہ اور دیکھ ہی نہ پاتے۔ کتاب مبین قرآن کریم ہے جو از نور روشن اور لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے جس کے محتاج ہیں۔

نسیانہ و عبث الروساء بالبعض الاخر فاخفاء شئ منه او تعریفه ولظلموا فی ظلمات الجمل والكفر لا يبصرون و کتاب مبین هو القرآن الکریم وهو یبین فی نفسه مبین لما یحتاج الیه الناس لهدایتهم۔

### ۳۵۔ شیخ ابن شیبہ الحمد

شیخ عبدالقادر بن شیبہ الحمد آیت مبارکہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ رسول اللہ ﷺ کی عموم رسالت میں تاکید و بیان اور تمام اہل زمین کو شامل ہے خواہ وہ عرب ہوں یا عجم امی ہوں یا اہل کتاب تو آپ ﷺ کی رسالت صرف اس کے بیان و اظہار تک ہی محدود نہیں جو اہل کتاب نے چھپایا تھا بلکہ آپ نور منیر اور چمکدار چراغ میں جو سالکین کے لیے راستہ

تاکید و بیان لعموم رسالتہ ﷺ وشمولها لجميع اهل الارض عربهم و عجمهم من امین و کتابین وان رسالتہ ﷺ لیست منحصرۃ فی بیان ماکان یخفیہ اهل الكتاب من الحق بل هو نور منیر و سراج وهاج یفشی السبیل للسالکین۔

(تہذیب الفقیر فی تجرید التاویل، ۴، ۱۲۶) روشن کرتا ہے۔

### ۳۶۔ امام اجزی کلبی (ت: )

امام محمد بن احمد جزئی کلبی نور اور کتاب کی مراد واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ (نور و کتاب مبین) محمد ﷺ و القرآن۔ نور سے مراد محمد اور کتاب سے قرآن مراد ہے۔ (کتاب التسهیل لعلوم التزیل، ۶، ۱۷)

### ۳۷۔ شیخ ہروی شافعی

شیخ محمد امین بن عبداللہ علوی ہروی کے تفسیری الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

لوگو تمہارے پاس اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے نور آ گیا یعنی رسول ﷺ اور

(قد جاء کم) ایہا الناس (من) عند (الله) سبحانہ و تعالیٰ (نور) ای رسول وهو محمد صلی اللہ علیہ وسلم (و کتاب مبین) ای مظهر

للمحق من الباطل وهو القرآن  
(حدائق الروح والريحان في روابي  
علوم القرآن، ۷، ۱۷۷)

اس سے مراد ذات محمد ہے اور کتاب مبین جو حق  
کو باطل سے ظاہر کرتی ہے اور یہ قرآن ہے۔

۳۸۔ امام ابو عمر بن عابد مشقی

اور نور سے محمد ﷺ کی ذات ہے اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا نور  
سے مراد سلام اور کتاب سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا نور اور کتاب دونوں سے مراد  
قرآن ہے اور یہ قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ عطف مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔

۳۹۔ امام برہان الدین بقاعی

(نور) یعنی واضح نورانیت والا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں جنہوں نے شک و شرک  
کی تاریکیوں کو دور کیا اور اپنے دور ظاہری میں تمام فرقوں کو ایک کتاب پر جمع کرنے پر رہنمائی  
فرمائی اپنے اس قول کے ساتھ (اور کتاب) یعنی جامع (مبین) یعنی فی نفسہ واضح اور لوگوں پر  
مخفی حق کو واضح کرنے والی۔

۴۰۔ امام ابوالمسنو و عمادی

(اور کتاب مبین) قرآن اس لیے کہ قرآن میں شرک و شک کی تاریکیوں کا کشف  
ہے اور لوگوں پر مخفی حق اور واضح معجزہ کا اظہار ہے اور عطف مغایرت عنوانی کو مغایرت بالذات  
کے منزلت میں اتارنے کے لیے ہے اور بعض نے کہا اول سے مراد رسول ﷺ ہیں اور ثانی سے  
مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر مجرور کو واحد لانے کی وجہ از روئے  
ذات اتحاد مرجع ہے۔ یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا مراد مذکور سجدی ہوگا۔

۴۱۔ امام سیوطی

(نور) یہ نبی ﷺ کا نور (کتاب) قرآن (مبین) واضح ظاہر (یہدی بہ) الی بالکتاب۔

۴۲۔ امام ثعلبی مالکی

(قد جاء کم من اللہ نور) یہ محمد ﷺ ہیں۔ (کتاب مبین) یہ قرآن ہے اور یہ  
احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ قول  
اول آیت کا ظاہری معنی ہے اور قول اول ہی اظہر ہے۔

### ۳۸۔ امام ابو عمر بن عادل دمشقی (ت۔ ۸۸۰)

امام ابو حفص محمد بن عادل دمشقی 'فصل فی معنی الایة' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔  
والمراد بالنور محمد علیہ الصلاة والسلام وبالكتاب القران وقيل المراد بالنور الاسلام وبالكتاب القران وقيل النور الكتاب والقران وهذا ضعيف لان العطف يوجب التغاير.

(اللباب فی علوم الکتاب، ۷: ۲۵۹) مغایرت کا مقتضی ہوتا ہے۔

### ۳۹۔ امام برہان الدین بقاعی (ت، ۸۸۵)

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی کے الفاظ ہیں۔

(نور) ای واضح النورایة وهو محمد صلی اللہ علیہ وسلم الذی کشف ظلمات الشک والشک و دل علی جمعہ مع فرقہ لقولہ (و کتب) ای جامع (مبین) ای بین فی نفسہ مبین لما کان خالیاً علی الناس من الحق۔ (لظم الدرر..... ۲: ۲۱۹)

(نور) یعنی واضح نورانیت والا اس سے مراد محمد ﷺ ہیں جنہوں نے شک و شرک کی تاریکیوں کو دور کیا اور اپنے دور ظاہری میں تمام فرقوں کو ایک کتاب پر جمع کرنے پر رہنمائی فرمائی اپنے اس قول کے ساتھ (اور کتاب) یعنی جامع (مبین) یعنی فی نفسہ واضح اور لوگوں پر مخفی حق کو واضح کرنے والی۔

### ۴۰۔ امام ابوالسعود عمادی (ت ۹۵۱)

امام ابوالسعود محمد بن محمد العمادی (و کتاب مبین) کے تحت لکھتے ہیں۔

القران لمافیہ من کشف ظلمات الشک والشک وابانة ما خفی علی الناس من الحق والاعجاز البین والعطف لتزیل المغایرة بالعنوان منزلة المغایرة بالذات وقيل المراد بالاول هو الرسول

(اور کتاب مبین) قرآن اس لیے کہ قرآن میں شرک و شک کی تاریکیوں کا کشف ہے اور لوگوں پر مخفی حق اور واضح معجزہ کا اظہار ہے اور عطف مغایرت عنوانی کو مغایرت بالذات کی منزل میں اتارنے کے لیے ہے اور بعض نے



صلی اللہ علیہ وسلم وبالثانی القرآن (یہدی بہ اللہ) توحید الضمیر المجرور لاتحاد المرجع بالذات او لکونہما فی حکم الواحد اور بدیہدی بما ذکر .  
 کہا اول سے مراد رسول ﷺ ہیں اور ثانی سے مراد قرآن ہے۔ (اللہ اس کے ذریعے ہدایت دیتا ہے) ضمیر مجرور کو واحد لانے کی وجہ از روئے ذات اتحاد مرجع ہے۔ یا اس لیے کہ دونوں واحد کے حکم میں ہیں یا مراد بمعنی مذکور ہوگا۔ (ارشاد العقل السلیم، ۳: ۱۸)

### ۳۱۔ امام سیوطی (ت، ۹۱۴)

امام جلال الدین سیوطی نے نور اور کتاب کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے۔  
 (نور) ہو نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم (و کتاب) قرآن (مبین) مبین (یہدی بہ) ای بالکتاب۔  
 (نور) یہ نبی ﷺ کا نور (و کتاب) قرآن (مبین) واضح ظاہر (یہدی بہ) بذریعہ کتاب۔

### ۳۲۔ امام تغلبی مالکی (ت ۸۷۵)

امام عبدالرحمن بن محمد تغلبی مالکی کے الفاظ ہیں۔  
 (قد جاء کم من اللہ نور) ہو محمد ﷺ ہیں۔  
 (و کتاب مبین) یہ قرآن ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ نور سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہوں اور کتاب مبین سے مراد تورات ہو۔ قول اول آیت کا ظاہری معنی ہے اور قول اول ہی اظہر ہے۔  
 (جواہر الحسان فی تفسیر القرآن، ۲: ۳۶۵)

### اپنے اکابرین کی بھی سن لیجئے

یہاں ہم کچھ حافظ صاحب کے اکابرین کی تفاسیر کا حوالہ بھی ذکر کیے دیتے ہیں کہ انہوں نے بھی نور سے سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس مراد لیا ہے۔

### ۱۔ قاضی شوکانی (ت، ۱۲۵۰)

قاضی محمد بن علی شوکانی کے الفاظ تفسیر یہ ہیں۔

قال الزجاج النور محمد ﷺ وقیل امام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں الا سلام (و کتاب مبین) القرآن فانہ اور بعض نے کہا اسلام ہے (و کتاب مبین)

المبين والضمير في قوله (يهدى به) قرآن اس لیے کہ وہ وضاحت کرنے والا ہے  
 الى الكتاب او اليه والى النور ارشاد الہی (یہدی بہ) میں ضمیر کتاب کی طرف  
 لکونہما کالشی الواحد۔ ہے یا کتاب اور نور دونوں کی طرف ہے اس  
 (فتح القدر، ۲، ۲۳۲) لیے کہ وہ دونوں ایک ہی شی کی طرح ہیں۔

### ۲۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی (ت، ۱۳۷۰)

نامور اہل حدیث عالم علامہ ابوالطیب صدیق حسن خاں بھوپالی کے تفسیری الفاظ  
 ملاحظہ کیجئے۔

قال الزجاج النور محمد وقيل امام زجاج نے کہا نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔  
 الاسلام (و کتاب مبین) فانہ مبین۔ بعض نے کہا اسلام مراد ہے اور کتاب مبین  
 (فتح القدر، ۲، ۲۳۳) قرآن ہے کیونکہ یہ وضاحت کرتا ہے۔

### ۳۔ شیخ ابن تیمیہ (ت، ۷۲۸)

شیخ نقی الدین ابن تیمیہ اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔  
 قيل النور محمد وقيل هو الاسلام۔ بعض نے کہا نور سے مراد محمد ہیں جبکہ بعض نے  
 (مجموعۃ الفتاوی، ۷، ۹۰) کہا اسلام مراد ہے۔

### ۴۔ قاضی سلیمان منصور پوری

انہوں نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا۔  
 اس آیت میں وجود باجود نبی اکرم کو نور بتلایا گیا۔ (شرح اسما الحسنی ص ۱۵۱)  
 ۵۔ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ نور ہے اور اس نے اپنے رسول کو نور بنا کر بھیجا۔ (ایضاً، ۱۵۳)  
 اپنی سیرت پر کتاب رحمۃ للعالمین میں رقمطراز ہیں۔  
 انہی کا مبارک نام سورۃ المائدہ میں نور بتلایا گیا۔ قد جاء کم من اللہ نور و  
 کتاب مبین خازن و معالم میں نور کو نبی ﷺ کی ذات بتایا ہے۔ (رحمۃ للعالمین)

### ۶۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری

یہ اپنی تفسیر ثنائی میں لکھتے ہیں۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین۔ تمہارے پاس اللہ کا نور محمد اور روشن کتاب  
(تفسیر ثنائی، سورۃ المائدہ ۱۱۰۰) قرآن شریف آئی۔

۷۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی (ت، ۱۳۳۸)

آیت مبارکہ کا ترجمہ لکھ کر حاشیہ میں نور سے مراد یوں واضح کرتے ہیں۔  
محمد یا..... دین اسلام۔

(بتویب القرآن، ۱۳۹)

۸۔ حافظ محمد لکھوی

یہ لکھتے ہیں نور سے محمد یا اسلام جو دین ربانی ہے۔ (تفسیر محمدی، ۲۳)

معتزلہ (اہل بدعت) کی رائے

اوپر جن ائمہ اور اہل علم کی تفاسیر گزریں وہ تمام کے تمام اہل سنت یا اہل حدیث  
ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی کہ دونوں سے مراد قرآن ہی ہے جیسا کہ  
حافظ صاحب کہہ رہے ہیں ہاں معتزلہ کی رائے موصوف سے ملتی ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

زحشری کی تفسیر

شیخ جار اللہ محمود بن عمر زحشری (ت، ۵۲۸) آیت مذکورہ کی تفسیر ان الفاظ میں  
کرتے ہیں۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین (قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین) دونوں سے  
قرآن مراد ہے اس لیے کہ وہ شرک و شک کی  
تاریکیوں کو دور کرتا ہے اور اس کے لیے کہ وہ  
لوگوں پر مخفی حق کو ظاہر کرتا ہے اور اس لیے کہ  
ظاہر الاعجاز۔ (الکشاف، ۱، ۶۱۷) وہ ایک ظاہری معجزہ ہے۔

علامہ محمود آلوسی اہل سنت کے موقف کے بعد شیخ ابوعلی جبائی معتزلی کے حوالہ سے  
لکھتے ہیں کہ انھوں نے نور سے قرآن ہی مراد لیا ہے۔

واقصر علی ذلک الزمخشری۔ زحشری نے تو قرآن ہی مراد لیا ہے۔

(روح المعانی ۶: ۳۶۷)

ایک اور معتزلی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

قال ابو علی الجبائی عنی بالنور کہ ابو علی جبائی نے نور سے مراد قرآن لیا ہے۔  
یہ موقف ضعیف ہے (ایضاً)  
القرآن

امام فخر الدین رازی اس موقف کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

الثالث: انور والکتاب هو القرآن۔ نور اور کتاب سے مراد قرآن ہے۔  
اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وهذا ضعیف لان العطف یوجب  
المغایرة بین المعطوف والمعطوف  
علیه. (مفاتیح الغیب، ب ۶، ۳۲۷)

ملاحظہ کیا اہل سنت کے لوگ کیا لکھ رہے ہیں اور ہمارے یہ دانشور حضرات کیا کہہ  
رہے ہیں اوپر آپ نے پڑھا کہ نور و کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لینا اہل بدعت کا  
موقف ہے اور یہ ضعیف ہے۔ پھر اسی کو قرار دینا کہاں کا انصاف و دیانت ہے؟

ضمیر کا معاملہ

ان لوگوں نے اپنے موقف پر ”یہدی بہ“ کی ضمیر سے تائید ذکر کی ہے کہ یہ بتا  
رہی ہے کہ ان دونوں سے قرآن ہی مراد ہے کیونکہ یہ واحد ہے اگر دو چیزیں مراد ہوتیں تو سہما  
ہوتا اس سلسلہ میں گزارشات درج ذیل ہیں۔

1- حضور ﷺ مراد کیوں نہیں ہو سکتے؟

اگر واو تفسیری بناتے ہوئے دونوں سے ایک ہی چیز مراد لی جائے تو کہاں ضروری  
ہے کہ وہ قرآن ہی ہے حضور ﷺ کی ذات اقدس مراد کیوں نہیں لی جاسکتی۔  
ہم کہتے ہیں کہ نور و کتاب دونوں سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے۔ اس  
پر ائمہ امت کی تصریحات موجود ہیں۔

1- حضرت ملا علی قاری (ت ۱۰۱۳) اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے رقمطراز ہیں  
کچھ لوگ اسے واو تفسیری بنا کر اس پر کیوں مصر ہیں کہ دونوں سے قرآن ہی مراد ہے، ان سے

ہم کہتے ہیں۔

وای مانع من ان يجعل النعتان  
للرسول صلى الله عليه وسلم فانه  
نور عظيم لكمال ظهوره بين  
الانوار و كتاب مبين حيث انه  
جامع لجميع الاسرار ومظهر  
الاحكام والاحوال والاخبار.  
اور دونوں صفات رسول ﷺ کے لیے ثابت  
کرنے میں کیا مانع ہے؟ اس لیے کہ وہ عظیم  
نور ہیں اس لیے کہ انوار کے مابین ان کا ظہور  
کامل ہے اور ان کو کتاب مبین کہنے میں بھی  
کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ وہ تمام بھیدوں  
کے جامع اور احکام احوال اور اخبار کے ظاہر  
(شرح الشفاء، ۱: ۴۲) کرنے والے ہیں۔

2- علامہ محمود آلوسی نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے۔

ولا بعد عندي ان يراد بالنور  
والكتاب المبين النبي صلى الله  
عليه وسلم والعطف عليه كالعطف  
على مقاله الجبائي ولا شك في  
صحة اطلاق كل عليه عليه الصلاة  
والسلام. (روح المعاني، ۶، ۳۶۷)  
اور میرے نزدیک اس بات میں کوئی بعد نہیں  
ہے کہ نور اور کتاب مبین سے نبی ﷺ کی  
ذات مراد لی جائے اور عطف تفسیری ہو۔ جیسے  
جبائی نے کہا اور دونوں صفات کے نبی علیہ  
الصلوة والسلام کی ذات پر اطلاق میں کوئی  
شک نہیں ہے۔

دونوں کا وصف ایک ہے

دوسری بات ضمیر کے حوالہ سے اہل علم نے یہ کہا ہے کہ جب دونوں چیزیں کسی  
وصف میں مشترک ہوں تو ان کی طرف واحد ضمیر لوٹائی جاسکتی ہے وہاں تشبیہ ضمیر کا لانا ضروری  
نہیں ہوتا۔ چونکہ قرآن اور حضور ﷺ کی ذات وصف ہدایت میں مشترک ہیں دونوں ہی اللہ  
تعالیٰ کی طرف ہادی ہیں لہذا ضمیر واحد ہی لائی گئی۔ اس پر بھی تمام مفسرین نے تصریح کی ہے۔  
ہم ان میں سے چند کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

1- علامہ محمود آلوسی ”یہدی بہ اللہ“ کے تحت رقمطراز ہیں۔

توحيد الضمير لاتحاد المرجع  
بالذات اولكونها في حكم الواحد  
اولكون المراد يهدى بما ذكر.  
ضمیر کو واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ بالذات  
مرجع ایک ہے یا اس لیے کہ دونوں واحد کے  
حکم میں ہیں یا اس سے مراد وہ ہوگا جس کا ما قبل  
(روح المعانی، ۶: ۳۶۷) میں ذکر ہوا یعنی دونوں ہدایت دیتے ہیں۔

2- شیخ صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی جواب دیتے ہوئے لکھا۔  
والضمیر فی یهدی بہ اللہ راجع اور یهدی بہ اللہ میں ضمیر کتاب کی طرف یا  
الی الکتاب او الیہ والی النور کتاب اور نور دونوں کی طرف لوٹ رہی ہے  
لکونہما کالشی الواحد۔ اس لیے کہ دونوں ایک شی کی طرح ہیں۔

(فتح البیان ۲: ۲۳۳)

3- یہ انہوں نے شیخ محمد علی شوکانی کے الفاظ ہی نقل کیے ہیں۔ (فتح القدر، ۲: ۲۳)

4- قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس مسئلہ پر لکھتے ہیں۔

وحد الضمیر لان المراد بہما اما ضمیر اس لیے واحد لائی گئی کیونکہ دونوں سے  
واحد او کو احد فی الحکم۔ مراد یا تو ایک ہے یا حکم میں ایک کی طرح  
(المنظر ی ۳: ۶۷) ہے۔

5- علامہ ابوالسعود محمد عمادی (ت، ۹۵۱) نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

توحید الضمیر المجرور لاتحاد ضمیر مجرور کو واحد لانے کی وجہ یہ ہے کہ  
المرجع بالذات اولکونہما فی بالذات مرجع متحد ہے یا دونوں واحد کے حکم  
حکم الواحد او ارید یهدی بما ذکر۔ میں ہیں یا اس سے مراد وہ ہوگا جو ماقبل میں  
(ارشاد العقل السلیم، ۳: ۱۸) مذکور ہے۔

اب تک سات میں سے تین چیزوں پر گفتگو ہو چکی ہے چوٹی بات کا جائزہ لیتے  
ہیں کہ..... اول ما خلق اللہ نوری کا کوئی ثبوت ہی نہیں۔ یہی بات شیخ احسان الہی ظہیر نے  
لکھی تھی اس کا نہایت ہی کافی و شافی جواب ہمارے استاد گرامی علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری  
رحمہ اللہ نے لکھا ان کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ کہ مولوی نور الدین احمد نے گوالیار سے امام احمد رضا بریلوی  
قدس سرہ کی خدمت میں استفتاء ارسال کیا اور دریافت کیا۔

یہ مضمون کہ حضور سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور  
سے باقی مخلوقات کس حدیث سے ثابت ہے؟ اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟

اس کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے فرمایا:

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد  
بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ، حافظ الحدیث،

احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے اپنی مضاف میں حضرت سیدنا  
 وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:  
 میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ  
 سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟ فرمایا:

یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق  
 قبل الاشياء نور نبيك من نوره.  
 اے جابر! بے شک بالیقین اللہ  
 تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے  
 نبی ﷺ کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔

(مجموعہ رسائل ”نور و سایہ“ ص ۸-۷)

اس کے بعد پوری حدیث نقل کی۔

یہ حدیث کس قسم کی ہے؟ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی ”دلائل النبوة“ میں بخوبی روایت کی..... اجلہ ائمہ دین  
 مثل امام قسطلانی ”مواہب لدنیہ“ اور امام ابن حجر مکی افضل القرئی اور علامہ فاسی ”طالع  
 المسرات“ اور علامہ زرقانی ”شرح مواہب“ اور علامہ دیار بکری ”خمیس“ اور شیخ محقق دہلوی  
 ”مدارج النبوة“ وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں۔

بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے، تو بلاشبہ حدیث  
 حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی  
 حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ ”کما بینا فی منیر العین فی  
 حکم تقبیل الابہامین“ لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی  
 ”حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ“ میں فرماتے ہیں۔

وقد خلق کل شیء من بے شک ہر چیز نبی اکرم ﷺ کے نور سے بنی  
 نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور جیسا کہ صحیح حدیث اس معنی میں وارد ہوئی۔  
 بہ الحدیث الصحیح.  
 (مجموعہ رسائل ”نور و سایہ“ ص ۹-۸)

یہ جواب بڑا متین، مدلل اور معقول تھا، لیکن تعصب اور عناد اسے قبول کرنے کے  
 لیے تیار نہیں، اس پر چند اعتراض کیے گئے ہیں، ان کا جواب ملاحظہ ہو۔

## پہلا اعتراض

احسان الہی ظہیر نے اس پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے:  
 اگر امت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان کی طرح جہالت اور گمراہی اور کج روی کے  
 پیروکار ہیں، تو ہمیں نقصان دہ نہیں اور اگر امت سے مراد علماء اور حدیث کے ماہرین ہیں، تو  
 اس امر کا وجود نہیں ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے۔ (البریلویہ ص ۱۰۳)  
 امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اس حدیث کے روایت اور نقل کرنے والوں کا  
 نام بنا کر ذکر کیا ہے، اس کے باوجود ان سب کو جاہل اور گمراہ قرار دینا ائمہ دین کی شان میں وہ  
 کھلی گستاخی ہے، جو ناقابل معافی ہے اور ان لوگوں کا پرانا شیوہ ہے۔

ذیل میں ہم حدیث نور کے چند حوالے تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ  
 دیکھیں کہ احسان الہی نے کتنے جلیل القدر ائمہ کو جاہل اور گمراہ قرار دیا ہے؟

- 1- امام بخاری و مسلم کے استاذ الاستاذ امام عبدالرزاق نے مصنف میں اس حدیث کو  
 روایت کیا، اس سلسلے میں چند گزارشات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔
- 2- امام بیہقی نے یہ حدیث روایت کی، امام زرقاتی فرماتے ہیں:  
 امام بیہقی نے یہ حدیث کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کی ہے۔

(شرح زرقاتی علی المواہب ج 1، ص 56، تاریخ الخمیس، ج 1، ص 20)

- 3- نظام الدین حسن نیشاپوری (م 728ھ) کی تفسیر نیشاپوری میں آیت مبارکہ ”وانا  
 اول المسلمین“ کی تفسیر میں لکھا: ”کما قال اول ما خلق اللہ نوری“ جیسے  
 کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا۔  
 غرائب القرآن (مصطفیٰ البابی، مصر، ج 8، ص 66)

- 4- عارف باللہ شیخ عبدالکبریم جیلی (م 805ھ) اپنی کتاب..... الناموس الاعظم  
 والقاموس الاقدم فی معرفۃ قدر النبی ﷺ میں فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کی روح کو پیدا فرمایا۔

(جواہر البحار، عربی (مصطفیٰ البابی، مصر، ج 4، ص 220)



5- مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا۔  
یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء  
الاشیاء نور ذبیک من نورہ۔  
سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا  
فرمایا۔

(مواہب لدنیہ مع شرح زرقاتی، ج 1، ص 55)

6- امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی (م 1044ھ / 1635ء) سیرتِ حلبیہ میں یہ  
حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

وفیہ انه اصل لكل موجود والله تعالی اعلم۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ  
حضور نبی اکرم ﷺ ہر موجود کی اصل ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔  
("سیرتِ حلبیہ" مکتبہ اسلامیہ، بیروت، ج 1، ص 31)

7- علامہ اسمعیل بن محمد عجلونی (م 1162ھ) "کشف الخفاء" میں یہ حدیث ان ہی  
الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔

("کشف الخفاء و مزیل الالباس، مکتبہ غزالی، بیروت ج 1، ص 265)

8- عمر بن احمد النخریوطی (م 1299ھ / 1882ء) نے شرح قصیدہ بردہ میں یہ حدیث  
مفہوماً نقل کی۔ ("عصیدۃ الشہدۃ شرح القصیدۃ البردۃ" نور محمد، کراچی، ص 73)

9- امام عبدالغنی نابلسی (م 1143ھ / 1730-31ء) کی "الحمدیۃ الندیہ" میں ہے:  
حضور نبی اکرم ﷺ صاحب الجمعۃ الکبریٰ ہیں، کیوں نہ ہو، جب کہ ہر شے آپ  
کے نور سے پیدا کی گئی ہے، جیسے کہ اس بارے میں یہ حدیث صحیح وارد ہے۔

(مکتبہ نوریہ، فیصل آباد، ج 2، ص 375)

10- علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری (م 966ھ) نے تاریخ خمیس میں یہ روایت  
معنی نقل کی ہے۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس، مؤسسۃ الشعبان، بیروت، ج 1، ص 19)

11- امام علامہ شرف الدین بوسیری کے قصیدہ ہمزیہ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

علامہ سلیمان الجمل (م 1204ھ) صاحب تفسیر الجمل ”الفتوحات الاحمدیہ بائع  
الحمدیہ“ ص 6، ادارہ محمد عبدالطیف حجازی، قاہرہ)

امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں۔

-12

فقہ خطیب ابوالریح کی کتاب ”شفاء الصدور“ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے  
پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرمایا اور اس نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا۔ پس نور  
عرش، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، نور قلم، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، لوح محفوظ کا نور،  
نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، دن کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے، معرفت کا نور، شمس و  
قمر اور آنکھوں کا نور، نور مصطفیٰ ﷺ سے ہے۔

(ترجمہ ملخصاً) (دارالکتاب العربی، بیروت، ج 2، ص 34)

علامہ ابوالحسن بن عبداللہ بکری فرماتے ہیں:

-13

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ موجود تھا، اور کوئی شے اس  
کے ساتھ موجود نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب ﷺ کا نور پیدا  
کیا، پانی، عرش، کرسی، لوح و قلم، جنت اور دوزخ، حجاب اور بادل حضرت آدم اور  
حضرت حوا (علیہما السلام) سے چار ہزار سال پہلے۔

(”الانوار فی مولد النبی محمد“ نجف اشرف، ص 5)

اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نور مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کیے جانے کی روایت  
صرف حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

-14

حضور نبی اکرم ﷺ کا سب کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ  
ممکنات پر نازل ہونے والے فیض الہی کا ان کی قابلیتوں کے مطابق واسطہ ہیں،  
اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلی مخلوق تھا، حدیث شریف میں ہے، اے جابر! اللہ  
تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا  
فرمانے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(روح المعانی، طبع بیروت، ج 17، ص 105)

۳۳

ایک جگہ حدیث ”اول ما خلق اللہ نوری“ نقل کی ہے۔

(روح المعانی، ج 8، ص 71)

15- علامہ شامی کے بھتیجے سید احمد عابدین شامی (م 1320ھ تقریباً) نے علامہ ابن حجر کی کے رسالہ ”النعمة الكبرى على العالم“ کی شرح میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

(جواہر البحار (مصطفیٰ البابی، مصر) ج 3، ص 354)

16- علامہ محمد مہدی فاسی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث نقل کرنے کے علاوہ ایک دوسری حدیث بھی نقل کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا خلق کل شیء“ اور میرے نور سے ہر چیز پیدا کی۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام مخلوقات سے پہلے ان کا سبب ہیں۔ (”مطالع المسرات، شرح دلائل الخیرات، المطبعة التازیہ ص 221)

17- علامہ احمد عبدالجواد دمشقی نے یہ حدیث امام عبدالرزاق اور امام بیہقی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (السراج المنیر و بسیرتہ استنیر (طبع دمشق ص 13-14)

18- محدث جلیل حضرت ملا علی قاری نے ”المورد الروی“ میں ”مصنف عبدالرزاق“ کے حوالے سے سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

(م 1014ھ) المورد الروی فی المولد النبوی تحقیق محمد بن علوی مالکی (پہلا ایڈیشن 1400ھ/1980ء، ص 40)

19- مکہ مکرمہ کے نامور محقق فاضل سید محمد علوی مالکی لکھتے ہیں:

حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند صحیح ہے، اس پر کوئی غبار نہیں ہے، چونکہ متن غریب ہے، اس لیے اس میں علماء کا اختلاف ہے، اس حدیث کو امام بیہقی نے کسی قدر مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے۔ (حاشیہ ”المورد الروی“ ص 40)

اس جگہ علامہ مالکی نے تفصیلی نوٹ دیا ہے، جس میں حضور سید عالم، نبی اکرم ﷺ کی نورانیت، احادیث مبارکہ کے حوالے سے بیان کی ہے۔

20- ابن حجر ہیتمی کی (م 974ھ) کے فتاویٰ حدیثیہ میں ہے:

”وانما الذی رواہ عبدالرزاق انه عبد الرزاق نے جو حدیث روایت کی ہے، وہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ خلق نور محمد قبل الاشیاء من نورہ.“  
یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے نور مصطفیٰ ﷺ پیدا کیا۔

(فتاویٰ حدیثیہ، مصطفیٰ البابی، مصر، ص 247)

21- مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی ”الآثار المرفوعہ“ میں امام عبدالرزاق کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد تنبیہ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق کی روایت سے نور محمدی کا پیدائش میں اول ہونا اور مخلوق سے پہلے ہونا ثابت ہے۔

(الآثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعۃ (مکتبہ قدوسیہ، لاہور ص 33-34)

22- یوسف بن اسمعیل بیہانی، علامہ: حجتہ اللہ علی العالمین (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص 28)

23- (شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، (م 1052ھ) مدارج النبوة میں ہے:

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ ”اول ما خلق اللہ نوری“

(مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، ج 2، ص 2)

فرض کیجئے کہ کسی محفل میں یہ تمام، علماء، عرفاء اور محدثین تشریف فرما ہوں اور اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں اور اس کی تصدیق و توثیق کر رہے ہوں، تو کیا کوئی بڑے سے بڑا علامہ یہ کہنے کی جرأت کر سکے گا؟ کہ یہ سب جھوٹے، جاہل اور کج رو ہیں۔

### مخالفین کی گواہی

24- غیر مقلدین کے مشہور عالم نواب وحید الزمان لکھتے ہیں:

بدا اللہ سبحانہ الخلق بالفور المحمدی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو پیدا  
ثم بالما اتم خلق العرش علی المائم کیا، پھر پانی، پھر پانی کے اوپر عرش کو پیدا کیا،

خلق الروح ثم خلق النون والقلم واللوح پھر قلم اور دوات، پھر عقل کو پیدا کیا، پس نور  
ثم خلق القتل فالنور المحمدي مادة حمدي آسمانوں، زمین اور ان میں پائی جانے  
اولیة..... السموات والارض. والی مخلوق کے لیے مادہ اولیہ ہے۔

حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ قلم اور عقل کی اولیت اضافی ہے (یعنی یہ دونوں دوسری  
چیزوں سے پہلے ہیں، یہ نہیں کہ سب سے پہلے ہوں 12 ق ن)

(ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص 56)

25- علماء دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

روایت بحوالہ امام عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ نقل کی اور اس پر اعتماد کیا۔

(نشر الطیب (تاج کمپنی، لاہور) ص 6)

26- غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام شاہ محمد اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

چنانچہ روایت ”اول ما خلق اللہ نوری“ برآں دلالت می دارد جیسے کہ روایت  
”اول ما خلق اللہ نوری“ اس پر دلالت کرتی ہے۔

(یک روزہ (طبع ملتان) ص 11)

27- رشید احمد گنگوہی، فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:

سوال: اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت الافلاک..... یہ  
دونوں حدیثیں صحیح ہیں یا وضعی؟

جواب: یہ حدیثیں صحاح میں موجود نہیں، مگر شیخ عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”اول ما  
خلق اللہ نوری“ کو نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ، مبوب (محمد سعید، کراچی) ص 157)

اس سے پہلے مدارج النبوة کی عبارت گزر چکی ہے جس میں شیخ محقق نے اس  
حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، جبکہ گنگوہی صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ کے نزدیک اس  
کی کچھ اصل ہے..... فی اللجب۔ (عقائد و نظریات ۲۶۵ تا ۲۷۴)

### حدیث نور کی بازیافت

یہ تمام گفتگو علمی اور تحقیقی ہے، اہل علم کی نقل ہمارے لیے حجت ہے۔ بحمد اللہ اب تو  
مصنف عبدالرزاق کا وہ گم شدہ حصہ جزو المفقود کے نام سے طبع ہو کر آ گیا ہے اور اس میں صحیح

سند کے ساتھ حدیث موجود ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر، عن جابر، قال: سألت رسول الله ﷺ، عن أول شئ خلقه الله تعالى؟ فقال: هو نور نبيك يا جابر.

### پانچویں بات کا رد

صوف نے پانچویں بات یہ کہی کہ ”یہ روایت احادیث صحیحہ کے مخالف ہے اس لیے اسے مسترد کر دینا چاہیے، یہ بات بھی نہایت ہی غلط ہے اس روایت کو تمام محدثین نے قبول کرتے ہوئے اسے صحیح قرار دیا کیونکہ وہ اس کی سند سے آگاہ تھے مثلاً اوپر آیا۔

1- شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت، ۱۰۵۲) لکھتے ہیں۔

در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول حدیث صحیح میں آیا کہ سب سے پہلے اللہ ما خلق الله نوری۔  
- زمیرے نور کو پیدا کیا۔

(مرارج النبوة ۲۲)

2- امام عبدالغنی نابلسی (ت، ۱۱۳۳) کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وهو صاحب الجمعية الكبرى  
وكيف رقد خلق كل شئ من نور  
صلى الله عليه وسلم كما ورد به  
الحدیث الصحیح.  
حضور ﷺ صاحب جمعیت کبریٰ ہیں ایسا  
کیوں نہ ہو جبکہ ہر شئی آپ ﷺ کے نور  
سے پیدا کی گئی ہے جیسا کہ اس بارے میں  
صحیح حدیث وارد ہے۔

(الحدیقة الندویة، ص ۳۷۵)

اب تو اعتراض ختم ہو گیا۔

اب تو روایت صحیح سند کے ساتھ سامنے آ چکی ہے۔

عبدالرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر رضی اللہ عنہ قال  
سألت رسول الله ﷺ عن أول شئ خلقه الله تعالى فقال هو نور نبيك يا  
جابر. (جزء المفقود من المصنف)

جب صحیح سند کے ساتھ روایت ثابت ہے اور اس کی سند پر کوئی اعتراض نہیں تو اب  
یہ اعتراض ختم ہو گیا۔

## چھٹی بات کا رد

اس سے موصوف کی چھٹی بات کا بھی رد ہو جاتا ہے کہ شیخ ناصر الدین البانی کی تطبیق کو مانا جائے کیونکہ البانی نے اس روایت کی صحت تسلیم نہیں کی لیکن موصوف اس پر غور فرمائیں کہ دنیا میں صرف البانی ہی محدث پیدا ہوا ہے چودہ صدیوں میں امت میں کوئی ان سے بڑا محدث نہیں آیا۔ ہم ان محدثین اور اہل علم کی بات کیوں نہیں تسلیم نہیں کر رہے۔ جن سے استفادہ کر کے البانی جیسے لوگ محدث بنے ہیں۔

حافظ صاحب محدث البانی کی تحقیق تو قوم کو بتاتے ہیں مگر وہ امت کے مسلمہ محدثین، اہل سیر اور صوفیاء کی تطبیق قوم کے سامنے لانے سے کیوں ڈرتے ہیں۔ اہل علم کی دیانت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ پوری بات لوگوں کے سامنے رکھیں تاکہ وہ صحیح صورت حال سے آگاہ ہو کر صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں کیونکہ ان کی رسائی اصل ماخذ و مصادر تک نہیں ہوتی وہ اہل علم کی تحقیق پر ہی بھروسہ کرتے ہیں اگر وہ ڈنڈی مارنا شروع کر دیں تو پھر دین کا کیا بنے گا؟

محدثین اور احادیث میں موافقت

ہمیشہ سے اہل علم نے اس روایت کو نہ صرف صحیح مانا بلکہ دیگر روایات جن میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔ سب سے پہلے عقل پیدا کی، سب سے پہلے پانی پیدا کیا، ان تمام میں موافقت و تطبیق دیتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ نور محمدی ﷺ کی تخلیق حقیقی طور پر سب سے پہلے ہے اور دیگر کی تخلیق اسی نور کے فیض سے ہے۔

ہم یہاں کچھ اہل کی تصریحات ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ آشکار ہو جائے کہ امت مسلمہ کی ائمہ دین یہی مانتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نور محمدی کو پیدا کیا۔

1- امت کے عظیم محدث امام بدر الدین عینی (ت: ۸۵۵) شرح بخاری میں

رقطراز ہیں کہ روایات مختلف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قلم پیدا کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ نور و ظلمت کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ نور محمدی کو پیدا فرمایا اس کے بعد تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

ان الاولیۃ نسبی و کل شئی قیل فیہ کہ اولیت اضافی امر ہے اور جس چیز کے  
انہ اول فہو بالنسبۃ الی مابعدھا۔ بارے میں کہا گیا کہ وہ اول ہمسہ اس کے

(عمدة القاری ۱۵-۱۰۹) مابعد کے لحاظ سے ہے۔

2- عقائد کے امام سید شریف علی بن محمد جرجانی (ت، ۸۱۶) المواقف کے اس جملہ

اول ما خلق الله العقل كما وود في نصاب الحديث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

بعض اہل علم نے اس روایت اور دیگر روایات کے درمیان تطبیق یوں دی ہے۔

اول ما خلق الله القلم و اول ما خلق الله نوری۔ اس اعتبار سے کہ وہ مجرد ..... اس کو

ذات و مبدا سمجھا جاتا ہے اسے عقل کیا جائے گا اس لحاظ سے کہ دیگر مودات اور نفوس علوم

صادر ہوتے ہیں اس کا نام قلم ہے اس لحاظ سے کہ وہ انوار نبوت کے فیضان کا واسطہ ہے وہ

سید الانبیاء کا نور ہے۔ (شرح المواقف، ۲۵۴)

3- شیخ الاولیاء حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی (ت، ۵۶۱) اپنی کتاب

سر الاسرار میں ابتدا خلق کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے

جمال نور سے روح محمدی ﷺ کو پیدا کیا جس پر رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے کہ

اول ما خلق الله روحی اول ما خلق الله نوری اور یہاں دیگر روایات بھی ہیں کہ اللہ

تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا، اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں

موانقت یوں ہے۔

ان سے مراد ایک ہی شی ہے اور وہ حقیقت

محمدیہ ہے لیکن تاریکیوں سے پاک ہونے

کی وجہ سے اس کا نام نور ہے۔ ارشاد الہی

ہے۔ بلاشبہ تمہارے پاس آ گیا اللہ کی

طرف سے نور اور روشن کتاب، اس کا نام

عقل ہے ..... کلمات کا ادراک کرتی ہے

اس کا نام قلم اس لیے ہے کہ یہ نقل علم کا

سبب ہے جیسے قلم عالم حروفات میں نقل کا

سبب ہے تو روح محمدی تمام جہانوں کا

خلاصہ اور تمام کائنات سے پہلے اور اس کی

اصل بے جسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

فالمراد منها شنی واحد وهو الحقيقة

المحمدية لكن سمی نوراً لكونه

صافياً عن الظلمات الجلالية كما

قال الله تعالى قد جاءكم من الله نور

و کتاب مبین۔

وعقلاً لكونه مدرکاً للکلیات وقلماً

لكونه سبباً بنقل العلم کمارن القلم

سبب له فی عالم الحروفات فالروح

المحمدية خلاصة الاکوان واول

الكائنات واصلها كما قال عليه

الصلاة والسلام انامن الله والمومون



متى وخلق الله الارواح كليا منه فى  
عالم الرحوت.

ہے میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ پیدا ہوا اور  
تمام اہل ایمان مجھ سے پیدا ہوئے تھے اور  
اللہ تعالیٰ نے عالم لاہوت میں تمام ارواح  
کو آپ کے فیض سے پیدا کیا گیا۔

(سر الاسرار فيما يحتاج اليه الابرار ۸)

4- امام نجم الدین رازی اپنی روایات میں موافقت یوں بیان کرتے ہیں۔

الاحاديث الثلاثة مقبولة و مصداقها  
واحد و قد تحير كثير من الناس فى  
قوله صلى الله عليه وسلم اول ما خلق  
الله القلم و كيف هو؟ (مرصاد العباد)

یہ تینوں احادیث مبارکہ مقبول اور ان مصداق  
ایک ہی شیء ہے بہت سارے لوگ ارشاد نبوی  
سب سے پہلے راسگاہ سے نا قلم پیدا کیا کے  
حوالہ سے پریشان ہوتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا  
ہے لیکن اس سے مراد روح محمدی ہی ہے۔

5- امام عبدالوہاب شعرانی (ت، ۹۷۳) نے سوال و جواب کی صورت میں لکھا۔

قد ورد فى الحديث اول ما خلق الله  
نورى و فى رواية اول ما خلق الله  
العقل فما الجمع بينهما؟

حدیث میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے  
نور کو پیدا کیا دوسری روایت میں ہے کہ سب  
سے پہلے اس نے عقل کو پیدا کیا تو ان میں  
موافقت اس طرح ہوگی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا۔

ان منا هما واحد لان حقيقة محمد  
صلى الله تارة بعير عنها بالعقل  
الاول وتارة بالنور.

ان دونوں کا معنی و مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ  
حقیقت، محمدی ﷺ کو کبھی عقل کہا جاتا اور  
کبھی اسے نور کا نام دیا جاتا ہے۔

(اليواقيت والجواهر ۲، ۲۰)

6- شیخ عبدالکریم جیلی (ت، ۸۰۵) فرماتے ہیں یہ تینوں معانی اور اشیاء ایک ہی ہیں  
ہاں ان کی تعبیر مختلف الفاظ سے ہوتی ہے ان کے الفاظ ہیں۔

فعلم بذلك اتحاد هذه الثلاثة  
المعاني واختلافها انما هو من صحة  
التعبير فكان صلى الله عليه وسلم  
اول موجود خلقه الله تعالى بلا

اس سے معلوم ہو گیا کہ تینوں معانی (عقل،  
قلم، روح محمدی) ایک ہی ہیں۔ ان میں  
بظاہر اختلاف تعبیر کی وجہ سے ہے اللہ تعالیٰ  
نے آپ کو سب سے پہلے بلا واسطہ پیدا کیا

واسطة وهذه الروح المحمدية  
المسماة بالعقل الاول ..... مظهر  
الذات في الوجود فافهم.

(جواهر البحار، ۴، ۲۲۰)

7- امام حسين بن محمد ديار بكری (ت، ۹۶۶) نے تطبیق دیتے ہوئے لکھا کہ اول حقیقی نور محمدی ہے اور عقل و قلم کی اولیت اضافی ہے۔

وجه الجمع بين الاحاديث المختلفة  
المذكورة على تقدير صحة الكل ان  
يقال اول الحقيقى نور نبينا صلى الله  
عليه وسلم واولية العقل والقلم اضافيه  
يعنى اول مخلوق من المجرادات العقل  
ومن الاجسام القلم.

ان تمام مذکورہ بظاہر مختلف احادیث موافقت  
یوں ہے کہ ہر ایک کے ساتھ تعبیر درست  
ہے تو اول حقیقی ہمارے نبی ﷺ کا نور  
ہوے اور قلم و عقل کا اول ہونا اضافی ہے  
یعنی مجردات ہی سب کے لیے عقل اور  
اجسام میں سب سے پہلے حکم ہے

آگے محققین کی رائے یوں ذکر کرتے ہیں۔

واهل التحقيق على ان المراد من  
هذه الاحاديث شئ واحد لكن  
باعتبار نسبة و حثياته تعددت  
العبارات. (تاريخ الخميس، ۱، ۱۸)

اہل تحقیق کے ہاں ان احادیث مبارکہ سے  
مراد ایک ہی تھی۔ البتہ نسبت اور حیثیت کی  
وجہ سے تعبیر میں اختلاف ہے۔

8- حضرت ملا علی قاری (ت، ۱۰۱۳) نے متعدد مقامات پر اسی تطبیق اور موافقت کا  
تذکرہ کیا ہے۔

1- المورد الروی میں لکھتے ہیں۔

ان اول الاشياء على الاطلاق النور  
المحمدى ثم الماء ثم العرش ثم  
القلم فذكر الاولية في غير نوره  
صلى الله عليه وسلم اضافى.

مطلقاً ہر شئی سے پہلے نور محمدی ہے اس کے  
بعد پانی ہر عاشق پر قلم کو پیدا کیا گیا ہے تو  
سرورِ عالم ﷺ کے نور اقدس کے علاوہ کی  
اولیت اضافی ہے۔

(المورد الروی، ۴۴)

2- مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ میں الموار کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔  
 الاول هو النور المحمدی علی ما بینتہ سب سے پہلے نور محمدی ہے جس کا ذکر میں  
 فی المورد. (مرقاۃ، ۱، ۱۶۶)

9- حافظ ابن حجر مکی (ت، ۹۷۳) فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے اول مخلوق ہونے  
 میں کسی کا اختلاف نہیں۔

اختلفوا فی اول المخلوقات بعد ہاں نور محمدی کے بعد اختلاف ہے کہ سب  
 النور المحمدی. سے پہلے کون پیدا ہوا؟

اس کے بعد متعدد روایات ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

فعلم ان اول الاشیاء علی الاطلاق سب سے پہلے نور محمدی کی تخلیق ہوئی پھر  
 النور المحمدی ثم الماء ثم العرش پانی اور اس کے بعد عرش کی تخلیق ہوئی۔  
 (اشرف الوسائل، ۳۶، ۳۷)

10- امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی (رح احمد سرہندی) (ت، شیخ حسن دہلوی

کے نام لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا کیا ہے اور  
 اہل ایمان کو رسول اللہ ﷺ کے نور سے پیدا کیا ہے اور آپ ﷺ کے واسطے سے  
 باقی کو فیض ملتا ہے ان کے الفاظ ہیں۔

وهو اصل الحقائق قال صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری  
 وقال خلقت من نور اللہ والمؤمنون من نوری فلا جرم هو واسطۃ بین  
 سائر الحقائق و بین اللہ ..... (مکتوبات ربانی، دفتر سوم)  
 آپ ﷺ تمام حقیقتوں کی اصل ہیں آپ نے فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے  
 میرے نور کو پیدا کیا اور فرمایا اللہ کے نور سے اور اہل ایمان کو میرے نور سے پیدا کیا  
 تو بلاشبہ یقیناً آپ اللہ تعالیٰ اور تمام مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔

ہمیں خوب غور کرنا چاہیے، کیا پہلے ساری امت قرآن و سنت سے ناواقف تھی یا وہ  
 ہماری نسبت اس سے زیادہ ان سے آگاہ تھی۔

جو انہوں نے احادیث میں تطبیق دی وہ ہمیں کیوں قبول نہیں، صرف اس لیے کہ وہ  
 ہمارے نئے نکتہ نظر کے مخالف ہے۔

اگر ہم ان تمام اہل علم کی تطبیق و موافقت کو مانتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی تخلیق اول اور نور محمدی کو تسلیم نہیں کرتے تو شیخ البانی کو کون مانے گا؟ جس کی تحقیق و ثقاہت چیلنج ہو چکی ہے اور اس کے ہزار ہا علمی تضادات سامنے آچکے ہیں۔

لہذا ضروری ہے کہ ہم دل و جان کے ساتھ ان تمام محدثین، مفسرین اور صوفیاء کی تحقیق تسلیم کر کے اپنے اپنے ایمان کی حفاظت کریں نہ کہ اس کو رد کر کے ایک نئے راستے پر چل پڑھیں جسے اسلام اہل بدعت کی راہ قرار دیتا ہے۔ یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی کہ ارشاد الہی قد جاء کم من اللہ نور میں نور سے ذات مصطفیٰ ﷺ مراد بننے والے اہل سنت اور اس کا انکار کرنے اہل بدعت ہیں۔

۱۱۔ علامہ عبدالحی لکھنوی (ت، ۱۳۰۴) نے رسالت مآب ﷺ کے نور کی تخلیق کا بیان کرتے ہوئے یہ اہم نوٹ دیا ہے۔  
 قد ثبت من روایة عبدالرزاق اولیة  
 النور المحمدی خلقاً و سبقت علی  
 المخلوت سبقتاً. (الاثار المرفوعة فی  
 الاخبار الموضوعة : ۴۳)

۱۲۔ امام ابوالحسن بن عبداللہ البکری، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کرتے ہیں۔  
 اول ما خلق نور حبیبہ ﷺ قبل ان  
 یخلق الماء والعرش والكرسى  
 واللوح والقلم.  
 (الانوار فی مولد النبی محمد ۵۷) سے بھی پہلے پیدا فرمایا۔

۱۳۔ علامہ حسین بن محمد دیاربکری (۹۶۶) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا تو فرمایا، اے جابر:

هو نور نبيك خلقه ثم خلق منه كل  
 وہ تیرے نبی ﷺ کا نور ہے جسے اس نے

شئی و خلق بعدہ کل شئی۔ پیدا کیا پھر اس سے اس کے بعد ہر شئی تخلیق  
(تاریخ الخمیس فی احوال نفس نفیس، ۱۹۷۱ء) کی۔

۱۳۔ امام محمد بن مہدی فاسی (ت، ۱۰۵۲) حدیث نور اور دیگر روایات ذکر کر کے  
لکھتے ہیں۔

ہذہ احادیث دالۃ علی اولیتہ ﷺ کی باقی تمام مخلوقات پر  
وتقدمہ علی غیرہ من جمیع المخلوقات وانہ سبہا۔  
یہ احادیث نبی ﷺ کی باقی تمام مخلوقات پر  
اولیت و تقدم پر دلالت کرتی ہیں اور اس  
بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ ہمارے  
(مطالع المسرات، ۲۲۱) نبی ﷺ مخلوق کا سبب تخلیق ہیں۔

۱۵۔ امام ابن الحاج مالکی (ت، ۷۳۷) امام ابوالربیع کی شفاء الصدور کے حوالہ  
سے نقل کرتے ہیں۔

ان اول ما خلق اللہ تعالیٰ نور بلا شک جو چیز اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے  
محمد ﷺ الی اربعة اجزاء تخلق من تخلیق فرمائی وہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ پھر  
الجزء الاول العرش ومن الثانی القلم اسے چار اجزاء میں تقسیم کیا۔ جزء اول سے  
ومن الثالث اللوح۔ عرش جز ثانی سے قلم اور جزء ثالث سے لوح  
(المدخل، ۳۳۲) کو تخلیق کیا۔

۱۶۔ شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت، ۹۲۳) حدیث سیدنا جابر رضی اللہ عنہ  
(کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک پیدا کیا) ذکر کر کے لکھتے  
ہیں۔

وقد اختلف هل القلم اول نور محمدی کے بعد اس میں اختلاف ہے کہ کیا  
المخلوقات بعد النور الحمدی۔ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا گیا ہے؟  
(المواہب اللدنیہ، ۹۲۱)

یعنی سرور عالم ﷺ کے سب سے پہلے ہونے میں کسی کا اختلاف ہی نہیں اگر  
اختلاف ہے تو دیگر اشیاء میں ہے اور اگر کوئی اولیت قلم کی حدیث سامنے لائے تو ہم یوں

مواہب اللدنیہ کے۔  
۳۰ مع ترجمہ، مترجم، مصلح اور خطیب (شیخ الجامعہ، جامعہ اسلامیہ لاہور۔ امیر، کاروان اسلام)

فتجمع بينه و بين ما قبله بان اولية  
القلم الى ماعدا النور المحمدى  
والماء.

کہ اس میں اور دیگر روایات کے درمیان  
تطبیق یہ ہے کہ قلم، نور محمدی، پانی اور عرش  
کے بعد سب سے پہلے ہے۔

(ایضاً ۹۴)

۱۷۔ امام محقق جلالی (ت) لکھتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جوہر

بسیط نورانی کو پیدا فرمایا۔

بعض حکماء اس کو عقل اول کہتے ہیں اور بعض  
احادیث میں اس کو قلم اعلیٰ سے تعبیر کیا گیا  
اور اکابر ائمہ کشف و تحقیق اس کو حقیقت محمدیہ  
کہتے ہیں۔

بعض حکماء انرا عقل اول خوانہ و  
در بعض اخبار تعبیر ازاں بقلم اعلیٰ  
رفته و اکابر ائمہ کشف و تحقیق  
انرا حقیقت محمدیہ خوانند.

(اخلاق جلالی، ۲۵۹)

۱۸۔ مناطقہ کے سربراہ امام سید زاہد پروی (ت) رقمطراز ہیں کہ علم تفصیلی کے چار

مراتب ہیں۔

مرتبہ اولیٰ وہ ہے جسے شریعت میں قلم اور نور  
اور عقل کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور صوفیاء  
کے نزدیک عقل کل سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حکماء  
کے نزدیک عقول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

احدهما ما يعبر عنه بالقلم والنور  
والعقل فى الشريعة وبالعقل الكل  
عند الصوفية وبالعقول عند الحكماء  
(حاشیة علی حواشی ملا جلال ۹۶۰)

۱۹۔ اہل حدیث فاضل نواب وحید الزماں حیدر آبادی (ت) نے لکھا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی کو  
پیدا کیا، پھر پانی کے اوپر عرش کو پھر قلم اور  
دوات، پھر عقل کو پس نور محمدی آسمانوں،  
زمین اور ان میں پائی جانے والی مخلوق کے  
لیے مادہ اولیہ ہے۔

بدأ الله سبحانه الخلق بالنور  
المحمدى ثم خلق العرش على الماء  
ثم خلق الريح ثم خلق النون (أى  
الدواة) والقلم واللوح ثم خلق العقل،  
فالنور المحمدى مادة أولية لخلق  
السموات والأرض وما فيها.

حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

وما ورد فی الحدیث اول ما خلق اللہ  
القلم و اول ما خلق اللہ العقل فالمراد  
به الاولیة الاضافیة.  
حدیث پاک میں جو وارد ہوا ہے کہ سب  
سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور عقل کو پیدا  
کیا اس میں قلم اور عقل کی اولیت اضافی

(هدیة المهدی ۵۶) ہے۔

یعنی ان کی اولیت اضافی ہے اور نور محمدی اول حقیقی ہے۔

ہم انیس مسئلہ اہل علم کی تطبیق و موافقت بیان کی جن میں ام محدثین، مفسرین اور  
صوفیاء میں ان کی تطبیق کی..... کر کے شیخ البانی کی تطبیق کو تسلیم کرنا کہاں کا انصاف ہے، اگر حافظ  
موصوف کی بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ البانی سے پہلے ساری امت جاہل تھی حالانکہ  
..... کرنا اور سننا خود جہالت و بدعت ہے۔ یہاں ہر طرح و تحقیق کی روشنی پر کہہ سکتے ہیں کہ البانی  
نے اہل بدعت کی..... کا اختیار کیا۔ اگر وہ اہل سنت کے راستہ پر گامزن ہوئے تو وہ ایسی بات ہر  
گز نہ آئے لہذا حافظ صاحب کو الگ..... اختیار کرنے کے بجائے امت کے..... دینا چاہیے۔

اللہ والہ وسلم  
صلی علیہ و آلہ  
فہست ذکری نبوی

تالیف  
مفتی محمد خالد خان قادری





# رفعت ذکر مصطفیٰ اللہ صلی علیہ وسلم

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ  
 ہم نے آپ کا ذکر آپ کی  
 خاطر بلند کر دیا

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جن مقاماتِ عالیہ پر فائز فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے ذکر اطہر کو وہ بلندی اور رفعت عطا ہوتی ہے کہ ایسی بلندی کا کسی دوسرے کے لیے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ رب العزت نے جو صفات حضور علیہ السلام کو عطا کی ہیں ان کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ وہ علی الاطلاق عطا ہوئیں اگرچہ حقیقتاً وہ صفاتِ اصنافیہ ہوتی ہیں مثلاً قرب ایک اضافی امر ہے جو بعض کی بعض سے نسبت کے اعتبار سے کم و بیش ہو سکتا ہے جیسے زید کا گھر خالد کے گھر سے مسجد کے زیادہ قریب ہے یعنی قرب دونوں کو حاصل ہے مگر زید کے گھر کا فاصلہ بہ نسبت خالد کے گھر کے کم ہے۔

سورۃ النجم میں بارگاہ رب العزت میں حضور علیہ السلام کے مقامِ قرب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ  
 قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ

”پھر وہ قریب ہوا پس وہ  
 (بھی) قریب ہوا اس میں اور  
 محبوب میں دو کمانوں کا فاصلہ  
 رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم“

مذکورہ آیت میں قاب قوسین کے الفاظ مقامِ قرب بیان کر رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو جو جلوہ حسن مطلق کا قرب حاصل ہوا تو اس قرب کی کیفیت یہ تھی کہ فاصلہ دو کمانوں سے بھی کم رہ گیا۔

ان الفاظ نے بھی قرب کا بیان کیا مگر مطلق نہیں بلکہ محدود، لیکن اس کے بعد قرآن حکیم نے فرمایا اَوْ اَدْنَىٰ (بلکہ اس سے بھی کم)، ان الفاظ نے اس قرب کو قرب مطلق قرار دے دیا کہ حضور علیہ السلام نے بارگاہِ صمدیت میں جو قرب پایا وہ ان دو کمانوں سے بھی زیادہ قریب تر تھا۔ کتنا قرب تھا؟ اس کا بیان نہیں کیا بلکہ اسے

مطلق رکھتا کہ قرب متعین نہ ہو جائے۔ قَاب قَوْسَيْنِ سے بیان کر دہ  
 قرب اضافی تھا اور یہ قرب مطلق اور غیر اضافی ہے۔ وہ قرب متصور اور مفہوم  
 تھا مگر یہ قرب غیر متصور، مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو قرب کا وہ مقام عطا  
 ہو جس کا انسانی عقل تصور بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اسے الفاظ میں بیان  
 کر سکے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

انما انا قاسم والله يعطي۔ میں فقط تقسیم کنندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے

یہاں قاسم اور يعطي کا مفعول ذکر نہ کیا تاکہ عطا اور تقسیم محدود نہ ہو جائے  
 کیونکہ اگر کسی شے کا ذکر کر دیا جاتا تو کسی کو یہ وہم ہو سکتا تھا شاید اس کے علاوہ  
 عطا اور تقسیم مراد نہیں اور جب کسی ایک شے کا ذکر ہی نہیں کیا تو اس سے یہ  
 عموم پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے مجھے عطا فرماتا ہے اور میں اس کا تقسیم کنندہ  
 ہوں۔ یعنی عطا اور تقسیم دونوں مطلق ہیں۔

یہی بات ورفعنا لك ذكرك میں ہے (مہم نے تمہارا ذکر تمہاری خاطر  
 بلند کر دیا، رفعت فی نفسہ اضافی امر ہے۔ اس میں مد مقابل کا ذکر کرتے ہوئے  
 کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے مقابلے بلند ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ

سلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی مگر کس کے مقابلے میں؟  
 مخلوق کے ذکر کے مقابلے میں۔ ملائکہ کے ذکر کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام  
 کے ذکر کے مقابلے میں یا رسل عظام کے ذکر کے مقابلے میں۔

اس آیت مبارکہ میں مد مقابل کا ذکر ہی نہیں۔ عدم ذکر واضح طور پر  
 دل ہے کہ یہاں رفعت نے مراد رفعت مطلقہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ مخلوق  
 میں جتنے بھی صاحب رفعت ہیں ان میں سے کوئی بھی حضور علیہ السلام کے  
 مقام رفعت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لفظ لك (تیری خاطر) کا تقاضا بھی یہی  
 ہے کہ یہ رفعت ذکر اس طور پر ہو کہ کوئی اس میں آپ کا شریک و ہمیم نہ  
 ہوتا کہ یہ آپ کی خصوصیت بن سکے۔

## لفظ لك کی افادیت:

رفعت ذکر کی مختلف صورتوں کے بیان سے پہلے لفظ لك کے  
 افادیت کا بیان ضروری ہے کہ اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا گیا۔ کیونکہ اگر اس  
 لفظ کا اضافہ نہ کیا جاتا اور بات یوں کہہ دی جاتی: ورفعنا ذكرك

رہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا) تب بھی جملہ مکمل رہتا اور اس کے مضمون میں کوئی تشنگی نہ رہتی لیکن اللہ تعالیٰ نے لفظ لک کا اضافہ فرمایا جس کی وجہ سے اس آیت کے مضموم میں مزید محبت، وابستگی اور رضا جوئی کا پہلو پیدا ہو گیا۔ اب اس کا ترجمہ یوں ہوگا "اے محبوب کریم ہم نے تیرا ذکر تیری خاطر بلند کیا ہے۔" "تیری خاطر" کے الفاظ زبان حال سے پکار رہے ہیں کہ تیری خاطر اس لیے ذکر بلند کیا تاکہ تو خوشش ہو جائے کیونکہ تیری خوشی ہمیں ہر شے سے مقدم اور عزیز ہے۔

امام فخر الدین رازی **الم نشرح لك صدرك**  
کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-  
السؤال الثاني له قال ألم  
نشرح لك صدرك ولم يقل  
ألم نشرح صدرك.

یہاں سوال یہ ہے کہ الم نشرح  
صدرك کیوں نہ نہ مادیا لك کے  
اضافے میں کیا حکمت ہے ؟

امام رازی اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں :-

الجواب من وجهين لحدھا  
كانه تعالى يقول بلام فانت  
انما تفعل جميع الطاعات لاجلى  
كما قال اذ ليغبنن اقم الصلوة  
لذكرى فاننا ايضا جميع ما  
افعل لاجلك وثانيها ان  
فيها تنبيها على ان منافع  
الرسالة عائدة اليه  
عليه السلام كانه تعالى  
قال انما نشرح صدرك  
لاجلك لاجلى.

اس کی دو حکمتیں بیان کی جاسکتی ہیں۔  
ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اور مقامات  
پر لام کا ذکر کیا ہے مثلاً اقم الصلوة  
لذكرى (اے محبوب تو میری یاد کی  
خاطر نماز قائم کر) یہاں اللہ تعالیٰ نے  
لام کو اس لام کے عوض ذکر کر کے اشارہ  
فرمادیا کہ اے محبوب جب تیری جمیع عبادت  
میری خاطر ہیں تو میں بھی جو کچھ کرتا ہوں  
یہ تیری رضا اور خوشی کیلئے ہے، اور دوسری یہ کہ  
یہ شرح صد، وضع وزر اور رفعت ذکر کا فائدہ  
آپ کو ہی پہنچے گا کیونکہ میں تو ان چیزوں کا محتاج  
نہیں ہوں یہ فقط آپ ہی کی خاطر ہیں :-

رتفسیر کبیر جز ۳۲: ۳۰

اللہ پاک کا سب کچھ اپنے محبوب کی خوشی و رضا کے لیے کرنا اس کی  
محتاجی نہیں کیونکہ وہ خالق ہے اور مخلوق سے بے نیاز ہے مگر وہ بتقاضائے  
محبت ایسا اس لیے کرتا ہے کہ انسانوں کو اس مبارک ہستی کی قدر و منزلت کا

احساس ہو یعنی جب وہ رب ہو کر اس بستی کی رضا جوئی اور خوشی کا سامان فراہم کرتا ہے تو ہمیں بھی ہر وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ کے محبوب کی خوشی نصیب ہو۔ علامہ روح المعانی بھی لفظ لا کے اضافے اور اس کی تقدیم کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

زيادة الجار والمجرور مع  
توسيطه بين الفعل ومفعولها  
للاذعان من اول الامر بان  
الشرح من منافعه على الصلوة  
والتلام ومصالح مسارعة  
الحادخال المسرة في قلب  
الشریف صلوات الله عليه وسلم۔  
روح المعانی، ۳: ۱۹۳

جار مجرور (لك) کا اضافہ فعل  
(نشرح) اور مفعول (صدر)  
کے درمیان اسی لیے ذکر کیا تاکہ کلام کو  
سننے ہی اس بات کا یقین ہو جائے کہ  
یہ شرح صدر آپ کی خاطر ہے  
اور اس کا آپ ہی کو فائدہ ہے اور نہ  
یہ کہ آپ کے دل اقدس میں خوشی و مسرت کے  
جذبات فی الفور پیدا کرنا مقصود ہیں :-

یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ میرا محبوب رنجیدہ خاطر ہے بلکہ یہ پسند  
کرتا ہے کہ اس کا دل ہر وقت خوش اور راضی رہے۔  
مولانا ابومحمد عبدالحق حقانی وجہ تقدیم اس طرح ذکر کرتے ہیں :-

وتقدیمہ علی المفعول  
الصریح مع ان حقه التأخر للتبجیل  
المسرة۔ (تفسیر حقانی، ۸: ۱۷۵)  
امام خضاجی لکھتے ہیں :-

لفظ لك مفعول صریح صدر مؤخر ہونا چاہیے تھا  
مگر محسوس کریم کے دل میں جذبات مسرت کو فی الفور  
پیدا کرنے کیلئے اس کو مقدم کر دیا گیا ہے۔

وزيادة لك مع عدم الحاجة  
لها قيل للاشارة الى ان الله  
عنى عن العالمين فالام تليل  
اح فعلنا ذلك لاجلك لولاجلنا  
لعدم احتياجنا شئ من المخلوقات۔

لك کا اضافہ ضرورت نہ ہونے کے باوجود  
اس لیے کر دیا تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ  
اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے غنی ہیں یہ سارا کچھ  
اس نے اپنے محبوب کے لیے کیا ہے کیونکہ وہ  
توان چیزوں سے بالاتر ہے۔

**آپ بلند ہی نہیں بلکہ بلند یوں کے مالک ہیں :**

بعض مفسرین نے لفظ لك کے اضافے کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے

بیان کیا ہے کہ رفعت، رُتبه اور بلندی کا آپ کو اس طرح مالک بنا دیا گیا ہے کہ آپ جس کو چاہیں رُتبه عطا کر دیں اور جس کو چاہیں پست کر دیں حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی ورفعنا لک ذکرک کے تحت لکھتے ہیں :-  
 ”لک اس لیے پڑھایا گیا کہ جس سے معلوم ہو کہ بلندی اور رُتبه آپ کی ملک کر دیا گیا کہ جس کو آپ بلند فرمائیں وہ بلند ہو جائے اور جس کو حضور علیہ السلام دھتکار دیں اس کو دونوں جہان میں کہیں پناہ نہ ملے“ (شان حبیب الرحمن من آیات القرآن: ۲۸۰)

## رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے :

دُنیا میں لوگ رفعت کے متلاشی رہتے ہیں لیکن انہیں عزت و رفعت کا نام تک نصیب نہیں ہوتا اور اگر کہیں کسی کو عزت نظر آئے بھی تو وہ چند دن کی اور عارضی عزت ہوتی ہے، جو زیادہ عرصہ باقی نہیں رہتی۔ بعض اوقات عزت ملتی ہے لیکن اس شخصیت کا ادب و احترام دلوں میں پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً اس دُنیا میں ہم اکثر صاحبِ علم شخصیتوں کو دیکھتے ہیں کہ لوگ ان کے علم کے گیت گاتے ہیں مگر ان کا دل ان کے ادب و احترام سے خالی ہوتا ہے بلکہ اگر کسی محفل میں آئیں تو اُٹھ کر استقبال کرنا بھی پسند نہیں کیا جاتا بخلاف ان لوگوں کے جو حضور علیہ السلام کے ساتھ عقیدت اور محبت و عشق کے جذبات رکھتے ہیں۔ کبھی وہ حُسنِ یار کی بات کرتے ہیں کبھی زلفوں کی سیاہی کو یاد کرتے ہیں کبھی آپ کے جسم اقدس کی تابانی کا ذکر کرتے، سُننے رات بسر کر دیتے ہیں۔ آپ کی مدح سرائی کرنا اور سُننا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں کہ پھر ان کے ساتھ لوگوں کے دلی جذبات وابستہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا اتنا ادب و احترام کیا جاتا ہے کہ ان کے چہرے کو تک لینا ہی بخات کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ آج اگر سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہر مسلمان اپنا قائد تسلیم کرتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا حضور علیہ السلام سے عشق کا تعلق تھا اور وہ آپ کے ذکر میں وارفتہ رہتے تھے۔ ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ رفعت عطا

فرمائی کہ ہر کوئی رشک کرتا ہے۔ کاش یہ بات ہماری سمجھ میں بھی آجاتے کہ  
 رفعت فقط حضور علیہ السلام کے ذکر سے مل سکتی ہے اور یہ آیت مبارکہ اس  
 پر شاہد ہے کیونکہ اس میں ذکر مصطفیٰ اور رفعت کو جمع کیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ  
 ذکر مصطفیٰ کو بلند کرتا ہے اور جو ذکر مصطفیٰ ہوگا وہ لازماً بلند ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا  
 کہ ذکر بلند ہو اور ذکر بلند نہ ہو۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا :-

ما ان مدحت محمداً بمقالتي

ولكن مدحت مقالتي بمحمد

(میں اپنے ذکر (الفاظ) سے حضور کی مدح کو دوہالا اور بلند نہیں کر رہا بلکہ آپ

کے ذکر و مدح سے اپنے کلام اور الفاظ کو بلندی بخش رہا ہوں)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے، آپ کا ذکر کرنے والا کبھی مجبور  
 نہ ہوگا کہ میں آپ کا ذکر بلند کر رہا ہوں کیونکہ آپ کا ذکر  
 تو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند کر دیا ہے کہ اسے مخلوق کی حاجت نہیں رہی۔  
 ہاں یہ خیال کرنا چاہیے کہ اس کے ذریعے میں اپنے آپ کو بلند کر رہا ہوں۔

## رفعتِ ذکر کی بعض صورتیں

اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں یہ اعلان فرما دیا ہے کہ ہم نے اپنے  
 محبوب کا ذکر محبوب کی خاطر بلند فرما دیا ہے۔ یہاں یہ ذکر کرنا ہے کہ اللہ  
 تعالیٰ نے اپنے محبوب کے ذکر کی بلندی کے لیے کون سی صورتیں اختیار فرمائی  
 ہیں۔ ہم ان میں بعض کا تذکرہ کریں گے۔

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا <sup>(صلی اللہ علیہ وسلم)</sup> کا ذکر بھی ہوگا :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

میں نے پاس جبریل امین آئے اور آکر کہا

کہ رب کریم آپ پر سلام فرماتے ہیں اور پوچھتے

ہیں کہ بتائیے میں نے آپ کا ذکر کس طرح بلند کیا

اتانی جبریل فقال ان ربی

ورد بك يقول كيف رفعت

ذكرك قال الله اعلم قال

اذا ذكرت ذكرتي معي . ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے  
 (ابن کثیر، ۳: ۵۲۳)  
 تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اے حبیب اللہ علیہ وسلم  
 آپ کی رفعتِ ذکر یہ ہے کہ) جب بھی میرا ذکر ہوگا آپ کا بھی ہوگا :

حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں :-  
 لا اذکر الا ذکرتي معي . جب میرا ذکر کیا جائے گا تو اس کے  
 (ابن کثیر، ۳: ۵۲۳)  
 ساتھ لازماً تمہارا ذکر کیا جائے گا :

## اے محبوب ﷺ کے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بننا :

حضرت ابو الجاس احمد بن محمد بن عطاء البغدادی فرماتے ہیں کہ  
 اللہ تعالیٰ جو رفعتِ ذکر آپ کو عطا فرماتی ہے اس کا معنی یہ ہے :  
 جعلت تمام الایمان بذكری . میرا ذکر ایمان تب ستر پائے گا  
 معك . (الشفاء، ۱: ۲۳)  
 یعنی اگر کوئی ساری زندگی اللہ کا ذکر کرتا رہے مگر وہ اس کے  
 محبوب کا ذکر نہ کرے تو اس کے ذکر کو رد کر دیا جائے گا۔ یہ ایمان نہیں  
 بلکہ اسے منافقت ستر دیا جائے گا۔

حضرت ملا علی قاری مذکورہ قول پر دلیل کر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لا يصح ولا يعتد به شرعاً  
 ما لم يتلفظ بكلمتيه اقرار  
 حقيقة وحدانيته تعالى وحقيقة  
 رسالته صلى الله عليه وسلم .  
 کہ واقعہً جب تک کوئی آدمی دونوں  
 باتوں کو حید باری اور رسالتِ  
 محمدی کو نہ مانے اس کے ایمان کا  
 اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ (شرح الشفاء، ۱: ۳۶)

## اذان اور ذکرِ رسول :

اللہ تعالیٰ نے نماز کی طرف سبلانے کے لیے جو طریقہ عطا فرمایا ہے وہ اذان  
 دینا ہے۔ اذان اسلام کے شاعر میں سے ہے اگر کسی شہر و قریہ یا بستی میں سے



اذان کی آواز سنائی نہ دے تو اس کے رہنے والوں کو مسلمان تصور نہیں کیا جائے گا اور اگر کسی شہر والے اذان پر پابندی لگا دیں تو اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ ان کے خلاف ایکشن لے، پانچ وقتہ نماز اور حجہ کے لیے اذان دینا لازم ہے۔ اس ترانہ اذان کے الفاظ پر غور کریں تو جہاں یہ اللہ تعالیٰ کی بڑھائی اور توحید کے اعلان پر مشتمل ہے وہاں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان رسالت پر بھی مشتمل ہے۔ مؤذن اگر اشہد ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہنے کا پابند بھی ہے۔ حالانکہ عقلی طور پر اگر اذان صرف اعلان توحید اور نماز کی طرف دعوتی کلمات پر ہی مشتمل ہوتی تو کافی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اسے پسند نہیں فرمایا اور حکم دیا کہ اذان کے اندر میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو بھی شامل کرو تا کہ میرے ذکر کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو۔

## کرۃ ارض پر ایک سیکنڈ بھی بغیر اذان نہیں گزرتا:

یاد رہے پوری دنیا میں جو بس گھنٹے روئے زمین پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرتا جس میں اذان نہ ہو رہی ہو یعنی ہر لمحہ فضا اللہ کے اعلان توحید اور حضور کے اعلان رسالت سے گونج رہی ہوتی ہے۔ کوئی ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جب کرۃ ارض پر ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدا نے بزرگ و برتر اور حضور کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ ذیل میں لیفٹیننٹ محمد شعیب کی اذان کے بارے میں تحقیق ملاحظہ کیجئے:-

**دنیا کے نقشے کو دیکھیں، اسلامی ممالک میں انڈونیشیا کرۃ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بیشمار جزیروں پر مشتمل ہے جن میں جاوا، سماٹرا، بورنیو اور سیبلز مشہور جزیرے ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک**

ہے۔ تقریباً ۲۰ کروڑ آبادی کے اس ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

طلوع سحر سیدلز کے مشرق میں واقع جزائر میں ہوتی ہے۔ وہاں جس وقت صبح کے ساڑھے پانچ بج رہے ہوتے ہیں، طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ بعد جارتہ میں مؤذنین کی آواز گونجنے لگتی ہے جارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور سماٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ہی ملایا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش میں اذانوں کا بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سرینگر تک اذانیں گونجنے لگتی ہیں۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے ہندوستان کی فضا توحید و رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔

سرینگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، کراچی اور گوادرت تک چالیس منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصے میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہو رہی ہوتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذانوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصے میں اذانیں حجاز مقدس، یمن، عراق، امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔

بغداد سے سکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی

طول و عرض پر واقع ہیں۔ مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوتی ہے۔  
 سکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا دورانیہ ہے، اس عرصے میں شمالی افریقہ میں لیبیا اور تیونس میں اذانوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے ہوا تھا، ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچتی ہے۔

فجر کی اذان بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذانیں شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونے لگتی ہیں یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹے تک مشکل جگہ پر پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے۔ مغرب کی اذانیں سیبلز سے مشکل سماٹرا تک پہنچتی ہیں کہ اتنے میں عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اُس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ کرۃ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت خدائے بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں؟ انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ تا قیامت اسی طرح جاری رہے گا۔

شاعر دربار رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام عالی کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں فرمایا ہے :-

وضہ الالہ اسم النبی الی اسمہ      اذا قال فی الخمس المؤمن اشہد  
 انہ من اسمہ لیجلہ      فذوالعرش محمود و ہذا محمد

(اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اپنے مبارک نام کے ساتھ اس طرح متصل فرمادیا ہے کہ ہر مؤذن پانچ وقت اس کی شہادت دیتا ہے اور اپنے نام سے حضور کا نام بنایا تاکہ یہ سب سے اعلیٰ اور عزت والا ہو جائے پس عرش والا (اللہ تعالیٰ) محمود اور اس کا حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مستند ہیں)

## اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں :

حضرت ابن عطا ہی سے ایک اور مقام پر منقول ہے اور وہ یہ ہے :-  
 جعلتك ذكراً من ذكري فمن  
 ذكرك ذكرني. (الشفاء، ۱: ۲۳)  
 میں نے تجھے سزا پنا ذکر قرار دے دیا ہے پس  
 جس نے تجھے یاد کر لیا اس نے مجھے یاد کر لیا :-  
 حضرت ملا علی قاری رفعت ذکر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

لا يبعد ان يقال المراد برفع  
 ذكره انما جعل ذكره  
 ذكره كما جعل طاعته  
 طاعته (شرح الشفاء، ۱: ۲۳)  
 رفعت ذکر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے  
 اپنے محبوب پاک کے ذکر کو اپنا ذکر  
 قرار دے دیا ہے جس طرح آپ کی  
 اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے :-  
 یہ بات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں :-

ولا مقام فوق هذافي  
 المرتبة. (شرح الشفاء، ۱: ۲۳)  
 اس سے بڑھ کر مرتبہ میں کوئی مقام  
 نہیں ہو سکتا :-  
 جب اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم کے ذکر کو اپنے ذکر کا عین قرار دے دیا  
 ہے یعنی حضور کی نعت اور آپ پر درود و سلام اللہ ہی کا ذکر ہے تو واقعہً اس سے  
 بڑھ کر اس کائنات میں کوئی مرتبہ و مقام نہیں ہو سکتا۔

اشفاق کے محشی علامہ علی محمد البجاوی اس معنی کی تشریح کرتے ہیں :-

كان ذكرك علي ذكرى <sup>آپ کا ذکر میرے ذکر کا عین ہے :-</sup>

## کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد ﷺ لکھا ہے :

آپ کے ذکر کی رفعتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق جنت، عرش و لوح، کرسی، قلم حتیٰ کہ ہر ذرے ذرے پر اپنے محبوب کا نام ثبت فرمادیا تاکہ لوگوں پر یہ واضح ہو جائے کہ جہاں تک میری بوبیت کا دائرہ ہے وہاں تک اس رسول کی رسالت ہے۔ اگر میں رب العالمین ہوں تو اس کو میں نے رحمتہ للعالمین بنایا ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ بے شک پیدا کر نیوالا میں ہوں لیکن ان کا مالک میں نے اپنے محبوب کو بنا دیا ہے کیونکہ مالک کے علاوہ کسی دوسرے کا نام شے پر نہیں لکھا جاتا۔

یہاں ہم ان روایات کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں بعض اسم مخلوقات کے بارے میں آیا ہے کہ ان پر آپ کا اسم گرامی ثبت ہے۔

## عرش اعظم کی زینت — نام محمد ﷺ :

امام حاکم نے مستدرک میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لعززش سرزد ہو گئی تو انہوں نے رب العزت کی بارگاہِ کریمانہ میں ان الفاظ کے ساتھ دعا کی :

يا رب اسئلك بحق محمد <sup>اے میرے رب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم</sup>

صلی اللہ علیہ وسلم ، <sup>کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں</sup>

میری لعززش سے درگزر فرما۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا :

یا آدم کیف عرفت محمدًا رسولی اللہ  
علیہ وسلم ولما اخطتہ ؟  
اے آدم! تجھے محمد کے بارے میں کیسے معلوم ہو  
گیا حالانکہ میں نے تو انہیں پیدا نہیں فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا :

یا رب لما خلقتنی بیدک ونفخت  
فی من روحک رفعت رأسی  
فرایت علی قوائم العرش مکتوباً  
لا اله الا الله محمد رسول الله  
فعلمت انک لم تضف الی  
اسمک الا احب الخلق الیک۔  
اے رب کریم جب تو نے مجھے پیدا فرمایا  
میرے اندر اپنی روح پھونکی میں نے سر اٹھا  
تو میں نے عرش کے چاروں اطراف پر یہ کلمہ  
لکھا ہوا دیکھا۔ لا اله الا الله محمد رسول الله اس  
اتصال سے میں نے محسوس کیا کہ یہ نام  
اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے

المستدرک، ۲ : ۶۱۵

طبرانی اور بیہقی میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام  
سے فرمایا :

من این عفت محمدًا ؟  
تو آپ نے عرض کیا :

رأیت فی کل موضع من  
الجنة مکتوباً لا اله الا الله  
محمد رسول الله فعلت انما  
اکرم خلقک علیک فتاب الله  
علی وغفر له۔  
جب میں نے جنت میں ہر جگہ یہ تحریر  
دیکھی لا اله الا الله محمد رسول الله تو مجھے  
اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ ذات گرامی  
ہی اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے زیادہ  
معزز ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت

آدم کی توبہ قبول کر لی :  
(الشفاء، ۱ : ۲۲۷)

حضرت ملا علی قاریؒ فی کل موضع من الجنة کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من شرف قصورها  
وصدور حورها واطراف  
انهارها واشجارها.  
آپ کا اسم گرامی محلاتِ جنت کے  
طاقول، روشندانول، حور و غلمان کے سینوں  
انہارِ جنت کے کناروں اور درختوں کے

پتوں پر تخریر کیا گیا ہے۔

حضرت انس اور حضرت ابوالحمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لما اسرى بي الى السماء اذا علي  
العرش مكتوب لا اله الا الله  
محمد رسول الله (شرح الشفاء، ۱: ۲۴۵)  
جب میں معراج کے لیے عرش پر پہنچا  
تو میں نے عرش پر لا اله الا الله محمد  
رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا:

جنت کے دروازے پر نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

على باب الجنة مكتوب انا  
الله لا اله الا الله محمد  
رسول الله لا اعذب من  
قالها. (الشفاء، ۱: ۲۲۸)  
جنت کے دروازے پر یہ تحریر ہے:  
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد (صلی اللہ  
علیہ وسلم)، اس کے برحق رسول ہیں جس شخص  
نے بھی اس قول کو مان لیا اللہ تعالیٰ  
اسے عذاب میں مبتلا نہیں فرمائے گا:

پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) راجا ہے:

حلیہ میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ما في الجنة شجرة عليها ورقها

الا مكتوب عليها لا اله الا الله

محمد رسول الله (التقاء: ۱، ۲۲۹)

جنت کے درختوں پر کوئی ایسا پتہ نہیں

جس پر یہ لکھا نہ ہو: لا اله الا الله

محمد رسول الله

## روح محفوظ کی پیشانی کا جھومر — اسم محمد (ﷺ) : محمد رسول الله (التقاء: ۱، ۲۲۹)

علامہ روح المعانی سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لوح محفوظ کے بارے میں مروی روایت کو نقل کرتے ہیں:

لوح محفوظ چمکدار موتی سے بنا ہوا ہے

اس کی لمبائی آسمان و زمین کے درمیانی

فاصلے اور چوڑائی مشرق و مغرب کی

مقدار کے برابر ہے۔ اس کے کناروں پر

موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں اسکا

قلم نوری ہے اور اس کی پیشانی پر یہ

تخیر کندہ ہے: اللہ وحدہ

لا شریک ہے۔ اس کا پسندیدہ دین

اسلام ہے، محمد اس کے پیارے بندے

اور رسول ہیں جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان

لائے گا اس کا وعدہ پورا کرے گا اور اس

کے رسولوں کی اتباع کرے گا وہی

جنت میں داخل ہوگا

امام قسطلانی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے ہی سے یہ تصریح کی ہے:

لوح من درة بيضا طولها

مابين السماء والارض وعرضها

مابين المشرق والمغرب

وحافتاه الدر والياقوت

وقلمها نور وانما كتب

في صدره لا اله الا الله

وحده لا شريك له

دينه الاسلام ومحمد عبده

ورسوله فمن آمن بالله

عز وجل وصدق بوعداه

وانبع رسله ادخله الجنة

روح المعانی، پ ۳۰: ۱۰۷

المنظري - ۱۰: ۲۳۹



سب سے پہلے لوح محفوظ پر لکھے جانے والے کلمات یہ تھے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں محمد میرے پیارے رسول ہیں۔

اول شئ كتبت الله تعالى  
في اللوح المحفوظ اني  
انا الله لا اله الا انا محمد  
رسولي (الفتاوى، جز ۱۹: ۲۹۸)

ہر شے جو مصروف تیسع ہے، اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین ہے:

شیخ الحدیثین حضرت ملا علی قاری ان تمام روایات اور مختلف بزرگوں کے حوالے سے بیان کردہ واقعات کہ ہم نے ایسے درخت، جانور، پتھر دیکھے جن پر حضور کا نام تھا، ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

میرا دل گواہی دیتا ہے ہر شے کے ظاہر اور باطن کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان تمام واقعات کا تعلق کشف سے ہے، اہل کشف ہی اس کا مشاہدہ کر سکتے ہیں دوسرے نہیں۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اور اس کے ساتھ اس کے پیارے رسول کا نام کائنات کی ہر شے فرشتہ، فلک، زمین، عرش، فرش، پتھر، ریت کے ذرات، درخت چھل وغیرہ تمام پر تحریر ہے لیکن اکثر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور نہ ہی ان کو یہ نقش نظر آتا ہے۔ اس کو باری

والذی یخطر بالبال الفاطر  
والله اعلم بالظواهر  
والسرائر ان هذه كلها  
كشوفات مكشوفات لا هلهما  
لا يراها من لم يتاهاها  
وربما يقال ان اسمها سبحانه و  
تعالى على اسم رسول الله  
صلوات الله عليه وسلم موسوم على  
كل شئ من ملك و فلك  
و بناء و سماء و فرش و عرش  
و حجر و مدر و شجر و ثمر و نحو  
ذلك ولكن اكثر الخلق لا يبصرون

تعالیٰ کے اس فرمان سے سمجھا  
جاسکتا ہے کہ ہر شے باری تعالیٰ  
کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھ  
نہیں سکتے :

تصویر ہمہ و نظیر قولہ سبحانہ  
و تعالیٰ وان من شئی الا عنہم  
بحمدہ ولکن لا یفہون تسبیحہم  
(شرح الشفاء، ۱: ۳۷۸)

## اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ:

رفعت ذکر کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ  
کے نام کو اپنے مبارک نام کے ساتھ متصل فرما دیا۔ مثلاً کلمہ طیبہ میں جہاں  
توحید کا اعلان ختم ہوتا ہے وہاں سے رسالت کی بات شروع ہو جاتی ہے  
درمیان میں واو عاطفہ کا ذکر بھی نہیں حالانکہ دو ذاتوں کا ذکر ہے جس کا  
تقاضا عطف ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میرے اور میرے محبوب  
کے ناموں کے درمیان واو آجائے یعنی ہم اگرچہ دو ہیں مگر ہم میں دوئی کا تصور  
نہیں یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت، اتباع، محبت وغیرہ میں جہاں  
اپنا ذکر کیا ہے وہاں اپنے محبوب کا ذکر بھی متصلاً کیا ہے۔ اس پر بیسیوں  
آیات قرآنی شاہد و عادل ہیں۔

سید قطب مصری ورفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

ہم نے آپ کا ذکر ملاء اعلیٰ میں بلند کر دیا اسی  
طرح زمین میں اور اس تمام روتے کائنات  
میں بھی اور ہم نے آپ کے اسم گرامی کو  
اپنے ساتھ اس طرح پیوست کر دیا،  
کہ جب بھی اللہ کا نام کوئی لیکے آپ کا بھی لے گا :

رفعناہ فی الملاء الاعلیٰ ورفَعْنَا  
فی الارض ورفَعْنَا فِیْ هٰذَا  
الوجود جمیعاً ورفَعْنَا  
فَجَعَلْنَا اسْمَكَ مَقْرُونًا بِاسْمِ اللّٰهِ  
کلما تحرکت بہ الشفاء۔

## وَلَا خَيْرَ خَيْرِكَ مِنَ الْأُولَىٰ رَفْعِ ذِكْرِكَ كَمَا يُنْتَظَرُ هَهُنَا :

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الضحیٰ میں حضور علیہ السلام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کا یہ کہنا کہ محمد کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے، غلط ہے کیونکہ میں تو بعد میں آنے والی ہر گھڑی میں آپ کے ذکر کو بلندی عطا کرنے والا ہوں۔ یہاں مفسرین کرام نے یہ معنی لکھا ہے کہ آخرت آپ کے حق میں دنیا سے بہتر ہوگی وہاں انہوں نے اس کا یہ معنی بھی بیان کیا ہے کہ ہر آنی والا وقت آپ کی بلندی کا دور ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی یہی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

|                            |                                      |
|----------------------------|--------------------------------------|
| للأخرة اى الحالة الاخيرة   | آپ کی ہر دوسری گھڑی پہلی سے بہتر     |
| خير لك من الاولى نهائيا    | اور آپ کا بعد کا معاملہ پہلے سے کہیں |
| امر كخير من بدايته         | بہتر یعنی آپ کے مراتب رفیعہ میں      |
| لا تزال تتصاعد في الارتفاع | ہمیشہ ترقی ہوتی رہے گی :             |

والكمال (المظہری، ۱۰: ۲۸۳)

ہمیشہ سے اُمتِ مسلمہ میں وسیع پیمانے پر محافل میلاد و نعت کا انعقاد اور آپ کی آمد کی خوشی میں جشن، جلوس یہ سب اللہ تعالیٰ کے وعدے کا اظہار ہے یہ سلسلہ روز بروز ترقی افزوں ہے۔

امام فخر الدین رازی رفعتِ ذکر کی مختلف صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

|                        |   |
|------------------------|---|
| املأء العالم من اتباعك | یہ کائنات تیرے ایسے غلاموں سے بھر       |
| كلهم يثنون عليك ويصلون | جائے گی جو تمام کے تمام آپ کی تعریف اور |
| عليك ويحفظون سنتك      | آپ کی بارگاہِ اقدس میں درود و سلام      |

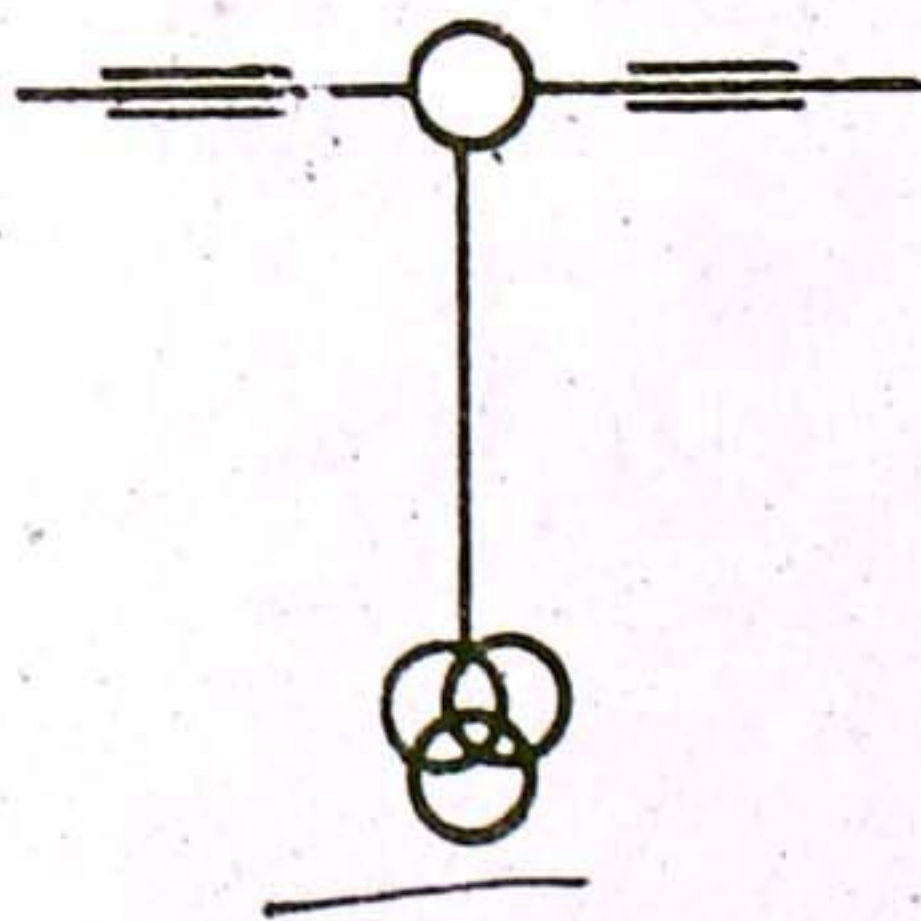
عرض کرتے رہیں گے اور آپ کو سنت  
 مبارکہ کے محافظ ہوں گے۔ قرآن آپ  
 کے مشورے کے الفاظ کی حفاظت کریں گے،  
 مفسرین معانی قرآن واضح کریں گے،  
 مبلغین آپ کی تبلیغ کے امین ہوں گے،  
 بلکہ تمام علماء و سلاطین آپ کی بارگاہ عالیہ میں  
 درود عرض کریں گے اور آپ کی مبارک  
 چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کریں گے  
 اور آپ کے روضہ اقدس کی مبارک خاک  
 آنکھوں کا سرمہ بنائیں گے اور آپ کی

فالقراء بحفظون الفاظ  
 منشورك والمفسرون يفسرون  
 معاني فرقانك والوعاظ يبلغون  
 وعظك بل العلماء والسلاطين  
 يصلون الى خدمتك ويسلمون  
 من وراء الباب عليك ويمسحون  
 وجوههم بتراب روضتك  
 ويرجون شفاعتك فشرفك  
 باق الى يوم القيامة۔

(تفسیر کبیر، ۲۲: ۶۰۵)

شفاعت کے امیدوار ہوں گے، اسی طرح آپ کا شرف تا قیامت باقی رہے گا۔  
 اسی رفعتِ ذکر کا مظاہرہ ساری کائنات نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے،  
 دیکھ رہی ہے اور مستقبل میں اس سے کہیں بڑھ کر دیکھے گی۔

چشمِ افلاک یہ نظارہ تا ابد دیکھے  
 رفعتِ شان و رفعتِ شانک ذکرک دیکھے





اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَوَسِّلِهِ  
وَصَلِّ عَلَىٰ سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ آمَنُوا بِكَ وَوَسَّلُوا

تاریخ اسلام میں درود و سلام کے موضوع پر پہلی مستقل کتاب  
فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

# دُرُودُ وِ سَلَامِ كِي فَضِيلَت

تصنيف

امام اسماعیل بن اسحاق القاضی

د ۱۹۹ — م ۲۸۲

ترجمہ

مولانا محمد عباس رضوی



# کتاب اور مصنف کتاب

مفتی محمد خاں قادری

نام : حافظ الحدیث شیخ الاسلام ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق القاضی مالکی۔  
ولادت : ۱۹۹ھ وصال : ۲۸۲ھ

جبکہ امام بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ اور وصال ۲۵۶ھ ہے۔

منصب قضا : بغداد میں سکونت پذیر رہے اور چالیس سال تک منصب قضا پر فائز رہے۔

علمی مقام : علوم قرآن، حدیث اور فقہ کے ساتھ ساتھ علوم عربیہ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں مبرد کا قول ہے :

هو اعلیٰ بالتعریب منی | وہ علوم عربیہ میں مجھ سے زیادہ  
فاضل تھے۔

امام بخاری کے ہم عصر اور ہم شیخ : یاد رہے کہ ان کے اساتذہ کے اعمار میں شیخ علی بن المدین کا نام بھی ہے اور یہ امام بخاری کے حدیث میں استاذ ہیں۔ گویا شیخ اسماعیل القاضی اور شیخ محمد بن اسماعیل بخاری دونوں حدیث میں ایک ہی استاذ کے شاگرد ہیں۔

درود شریف پر پہلی کتاب : تاریخ اسلام میں درود شریف کے موضوع پر مستقل لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے اور اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کے لئے اولین ماخذ ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔



شیخ ناصر الدین البانی لکھتے ہیں :

ولعله اول مؤلف فی بابہ

ولذلك فهو يعتبر من المصادر

الاساسية لكل من الف بعدة

مثل ابن القيم فی "جلاء الافهام

فی الصلوة علی خیر الانام" والمحافظة

السخاوی فی "القول البدیح فی

الصلوة علی الحبیب الشفیح" وغیرهما۔

ممکن ہے یہ اپنے موضوع پر سب سے پہلی کتاب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں لکھی جانے والی کتب کے لئے مستند ماخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ مثلاً ابن القیم نے جلاء الافهام اور سخاوی نے القول البدیح میں اس سے استناد کیا ہے۔

امام سخاوی نے متعدد مقامات پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ان میں سے دو مقامات ملاحظہ کیجئے :

(۱) القول البدیح میں حضرت ابوسعود انصاری بدری کے حدیث کے مختلف الفاظ کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

امام اسماعیل القاضی نے فضل الصلوة علی النبی میں اسے مختلف اسناد سے بیان کیا ہے۔

وعند اسماعیل القاضی فی فضل الصلوة لد من طرق

باب الاول فی الامر بالصلوة

علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۲) کتاب کے خاتمہ میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا تذکرہ کرتے ہیں اور سب سے پہلی کتاب جس کا ذکر کیا وہ یہی کتاب ہے

اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے لکھا ہے ان میں شیخ اسماعیل القاضی ہیں جن کی کتاب "فضل الصلوة علی النبی" ہے۔

فقد صنف فی هذا الباب

جماعة کثیرون کا اسماعیل القاضی

فی کتاب سماه بفضل النبی صلی اللہ

علیہ وسلم۔ (خاتمہ القول البدیح)

یوں تو اس کتاب کی ہر روایت ہی قابل تقلید و عمل ہے تاہم چند روایات نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :  
ہمارے ہاں بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ السلام علیک ایہا النبی کہنا خلاف شریعت عمل ہے بلکہ بعض تو اسے شرک و بدعت گردانتے ہیں بارہ سو سال پہلے لکھی گئی اس کتاب کی روایت ۸۵ اور ۸۶ پڑھیے جس میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی مسلمان مسجد میں داخل ہو تو حضور پر ان کلمات سے صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔

|   |   |
|---|---|
| <p>صلی اللہ وعلیٰ آلہ و سلم<br/>السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ</p> | <p>اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور کی ذات پر درود بھیجیں۔ اے نبی مکرم! آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو</p> |
|---|---|

۲۔ مزار اقدس کو مس کرنا :

روایت ۷۱ میں حضرت نافع بیان کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب سفر سے واپس مدینہ طیبہ آئے۔

|  |  |
|--|--|
| <p>ثم یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع یدہ الیٰمین علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔</p> | <p>تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا دایاں ہاتھ مزار اقدس پر رکھتے۔</p> |
|--|--|

۳۔ بوقت حاضری قبلہ کی طرف پشت کرنا :

بعض لوگ جہالت کی وجہ سے محبوب خدا کی بارگاہ میں حاضری کے وقت قبلہ کی طرف پشت کرنے سے روکتے ہیں حالانکہ مذکورہ روایت کا اتنی حصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما :

يستدبر القبلة ثم يسلمه  
على النبي -  
سماضری کے وقت قبلہ کی طرف پشت  
کرتے اور سلام عرض کرتے۔

ترجمہ کتاب : اس مبارک کتاب کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی گوجرانوالہ نے  
کیا ہے جو نہایت ہی فاضل اور صاحب مطالعہ ہیں۔ انہوں نے ترجمہ کے ساتھ ساتھ  
اس کتاب پر عربی میں حاشیہ بھی تحریر کیا ہے۔ کوئی صاحب محبت و ثروت اصل  
عربی مع حاشیہ شائع کرے تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔

محمد خان قادری

جامعہ رحمانیہ شادمان لاہور

۱۱ ذوالحجہ ۱۴۱۴ بروز پیر بعد نماز مغرب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ - اللّٰهُمَّ صَلِّ  
عَلَى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں درود و سلام کے بارے میں متعدد  
حدیث ہیں ان میں سے چند کا تذکرہ اس کتاب میں کیا جا رہا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ  
عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس  
تشریف لائے آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہ نے  
عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار دیکھ رہے  
ہیں تو آپ نے فرمایا ابھی ابھی میرے رب کی طرف سے آنے والا آیا اور اس  
نے مجھے خبر دی کہ میری امت میں سے جو شخص مجھ پر درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ  
اس پر دس مرتبہ رحمت فرمائے گا۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں باہر تشریف لائے  
کہ چہرہ اقدس پر خوشی کے آثار ٹپک رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم آپ کے  
چہرہ انور پر خوشی کا وہ اثر دیکھ رہے ہیں جو پہلے نہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ ابھی ابھی ایک فرشتہ نے آکر مجھے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم آپ کا رب آپ کو یہ خوشخبری دیتا ہے کہ کیا آپ کی رضا مندی کے لئے

یہ کافی نہیں کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص آپ پر ایک بار درود شریف پڑھے میں اس پر دس بار انعام و اکرام کی بارش کروں اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام عرض کرے میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کروں

۳۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے (اس بشارت کے بعد) اب تم چاہو تو زیادہ پڑھو چاہو تو کم۔

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے اور کوئی دوسرا آدمی ایسا نہ تھا جو کہ طہارت کا برتن (لوٹا وغیرہ) لے کر آپ کے ساتھ جاتا (حضرت عمر یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے اور لوٹا لے کر پیچھے چل پڑے) تو آپ کو ایک حوض کے پاس سر بسجود پایا۔ حضرت عمر ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپ نے سراقہ سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر! تم نے اچھا کیا کہ مجھے سجدہ کی حالت میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ میرے پاس ابھی جبریل امین آئے تھے اور کہا ہے کہ حضور! جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۵۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو میں لوٹا لے کر آپ کے پیچھے چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ آپ فراغت کے بعد حوض کے پاس اللہ کے حضور سجدہ میں ہیں تو میں پیچھے ہٹ گیا جب آپ نے سجدہ سے فارغ ہو کر سر مبارک اٹھایا تو

مجھے فرمایا کہ اے ٹر! تو نے بہتر کیا کہ پیچھے ہٹ گیا۔ جبریل میرے پاس آئے اور کہا جو شخص آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔

۶- حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اُس پر فرشتے اس وقت تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود شریف بھیجتا رہتا ہے۔ اب اس کی مرضی ہے کہ وہ کم پڑھے یا زیادہ۔

۷- حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کو دیکھا کہ آپ سجدہ میں تھے اور آپ نے سجدہ کافی لمبا فرمایا۔ پھر فرمایا میرے پاس جبریل آئے تھے اور کہا ہے (کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جس نے آپ پر درود بھیجا میں اُس پر رحمت بھیجتا ہوں اور جو آپ پر سلام بھیجے میں اُس پر سلام بھیجتا ہوں تو میں سجدہ شکر بنجالایا۔

۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجا اللہ اُس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا۔

۱۰- حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم میں سے چار یا پانچ آدمی ہمیشہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے آقا انہیں مختلف کام سپرد فرماتے۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا

تو آپ باہر نکل چکے تھے پس میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ..... ایک چار دیواری میں داخل ہوئے اور (اللہ کی بارگاہ میں) سر بسجود ہو گئے اور سجدے کو بہت لمبا فرمادیا یہاں تک کہ میں غمگین ہو کر رونے لگا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قبض ہو گئی ہے پس آقا نے اس حال میں سر اٹھایا کہ میں آپ کے پریشان (و مضطرب) تھا۔ آقا نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا تجھے کیا ہوا ہے میں نے عرض کی آقا آپ نے سجدہ اتنا لمبا کیا کہ میں سمجھا کہ شاید آج اللہ نے آپ کی روح مبارک قبض کر لی ہے اس لئے میں رو دیا۔ حضور نے فرمایا یہ سجدہ دراصل سجدہ شکر تھا جو میں نے اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے کیا تھا۔ جب اللہ نے مجھے میری امت کے بارے میں یہ خوشخبری دی کہ جو بھی مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا۔

۱۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیں۔

۱۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجے بلند فرماتا ہے۔

۱۳۔ حضرت یعقوب بن زید بن طلحہ التیمی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا فرشتہ آیا اور اُس نے کہا کہ جس شخص نے بھی آپ پر درود پڑھا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی عبادت کا نصف حصہ آپ پر درود شریف کے لئے وقف کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا اگر تو ایسا کرے۔

اس نے عرض کیا کہ دو تہائی حصہ آپ کے لئے مخصوص کر دوں آپ نے ارشاد فرمایا جیسا تو چاہے تو اس نے عرض کیا کہ اب میں ہمہ وقت صرف آپ پر درود ہی پڑھوں گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

تب تو اللہ تمہارے دنیا اور آخرت کے تمام عملوں کو دُور کرنے کیلئے کافی ہے۔

۱۴۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ:

جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے اور ارشاد فرماتے۔ راجفہ (ڈرانے والی) آرہی ہے اور اس کے پیچھے (آنے والا) ہے۔ موت اپنا ساز و سامان لے کر آرہی ہے۔ تو حضرت ابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں رات کو نماز پڑھتا ہوں تو کیا (کل عبادت کا) تینسرا حصہ آپ پر درود پڑھا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نصف۔ حضرت ابی نے عرض کیا کیا کل سے وقت آپ پر درود پڑھا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تب تو تمہارے سارے گناہ بخشنے گئے۔

۱۵۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر دوسرے درجہ پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ پھر تیسرے زینہ پر قدم رکھا اور فرمایا آمین۔ پھر آپ منبر پر بیٹھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے آمین کیوں فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ جبرائیل امین میرے پاس آئے اور کہا اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو میں نے کہا اور اس شخص کی بربادی ہو کہ جس نے اپنے والدین کو پایا اور (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا تو میں نے اس پر آمین کہا۔ اور پھر جبرائیل نے کہا کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور



اس کے گناہ معاف نہ ہوئے تو میں نے اس پر کہا آمین۔

۱۶- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے اور وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے پاس اس کے والدین بوڑھے ہوں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ شخص ان کی خوشنودی حاصل نہ کر سکے) اور وہ شخص ذلیل و خوار ہو کہ رمضان کا مہینہ گزر جائے اور اس کے گناہ نہ بخشے جائیں۔

۱۷- ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مروی ہے۔

۱۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا آمین۔ آمین۔ آمین تو آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ نے کیا عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل امین نے کہا وہ شخص ذلیل و خوار ہو کہ اس پر ماہ رمضان داخل ہوا اور اس نے اپنے گناہ معاف نہ کروائے تو میں نے اس پر آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص برباد و ذلیل و خوار ہو کہ جس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں (یعنی وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ جائے) تو اس پر میں نے آمین کہا۔ پھر اس نے کہا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ آپ پر درود نہ بھیجے تو میں نے آمین کہا۔

۱۹- حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا

منبر حاضر کیا جائے ہم نے پیش کیا۔ آپ نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا اور فرمایا آمین پھر دوسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین۔ پھر تیسری سیڑھی پر قدم رکھا فرمایا آمین۔ جب آپ فارغ ہوئے تو منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے (جو سنا وہ پہلے نہیں سنا تھا) تو آپ نے ارشاد فرمایا (بات یہ تھی) جبرائیل امین میرے سامنے آئے اور کہا جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور بختنا نہ گیا تو وہ اللہ کی رحمت سے دُور ہے تو میں نے آمین کہا پھر دوسری سیڑھی پر میں نے قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا وہ شخص اللہ کی رحمت سے بعید ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے میں نے آمین کہا۔ جب میں نے تیسری سیڑھی پر قدم رکھا تو جبرائیل نے کہا کہ جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو وہ اللہ کی رحمت سے دُور ہے تو میں نے اس پر کہا آمین۔

۲۰۔ حضرت علی بن حسین (زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ہر صبح آتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارکہ کی زیارت کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا۔

تو اس کو حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تو یہ کیوں کرتا ہے اس نے عرض کیا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کو پسند کرتا ہوں۔ تو اس کو حضرت علی بن حسین نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ کو اپنے باپ سے مروی ایک حدیث نہ بتا دوں؟ اس نے عرض کیا ہاں۔ تو حضرت امام علی بن حسین نے کہا مجھے میرے باپ نے خبر دی میرے دادا (حضرت علی) سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری قبر کو میلہ گاہ عید اور اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ۔ مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھو تم جہاں بھی ہو تمہارا صلوٰۃ و سلام مجھے پہنچ جائیگا۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گشت

کرتے رہتے ہیں وہ مجھے میری امت کا درود و سلام پہنچاتے ہیں۔

۲۲۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے اس میں حضرت آدم کی تخلیق ہوئی اور اسی دن ان کا وصال ہوا اور اسی میں سور پھونکا جائے گا اور اسی میں کرطک یعنی قیامت برپا ہوگی۔ پس مجھ پر زیادہ درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش ہوگا جبکہ آپ کا جسد مبارک مٹی میں مل کر بوسیدہ ہو جائے گا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاكل اجساد الانبياء۔

”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کر دیا ہے۔“

۲۳۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تاكل الارض جسدا من كلمه روح القدس۔ ”جس کے ساتھ جبریل امین نے کلام کیا اس کے جسم کو زمین نہیں کھا سکتی۔“

۲۴۔ حضرت ایوب سختیانی نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے: ان ملاک مؤکل من

صلی علی النبی حتی یبلغہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ ”بے شک

ایک فرشتہ ایسی ڈیولٹی پر ہے کہ جو شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

پڑھے وہ اس درود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔“

۲۵۔ حضرت بکر بن عبداللہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے تم مجھ سے کلام کرتے ہو اور میں تم سے اور  
جب ہیں انتقال فرما جاؤں گا تو میرا انتقال فرمانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔

: تعرض على اعمالكم فان رأيت خيرا حمدت الله و

ان رايت غير ذلك استغفرت الله لكم۔ (مجھ پر قبر میں تمہارے اعمال پیش  
ہوں گے اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی حمد کروں گا اور اگر اس کے علاوہ  
(یعنی بُرے اعمال) دیکھوں گا تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب کروں گا)

۲۶۔ حضرت بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے اور  
میری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے باتیں کرتے ہو اور میں تم سے  
اور جب میں چلا جاؤں گا تو تمہارے اعمال میرے سامنے پیش کئے جائیں گے  
پس اگر میں نے ان کو اچھا دیکھا تو اللہ کی تعریف و ثنا بیان کروں گا (شکر ادا  
کروں گا) اور اگر ان کو بُرا دیکھا تو اللہ کریم سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔

۲۷۔ حضرت یزید رقاشی سے روایت ہے :

ایک فرشتہ جمعہ کے دن اسی ڈیوٹی پر لگا ہوا ہے کہ جو شخص بھی نبی کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم پر درود پڑھے وہ اس کا درود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا  
ہے اور یوں عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان فلا نامن  
امتک صلی علیک (آپ کی امت میں سے فلاں شخص نے آپ پر درود پڑھا،

۲۸۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو۔

۲۹۔ حضرت امام حسن ہی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو مجھ پر پیش ہوتا ہے۔

۳۰۔ جناب حضرت سہیل سے روایت ہے کہ میں روضہ انور پر سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا وہاں قریب ہی ایک گھر میں امام حسن بن حسین شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے جب میں ان کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا کھانا کھا لو۔ میں نے عرض کیے بھوک نہیں ہے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کھڑے کیوں ہو۔ میں نے عرض کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کے لئے تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہو تو (اسی وقت) سلام عرض کر لو۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنا لیا اور مجھ پر درود پڑھو تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔

۳۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخیل وہ ہے جس کے سامنے (پاس) میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے (صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً)

۳۳۔ امام عبداللہ بن علی بن الحسین سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد (امام زین العابدین) سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیل ہے کہ جب اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر درود شریف نہ پڑھے۔

اس روایت کو ایسے ہی درآوری نے روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن علی بن حسین سے انہوں نے حضرت علی سے اس کو مرسل بیان کیا ہے۔

۳۵۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک وہ شخص بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۶۔ عبد اللہ بن علی بن حسین سے روایت ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ غمارہ بن غزیہ سے روایت ہے انہوں نے عبد اللہ بن علی بن حسین سے سنا عبد اللہ نے اپنے باپ علی سے اور علی ازین العابدین نے اپنے باپ حضرت امام حسین سے روایت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (الفاظ سابقہ حدیث کی مثل ہیں)

۳۷۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ اس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

۳۸۔ امام حسن بصری سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: آدمی کے بخیل ہونے کے لئے یہی امر کافی ہے کہ اس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھے۔

۳۹۔ حضرت امام حسن بصری سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں کے بخیل اور کجخوس ہونے کے لئے یہی بہت بے کہ ان کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود و سلام نہ پڑھیں۔

حضرت امام حسن سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجھ پر جمعہ کے دن زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔

۴۱۔ حضرت امام جعفر صادق اپنے باپ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا دروازہ بھول گیا۔

۴۲۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

امام سفیان نے فرمایا کہ عمرو کے ساتھ ایک اور شخص نے بھی یہ روایت امام باقر سے اسی طرح روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا (گویا کہ) وہ جنت کی راہ بھول گیا۔

پھر سفیان نے اس شخص کا نام بھی لیا اور کہا کہ وہ شخص ہے (بسام الصیرفی)

۴۳۔ امام باقر سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا

۴۴۔ امام باقر رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا البتہ وہ جنت کا راستہ بھول گیا۔

۴۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نبیوں اور رسولوں پر درود پڑھا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو اسی طرح مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ مجھے مبعوث فرمایا ہے۔

۴۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود بھیجنا تمہارے لئے (پاکیزگی کا

سبب ہے) اور فرمایا۔ اللہ سے میرے لئے مقام وسیلہ طلب کرو۔ پھر ہم نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ۔ وسیلہ جنت میں ایک اعلیٰ مقام و درجہ کا نام ہے سوائے ایک شخص کے وہاں کسی کی پہنچ نہیں ہو سکتی مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

۴۷۔ حضرت گنبد سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
مجھ پر درود بھیجو کیونکہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لیے پاکیزگی کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ سے میرے لئے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔

اور جب آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے تو ارشاد فرمایا۔ وہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں ایک درجہ ہے اور کوئی شخص بھی سوائے ایک آدمی کے یہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔

۴۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ سے میرے لیے مقام وسیلہ مانگو جو شخص بھی میرے لئے اللہ سے اس کا سوال کرے گا میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

۴۹۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بے شک مقام وسیلہ اللہ کے نزدیک ایسا درجہ ہے کہ اس سے بلند درجہ اور کوئی نہیں ہے۔ پس تم اللہ سے سوال کرو کہ وہ اپنی مخلوق میں سے مجھے مقام وسیلہ عنایت فرمائے۔

۵۰۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھ پر درود پڑھا یا میرے لئے (اللہ سے) مقام وسیلہ



مانگا تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ممتحن (لازمی) ہوگی۔

۵۱۔ حضرت عوف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بے شک جنت میں ایک جگہ ایسی جو کہ مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں کی گئی اور مجھے امید ہے کہ وہ مقام مجھے ہی عطا کیا جائے گا پس اللہ سے مقام وسیلہ کی دعا کرو۔

۵۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب درود بھیجتے تو یوں کہا کرتے تھے۔ الہی! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ قبول فرما اور آپ کا اعلیٰ درجہ مزید بلند فرما اور آپ کو آخرت و دنیا میں جو آپ مانگیں عطا فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) کو عطا فرمایا۔

۵۳۔ حضرت رولیع انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس نے کہا۔ اے ہمارے اللہ! درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کو قیامت کے دن اپنے قرب خاص میں جگہ عطا فرما (مقعد مقرب سے مراد مقام وسیلہ یا مقام محمود ہے) اس کے لئے شفاعت واجب ہوگی۔

۵۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو لوگ کسی جگہ اکٹھے ہو کر بیٹھے اور وہاں نہ تو انہوں نے اللہ کا ذکر کیا اور نہ ہی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو وہ مجلس ان کے لئے قیامت کے دن حسرت ہوگی۔ اللہ چاہے تو ان کو معاف فرما دے چاہے تو عذاب دے۔

جلس قوم مجلسا لم یذکروا اللہ ولم یصلوا علی النبی الاکان مجلسہم علیہم ترة یوم القیامة ان شاء عفا عنہم وان شاء اخذہم۔

۵۵۔ حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے انہوں نے کہا:

کوئی قوم کس مجلس میں بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جائیں وہ جنت میں داخل ہی کیوں نہ ہو جائیں حسرت ہی رہے گی جب اس کا اجر و ثواب دیکھیں گے۔

۵۶۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تم کو ایک تحفہ نہ دوں ...؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا یوں کہا کرو۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

۵۷۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ ان اللہ

وَمَلَائِكَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (الاحزاب: ۵۶) اترتی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے ہم آپ پر درود کیسے بھیجا کریں تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ اور ابن ابی نعلی

کہتے ہیں کہ ہم ساتھ یہ کہتے ہو عَلَيْنَا مَعَهُمْ (ہم پر بھی ہو)

۵۸۔ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں معلوم

ہو چکا آپ پر صلوٰۃ کیسے بھیجیں؟ تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی  
آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اور ہم اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں۔ وعلینا  
معہم۔ (ہم پر بھی رحمت ہو)

۵۹۔ حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے سامنے باادب  
بیٹھ گیا اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) آپ پر سلام پڑھنا تو ہم  
جان چکے ہیں اور درود شریف کے بارے میں آپ ارشاد فرمائیں کہ کیسے آپ پر  
بھیجا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے حتیٰ کہ ہم چاہتے تھے  
کہ کاش! یہ سوال کرنے والا شخص سوال نہ کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جب تم مجھ پر درود پڑھنا چاہو تو یوں کہا کرو:

اللہم صل علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد کما صلیت علی  
ابراہیم وعلی آل ابراہیم وبارک علی محمد النبی الامی وعلی آل محمد  
کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

۶۰۔ حضرت زید بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مستحب سمجھتے  
تھے کہ درود شریف ان الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔

اللہم صل علی محمد النبی الامی

۶۱۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو تو اچھے اچھے الفاظ میں پڑھو۔  
شاید تم اس بات کو نہیں جانتے کہ تمہارا درود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش  
ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ ہمیں سکھا دیجئے کہ ہم کس طرح

درود پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو:

اللهم اجعل صلاتك ورحمتك وبركاتك على سيد المرسلين و  
امام المتقين وخاتم النبيين، محمد عبدك ورسولك، إمام الخير  
وقائد الخير ورسول الرحمة. اللهم صل على محمد وعلى آل محمد  
كما صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم انك حميد مجيد. اللهم  
بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم  
انك حميد مجيد.

۶۲۔ یونس مولیٰ بن ہاشم سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمر دیا عبد اللہ بن عمر  
سے پوچھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیسے پڑھا جائے تو آپ نے  
فرمایا اس طرح:

اللهم اجعل صلواتك وبركاتك ورحمتك على سيد المرسلين و  
امام المتقين وخاتم النبيين محمد عبدك ورسولك. امام الخير  
وقائد الخير. اللهم ابعثه يوم القيامة مقام محمودا. يفيط  
الاولون والآخرون. وصل على محمد وعلى آل محمد كما صليت  
على آل إبراهيم وعلى آل إبراهيم.

۶۳۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے کہا ہمارے پاس  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم لوگ حضرت سعد بن عبادہ کے  
مجلس میں تھے۔ بشیر بن سعد نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ  
نے ہم کو حکم دیا ہے کہ آپ پر درود بھیجیں، آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر کس طرح درود  
بھیجا کریں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک  
ہمیں تمنا نہ ہوئی کاش آپ سے یہ سوال نہ کیا جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا، یوں کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ  
مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -  
اور سلام کا طریقہ جیسا کہ تم کو سکھا دیا گیا ہے۔

۶۳۔ حضرت امام ابراہیم نخعی سے روایت ہے:

صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صل اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام کیسے بھیجنا  
ہے یہ تو ہم جان چکے ہیں آپ پر درود کیسے بھیجا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا  
اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَأَهْلِ بَيْتِهِ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا  
بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -

۶۵۔ امام حسن بصری سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا  
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب) نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا  
یا رسول اللہ صل اللہ علیک وسلم! سلام کیسے پڑھنا ہے یہ تو ہمیں علم ہو چکا ہے  
آپ ہمیں حکم فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا اس  
طرح کہو:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهُمَا عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -

۶۶۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے صحابہ کرام نے عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم ہو چکا آپ پر  
 درود کیسے پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا اس طرح پڑھو:  
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
 إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
 إِبْرَاهِيمَ۔

۶۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ!  
 صلی اللہ علیک وسلم یہ تو آپ پر سلام پڑھنا ہوا جیسے ہم جان چکے ہیں آپ پر  
 صلوة کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا اس طرح پڑھو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
 إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
 إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ۔

۶۸۔ حضرت موسیٰ بن طلحہ نے اپنے والد حضرت طلحہ سے روایت کی انہوں نے  
 کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر درود کس طرح  
 پڑھا جائے تو آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ  
 فَحِيدٌ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ  
 إِنَّكَ حَمِيدٌ فَحِيدٌ۔

۶۹۔ حضرت زید بن حارثہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ پر سلام پڑھنا تو ہم کو معلوم  
 ہے آپ پر درود کس طرح پڑھا جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھ پر درود  
 پڑھو اور کہو:

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى  
إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ.

۷۰۔ حضرت ابوسعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) ہم آپ پر درود  
کیسے پڑھیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو :

اللهم صل على محمد وازواجه وذريته كما صليت على  
ابراهيم وال ابراهيم - وبارك على محمد وازواجه وذريته  
كما باركت على ال ابراهيم انك حميد مجيد ه

۷۱۔ عبدالرحمن بن بشر بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
عرض کی گئی یا رسول اللہ! ہمیں آپ پر صلوة و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور  
آپ پر سلام پڑھنے کا تو ہم کو علم ہے ہم درود کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا  
اس طرح کہو :

اللهم صل على محمد كما صليت على ال ابراهيم - اللهم بارك  
على ال محمد كما باركت على ال ابراهيم -

۷۲۔ حضرت عبدالرحمن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ صحابہ نے رسول اللہ  
سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ تو ہم جان چکے ہیں کہ آپ پر  
سلام کیسے بھیجنا ہے آپ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ پر درود کیسے پڑھیں؟ آپ نے  
فرمایا اس طرح کہو :

اللهم صل على محمد كما صليت على ال ابراهيم - اللهم بارك  
على محمد كما باركت على ال ابراهيم -

۷۳۔ محمد بن عبدالرحمن بن بشر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا ہمیں آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے پس آپ پر سلام بھیجنا تو ہم کو معلوم ہے ہی لیکن ہم آپ پر درود کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا ایسے کہو:

اللهم صل على محمد كما صليت على ابراهيم. اللهم بارك على محمد كما باركت على ابراهيم.

۷۴۔ حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

ما من دعوة لا يصلى على النبي صلى الله عليه وسلم قبلها اذ كانت معلقة بين السماء والارض. (جس دعا کے شروع میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھا جائے تو وہ دعا آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتی ہے۔)

۷۵۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص پر درود نہ پڑھو۔ ہاں البتہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کے لئے استغفار اور دعا کی جائے۔

۷۶۔ حضرت جعفر بن برقان روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک فرمان جاری فرمایا کہ آج کل کچھ لوگوں نے آخرت کے کاموں سے دنیا حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے اور قصہ گو لوگوں نے یہ بدعت نکالی ہے کہ بادشاہوں اور امراء کے لئے درود پڑھتے ہیں جو کہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے جس وقت میرا یہ حکم تمہارے پاس پہنچے ان کو حکم دے دو کہ صلوٰۃ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ہونی چاہیے باقی عام مسلمانوں کے لئے دعا اور اس کے سوا جو کوئی بھی ہے اس کے لئے دعا کرو۔

۷۷۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



مجھ پر اور میرے خاوند پر رحمت بھیجیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
 صلی اللہ علیک وعلیٰ زوجک (اللہ تجھ پر اور تیرے خاوند پر رحمت فرمائے)  
 ۷۸۔ امام محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ وہ نماز جنازہ میں چھوٹے بچے کے لئے  
 وہی دعا واستغفار پڑھتے تھے جو کہ بڑے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ جب ان سے  
 کہا گیا کہ اگرچہ اس بچے کے گناہ نہ ہوں؟ یعنی کیا پھر بھی اسی طرح دعا پڑھی جائیگی  
 تو آپ نے فرمایا:

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ان کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخش دیئے  
 جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم آپ پر درود پڑھا کریں

۷۹۔ قاسم بن محمد سے روایت ہے آپ فرماتے تھے:  
 آدمی کے لئے یہ مستحب ہے کہ تلبیہ (احرام کے موقع پر) سے جب فارغ ہو تو پھر  
 مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔

۸۰۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ:  
 جب تمہارا گذر مساجد سے ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو۔  
 ۸۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جب تم حج و عمرہ کے لئے آؤ تو بیت اللہ کے سات چکر (طواف) لگاؤ۔ اور  
 مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرو پھر تم صفا (پہاڑی) پر آکر ایسی جگہ  
 کھڑے ہو جاؤ جہاں سے تم کو بیت اللہ نظر آ رہا ہو پھر سات عدد تکبیریں کہو اور  
 ہر دو تکبیروں کے درمیان اللہ کی حمد و ثناء بیان کرو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم پر درود شریف پڑھو اور اپنے لئے دعائیں مانگو اور مرد پر بھی اسی طرح  
 عمل کرو۔

۸۲۔ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا جب تو مسجد میں داخل ہو تو اس طرح کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ . اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاعْفِرْ لَنَا وَسَهِّلْ لَنَا الْبُوابَ الرَّحْمٰةِ .

اور جب تو نماز سے فارغ ہو کر واپس جانے کے لئے مسجد سے باہر نکلنے لگے تو اسی طرح پڑھ ماسوا ان الفاظ کے اللّٰهُمَّ سَهِّلْ لَنَا الْبُوابَ وَفَضِّلْكَ .

۸۳۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے میری لخت جگر جب تو مسجد میں ہو تو یہ دعا پڑھا کرو۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامِ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ . اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ . اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَافْتَحْ لَنَا الْبُوابَ رَحْمَتِكَ .

۸۴۔ ایک اور سند سے بھی یہی الفاظ آپ سے مروی ہیں: (مثل حدیث سابق)

۸۵۔ سعید بن ذی حدان نے کہا کہ میں نے علقمہ سے پوچھا جب میں مسجد میں داخل ہوں تو کیا کہوں؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ کہا کرو۔

صَلِّی اللّٰهُ وَمَلَائِکَتُهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ . السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ (اللہ اور اس کے فرشتے حضور پر درود بھیجیں۔ اے نبی مکرم آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکات ہوں)

۸۶۔ یزید بن ذی حدان نے کہا میں نے علقمہ کو کہا اے ابوشبل! میں جب مسجد میں داخل ہوں تو کیا کہوں تو علقمہ نے کہا یہ کہا کرو:

صَلِّی اللّٰهُ وَمَلَائِکَتُهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ . السَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ .

۸۷۔ نافع سے روایت ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صفا پر ثین تکبیریں کہنے کے بعد کہا کرتے تھے۔

لا اله الا الله وحده لا شريك له وله الحمد وهو على كل شئ  
 قدير۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر کافی دیر تک کھڑے  
 رہتے اور دعا کرتے رہتے۔ پھر مزہ پر بھی ایسے ہی کرتے۔

۸۸۔ حضرت علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت ولید بن عتبہ عید سے ایک دن پہلے حضرت  
 عبداللہ بن مسعود حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کے پاس  
 آیا اور کہا۔ عید قریب آگئی ہے اس میں تکبیریں کیسے کہنی چاہئیں تو حضرت عبداللہ  
 بن مسعود نے فرمایا:

جب تو نماز شروع کرے تو تکبیر افتاح کہہ اور اپنے رب کی حمد کر اور نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج پھر دعا کر اور تکبیر کہہ کر ایسے ہی کر پھر تکبیر کہہ اور  
 اسی طرح الحمد و ثنا و دود دعا کر پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر قرأت کر اور  
 تکبیر کہہ کر رکوع کر پھر (دوسری رکعت کے لئے) کھڑا ہو اور اللہ کی حمد بیان  
 کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ اور دعا کر پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح  
 کر پھر تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبد الرحمن  
 (ابن مسعود) رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے۔

۸۹۔ ہشام سے اسی طرح روایت ہے: کہ پھر تکبیر کہہ اور رکوع کر۔

تو حضرت حذیفہ و ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ابو عبد الرحمن نے  
 ٹھیک فرمایا ہے۔

نوٹ: دوسری رکعت میں یہاں روایت میں دو زائد تکبیروں کا بیان تھا جبکہ  
 اس میں ایک اور یعنی تین تکبیرات زوائد کا ذکر ہے، جیسا کہ احناف کا مذہب  
 ہے (مترجم)

۹۰۔ عبد اللہ بن ابوبکر نے کہا کہ ہم خیف (مقام منیٰ ہی) میں تھے اور ہمارے ساتھ عبد اللہ بن ابوعتبہ تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا اور دعائیں مانگیں پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

۹۱۔ امام شعبی نے فرمایا:

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد اللہ جل مجدہ کی ثنا اور دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے دُعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا چاہیے۔

۹۲۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر نماز جنازہ میں تکبیر کہتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے پھر یہ دعا مانگتے:

اللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَاعْفُرْ لَهُ وَارْدَا حَوْضِ نَبِيِّكَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۹۳۔ حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم نماز جنازہ کیسے پڑھیں تو آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم میں تجھ کو بتاتا ہوں۔ کیونکہ میں دوسروں سے اس کو زیادہ جانتا ہوں پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں اور اس تیسری تکبیر کے بعد یہ کہتا ہوں:

يا اللّٰهُ! یہ تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا تیری توحید اور تیرے پیارے رسول کی رسالت کی گواہی دیتا تھا اور تو اس کے حالات سے خوب واقف ہے۔ اے اللہ! اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ خطا کار ہے تو اس کی خطا میں معاف فرما۔ اے اللہ! ہم کو اس نعم کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں مبتلا نہ فرما۔

۹۴۔ حضرت ابوالعالیہ نے آیت کریمہ ان اللّٰهُ وَمَلَائِكَتُهُ يَصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ كُنْ تفسیر

میں کہا اللہ کی صلوة یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادہ و تعریف بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود یہ ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے دعا مانگتے ہیں۔  
 ۹۵۔ حضرت سعید بن المسیب نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نماز جنازہ میں طریقہ یہ ہے کہ فاتحہ کتاب پڑھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے اور پھر ان سے فارغ ہو کر میت کے لئے خلوص سے دعا مانگے اور صرف ایک ایک مرتبہ ہی پڑھے اور پھر آہستہ سے سلام پھیرے۔

۹۶۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ ..... مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ کی صلوة آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ کا نزول متواتر اور فرشتوں کا آپ پر صلوة بلند درجہ و قرب کے لئے دعا کرنا ہے۔

۹۷۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کریمہ: هو الذی یصلی علیکم وملتکتہ کی تفسیر میں فرمایا۔ اللہ کی مومنوں پر صلوة ان کی مغفرت و بخشش ہے اور فرشتوں کی صلوة ان کے لئے (دارین کی عزت کے لئے) دعا ہے۔

۹۸۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ:

یقف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویصلی علی النبی وابی بکر و عمر و نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور کے قریب کھڑے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر درود و سلام بھیج رہے ہیں)

۹۹۔ حضرت عبداللہ بن دینار فرماتے ہیں:

میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کو دیکھا جب وہ سفر سے لوٹتے تو مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور کہتے السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علی ابی بکر

وعلی ابی (اے اللہ کے رسول تم پر سلام ہو اور ابو بکر اور میرے باپ پر  
سلام ہو)

۱۰۰۔ حضرت نافع سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے آتے تھے تو مسجد میں داخل  
ہوتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور پر حاضر ہو کر عرض کرتے :

السلام علیک یا رسول اللہ ، السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک  
یا ابتاہ۔ (اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔ اے ابو بکر آپ پر سلام ہو۔  
اے میرے (باپ عمر) آپ پر سلام ہو (رضی اللہ عنہما)

۱۰۱۔ حضرت نافع سے روایت ہے :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی سفر سے تشریف لاتے تو مسجد نبوی  
میں دو رکعت نماز ادا کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں  
حاضر ہوتے :

ثم یاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیضع یدہ الیمین علی قبر النبی  
ویستد بر القبلة ثم یسلم علی النبی ثم علی ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما۔  
(بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر اپنا دایاں ہاتھ  
رکھتے اور قبلہ شریف کی طرف پشت کرتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہتے  
پھر سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سلام کہتے)

۱۰۲۔ جناب منبہ بن وہب سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت کعب حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کا مبارک ذکر شروع ہوا تو کعب نے کہا :

ہر طلوع فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر قبر انور کا

طواف کر لیتے ہیں اور اپنے نورانی پروں کو قبر انور پر ملتے (تبرکات مس کرتے) ہیں۔ اور درود و سلام عرض کرتے ہیں جب شام ہوتی ہے تو واپس چلے جاتے ہیں اور ان کی جگہ دیگر ستر ہزار فرشتے آجاتے ہیں اور قبر انور کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پرِ منور کے ساتھ تبرکات مس کرتے اور ملتے ہیں۔ اسی طرح ستر ہزار رات کو اور ستر ہزار دن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت تک درود و سلام پڑھتے رہیں گے جب تک کہ (قیامت کے دن) آپ کی تربت اطہر شوق نہیں ہوتی حتیٰ کہ آپ ستر ہزار فرشتوں کے جلوس میں میدانِ حشر میں تشریف لائیں گے۔

۱۰۳۔ حضرت مجاہد آیت کریمہ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں: میرے ذکر کے ساتھ اے محبوب تیرا ذکر بھی ہوگا۔ جیسا کہ کلمہ شریف میں اشہد ان لا اله الا الله۔ اشہد ان محمد رسول الله۔

۱۰۴۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اسی آیت کریمہ **(وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ)** کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شروع عبودیت سے کرو اور رسالت کا ذکر دوسرے نمبر پر کرو۔  
معمر نے کہا:

اشہد ان لا اله الا الله : وان محمد اعبدا۔ پس یہ عبودیت ہے ورسولہ یہ رسالت ہے۔ یعنی اس طرح کہنا چاہیے عبدا ورسولہ پہلے عبد کا لفظ اور بعد میں رسولہ کا لفظ ہونا چاہئے۔

۱۰۵۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں دعا مانگ رہا تھا۔ نہ تو اس نے اللہ کی حمد و بزرگی بیان کی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کی ہے







اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيِّهَا الَّذِي آمَنُوا عَلَيْهِ وَسَلِّمْ

# تحفہ درود اسلام

تصنیف

امام ابن ابی عاصم

(المتوفی ۲۸۷ھ)

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری



# ابتدائیہ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبى بعده

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :-

ان الله وملائكته يصلون على  
النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه  
وسلموا تسليماً -  
بما شبہ اللہ اور فرشتے نبی پر درود  
بھیجتے ہیں۔ اے اہل ایمان تم  
بھی آپ پر درود بھیجو اور خوب

(سورۃ الاحزاب) سلام عرض کرو۔

حضور کی ذات اقدس پر درود و سلام امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی  
طرف سے عظیم عطیہ و نعمت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم سے تعلق قائم ہوتا ہے جو قرب الہی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔  
درود شریف سے بگڑی بنتی ہے۔ دکھ، سکھ سے بدل جاتے ہیں۔ اس اہم  
وظیفہ پر ہر دور کے علماء نے کام کیا جس کی فہرست بڑی طویل ہے۔

## سب سے پہلی کتاب

تاریخ اسلام میں درود و سلام پر سب سے پہلی مستقل کتاب امام  
اسماعیل اسحاق قاضی کی "فضل الصلاة على النبي" ہے۔ ان کی ولادت

۱۹۹ھ اور وفات ۲۸۲ھ ہے۔ ہماری تحریک پر اس کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی گوجرانوالہ نے کیا اور اسے ادارہ معارفِ نعمانیہ لاہور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ ہم نے سلسلہ درود و سلام پر اسے ہی اول درجہ دیتے ہوئے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ کتاب اور مصنف پر گفتگو اس کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجیے۔

## دوسری کتاب

درود و سلام کے موضوع پر تاریخ اسلام میں دوسری کتاب "زیر نظر" کتاب الصلاة علی النبی ہے۔

## مصنف کا تعارف

نام : امام ابو بکر احمد بن عمر بن ابی عاصم

ولادت : ۲۰۶ھ وفات ۲۸۷ھ

اسماعیل قاضی اور مصنف کے وصال میں پانچ سال کا عرصہ ہے۔

## دیگر تصانیف

۱۔ الاوائل ۲۔ الجہاد ۳۔ السنۃ ۴۔ الزہد ۵۔ الديات

## کتاب کا ترجمہ :

۱۹۹۷ء میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ مدینہ منورہ میں یہ کتاب دستیاب ہوئی۔ اسی روز مسجد نبوی شریف میں ایک ہی نشست میں اس کے ترجمہ کی سعادت بھی حاصل ہو گئی۔

## کتاب کی طباعت

مصروفیات کی وجہ سے اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد ایک اجنبی شخص نے مجھے درود و سلام کے موضوع پر یہ دو کتابیں بطور تحفہ دیں۔

- ۱۔ تحفہ درود شریف از علامہ حبیب البشر خیری مطبوعہ مرکزی مجلس رضالہ پور
- ۲۔ فضیلت درود و سلام از علامہ سید منظور احمد فریدی ساہیوال میں نے متعلقہ آدمی سے کہا آپ سلام پڑھنے کے بعد مجھے ملیں تاکہ اس موضوع پر کچھ گفتگو کی جاسکے۔ وہ رک گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں صلوة و سلام کے حصول کے بعد جب تعارف ہوا تو وہ شخصیت ایس ایم شفیق (مالک مہتاب انڈسٹریز لمیٹڈ ساہیوال) تھے

میں نے انہیں ان کتب کی اشاعت پر مبارکباد دی اور عرض کیا کہ اگر ہم درود و سلام پر لکھی جانے والی اسلاف کی کتب کے تراجم شائع کر دیں تو یہ اُمتِ مسلمہ کی اہم خدمت ہوگی۔ انہوں نے میری بات سننے ہی کہا آپ تیاری کریں میں حاضر ہوں۔

بحمد اللہ یہ سلسلہ جاری و ساری ہو گیا۔ اس موقع پر ہم دو کتب شائع کر رہے ہیں۔

- ۱۔ فضیلت درود و سلام از امام اسماعیل اسحاق قاضی
  - ۲۔ تحفہ درود و سلام از امام ابن ابی عاصم
- قارئین دعا کریں یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید اشاعت کتب کی بھی توفیق نصیب فرمائے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خان قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ شادمان لاہور  
۴ مئی ۹۹ء بروز منگل بعد نماز مغرب

## صحابہ کو صلوٰۃ و سلام کی تعلیم

۱۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہم نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا تو سیکھ لیا ہے (بصورت السلام علیک ایہا النبی) ہم صلوٰۃ کیسے عرض کریں؟ فرمایا تم یہ پڑھو :

اللہم صل علی محمد و علی آل  
محمد کما صلیت علی ابراہیم و  
علی آل ابراہیم انک حمید  
مجید و بارک علی محمد و علی آل  
محمد کما بارکت علی ابراہیم و  
علی آل ابراہیم انک حمید مجید  
مصنف ابن ابی شیبہ (۸۶۳۴)

اے اللہ درود بھیج حضرت محمد پر  
اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے  
درود بھیجا ابراہیم اور آل ابراہیم  
پر بیشک تو تعریف کیا گیا اور بزرگ  
ہے۔ اور حضرت محمد اور آل محمد پر  
برکت نازل فرما جیسے تو نے ابراہیم  
اور آل ابراہیم کو برکت دی بیشک  
تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۲۔ انہی سے مروی ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے  
عرض کیا :-

هذا التَّشْهَدُ قَدْ عَرَفْنَا هُكَيْفَ  
الصَّلَاةَ عَلَيْكَ  
بصورت تشہد سلام عرض کرنا ہم  
نے جان لیا ہے صلوٰۃ کیسے پڑھیں۔



تو فرمایا یہ پڑھا کرو :-

اللهم صل على محمد كما صليت  
و باركت على ابراهيم و آل  
ابراهيم انك حميد مجيد و  
بارك على محمد و على آل محمد  
كما باركت على ابراهيم انك  
حميد مجيد -

(الكامل لابن عدی ۳۱: ۳۳۸)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر  
رحمت اور برکت نازل کی ہے ،  
بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے  
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
پر اور آل محمد پر برکت نازل فرما  
جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور آل  
ابراہیم پر برکت نازل کی بیشک تو  
تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۳۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ہم  
حضرت سعد بن عبادہ کی مجلس میں تھے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم تشریف لے آئے، آپ سے بشیر (صحابی) عرض کرنے لگے  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کی خدمت میں جملوۃ  
پڑھنے کا حکم دیا ہے اس کا طریقہ کیا ہے! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے خاموشی اختیار فرمائی

حتیٰ کہ ہم نے سوچا کہ آپ سے یہ

حتیٰ تمینا انه لو یساله

سوال نہ کیا ہوتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا :-

اللهم صل على محمد وعلى آل  
محمد كما صليت على إبراهيم و  
على آل إبراهيم وبارك على  
محمد كما صليت وباركت على  
إبراهيم وآل إبراهيم في  
العالمين انك حميد مجيد والسلام  
كما قد علمت -

(موطا، ۱: ۱۳۸)

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم پر رحمت بھیج اور آل محمد  
پر جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام  
اور آل ابراہیم پر رحمت بھیجی اور  
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
پر برکت نازل فرما جیسے تو نے حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر  
تمام جہانوں میں رحمت و برکت نازل  
کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ  
ہے اور سلام بھیجے کا طریقہ تم پہلے  
جان چکے ہو۔

۴۔ انہی سے ایک اور روایت ہے جس میں سائل کا نام بشیر بن سعد  
ہے۔

۵۔ امام مالک نے بھی انہی سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

۶۔ حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے ایک شخص آیا  
اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کناں ہوا یا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

السلام علیک قد عرفناہ فالصلوۃ  
علیک فاخبرناہا۔ آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا  
تو ہمیں آگیا ہے صلوۃ کیسے عرض کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی حتیٰ کہ ہم پریشان  
ہوئے کہ یہ سوال نہ کیا جاتا۔ پھر آپ نے فرمایا جب تم مجھ پر صلوۃ  
پڑھنا چاہو تو یوں کہو:

اللہم صل علی محمد النبی الامی  
کما صلیت علی ابراہیم و آل  
ابراہیم و بارک علی محمد النبی  
الامی کما بارکت علی ابراہیم و  
آل ابراہیم انک حمید مجید۔  
(البوداد، ۹۸۱)

اے اللہ حضرت محمد امی نبی پر رحمت  
نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم  
و آل ابراہیم پر رحمت نازل کی اور  
حضرت محمد نبی امی پر برکت نازل  
فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم و  
آل ابراہیم پر رحمت نازل کی بیشک  
تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۷۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے بھی اسی صحابی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

۸۔ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے آپ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا ہم آپ کی خدمت میں صلوۃ کیسے عرض کریں تو  
فرمایا اس کا طریقہ یہ ہے:

اللہم صل علی محمد النبی وازواجہ اے اللہ حضرت محمد نبی اور آپ کی

وذریۃ کما صلیت علی ابراہیم ازواج اور آل پر رحمت بھیج جیسے تو  
 وبارک علی محمد وازواجہ وذریۃ نے حضرت ابراہیم پر رحمت نازل  
 کما بارکت علی ابراہیم انک حمید کی اور حضرت محمد اور آپ کی ازواج  
 اور اولاد پر برکت نازل فرما جیسے (المسلم ۴۰۷)

تو نے حضرت ابراہیم پر برکت نازل  
 کی بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ  
 ہے۔

۹۔ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے اس طرح کے کلمات مروی ہیں  
 محدث ابو بکر کا قول ہے کہ "ازواجہ وذریۃ" کے الفاظ میرے علم  
 کے مطابق صرف اسی روایت میں ہیں۔

۱۰۔ حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہے جب یہ آیت مبارکہ  
 "ان اللہ وملائکتہ یصلون" نازل ہوئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 سلام کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں مگر صلاۃ کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا:-

قولوا للہم اجعل صلواتک تم کہو اے اللہ رحمتیں اور برکتیں  
 وبرکاتک علی محمد وآل محمد حضرت محمد اور آل محمد پر نازل فرما  
 کما جعلتہا علی ابراہیم وآل جیسے تو نے ابراہیم وآل ابراہیم کو  
 ابراہیم انک حمید مجید وبارک عطا کیں بیشک تو تعریف کیا گیا  
 علی محمد وآل محمد کما بارکت بزرگ ہے اور حضرت محمد وآل محمد

علی ابراہیم وال ابراہیم اندک  
 حمید مجید -  
 (مسند حمیدی - ۷۱۱)

پر برکت نازل کر جیسے تو نے ابراہیم  
 وال ابراہیم کو برکت دی بیشک تو  
 تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

راوی حدیث یزید کہتے ہیں امام ابن ابی لیلیٰ "علینا معہم" (ان کے  
 ساتھ ہم پر بھی) کے کلمات کا اضافہ کیا کرتے تھے۔

۱۱۔ امام ابن ابی لیلیٰ نے یہ کلمات بھی نقل کیے ہیں :-

قولوا اللهم صل علی محمد وعلی  
 آل محمد کما صلیت علی ابراہیم  
 انک حمید مجید وبارک علی محمد  
 وعلی آل محمد کما بارکت علی  
 ابراہیم و آل ابراہیم انک حمید  
 مجید -

تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ  
 کی آل پر رحمت بھیج جیسا کہ تو نے  
 حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک  
 تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور  
 حضرت محمد اور آپ کی آل پر برکت  
 نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم  
 اور آپ کی آل پر برکت نازل کی  
 بیشک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

(البخاری: ۸۶۳۱)

۱۲۔ امام عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت کعب بن  
 عجرۃ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو وہ فرمانے لگے:

الا اهدی لك هدیة؟ میں تجھے کوئی تحفہ پیش کروں؟

فرمایا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

ہیں سلام عرض کرنے کا طریقہ تو اگیا ہے طریقہ صلوٰۃ سے آگاہ فرمائیے تو فرمایا :

قولوا اللهم صل علی محمد وعلی  
آل محمد کما صلیت علی ابراہیم  
انک حمید مجید وبارک علی محمد  
وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم  
انک حمید مجید۔  
(البخاری، ۶۳۵۷)

تم کہو اے اللہ حضرت محمد اور آپ  
کی آل پر رحمت بھیج جیسے تو نے  
حضرت ابراہیم پر رحمت بھیجی بیشک  
تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اور  
حضرت محمد اور آل محمد پر برکت نازل  
فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم پر  
برکت نازل کی بیشک تو تعریف کیا  
گیا بزرگ ہے۔

۱۳۔ ایک روایت میں ہے حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں  
ایک آدمی نے یہ سوال کیا تھا۔

حدیث ۱۲ اور ۱۵ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۱۶۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے عرض کیا یا رسول  
اللہ (السلام علیک ایہا النبی) یہ تو سلام ہے طریقہ صلوٰۃ کیا ہے؟ فرمایا  
قولوا اللهم صل علی محمد عبدک تم کہو اے اللہ حضرت محمد جو تیرے  
ورسولک وعلی آل محمد کما صلیت بندے اور رسول ہیں اور آپ کی آل  
علی ابراہیم وبارک علی محمد وعلی پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت

آل محمد کہا باریک علی ابراہیم پر رحمت بھیجی۔  
فی العالمین۔

(البخاری، ۲۷۹۸)

۱۷۔ حدیث نمبر ۱ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۱۸۔ حضرت زید بن خارجر رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا۔

کیف نصلی علیک یا رسول اللہ؟ یا رسول اللہ! ہم آپ پر کیسے درود  
پڑھیں۔

آپ نے فرمایا:

صلوا علی و قولوا بارک اللہ علی  
محمد و علی آل محمد کہا باریک علی  
ابراہیم و آل ابراہیم انک  
حمید مجید۔ (النسائی، ۴۹۱۳)

تم مجھ پر درود بھیجو اور کہو اے اللہ  
حضرت محمد اور آل محمد پر برکت نازل  
فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم اور آل  
ابراہیم پر برکت نازل کی بے شک تو  
تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

۱۹۔ شیخ عبد الحمید بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی  
شادی پر موسیٰ بن طلحہ کو بلایا تو پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت  
میں طریقہ صلوٰۃ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا میں نے یہی بات حضرت زید  
بن خارجر رضی اللہ عنہ سے پوچھی تھی تو وہ فرمانے لگے میں نے خود اس بارے  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تھا آپ نے اس کی تعلیم

دیتے ہوئے فرمایا مجھ پر خوب ادب و محبت سے درود پڑھا کرو۔

وقولوا اللهم بارک علی محمد

تم کہو اے اللہ حضرت محمد پر برکت

نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم

پر برکت نازل کی بیشک تو تعریف

حمید مجید۔

کیا گیا بزرگ ہے۔

۲۰۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے پوچھا آپ کی خدمت میں صلوٰۃ کیسے عرض کریں تو فرمایا:

اللهم صل علی محمد کما صلیت

یوں کہو اے اللہ حضرت محمد پر رحمت

نازل فرما جیسے تو نے حضرت ابراہیم

علی ابراہیم۔

(مسند احمد، ۵: ۲۵۳)

پر رحمت نازل کی۔

۲۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے ہم نے آپ کی خدمت

اقدس میں صلوٰۃ کے بارے میں عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ان کلمات کی تعلیم دی:

قولوا اللهم اجعل صلواتک و

یہ پڑھا کرو اے اللہ اپنی خصوصی

رحمتک و برکاتک علی سید المرسلین

برکات اور رحمتیں نازل فرما رسولوں

و امام المتقین و خاتم النبیین محمد

کے سربراہ، متقین کے امام، انبیاء

عبدک و رسولک امام الخیر و

کے خاتم جن کا اسم گرامی محمد ہے تیرے

رسول الرحمة اللهم بعثه مقاما

خصوصی بندے اور رسول ہیں۔ خیر



محمودا يغبطه به الاؤلون و  
 الاخرون اللهم صل على محمد  
 وابلغه الدرجة الوسيلة من  
 الجنة - اللهم اجعل في المصطفين  
 محبة وفي المقربين مودته وفي  
 الاعلى ذكر داره والسلام عليه  
 ورحمته وبركاته اللهم صل على  
 محمد وعلى آل محمد كما صليت على  
 ابراهيم وآل ابراهيم انك  
 حميد مجيد -

(ابن ماجه ، ۹۰۶)

کے امام اور رسول رحمت ہیں۔ اے  
 اللہ انہیں مقام محمود پر کھڑا فرما جس  
 پر اولین و آخرین رشک کریں۔ اے  
 اللہ حضور پر رحمتوں کا نزول فرما اور  
 انہیں جنت کا درجہ وسیلہ عطا فرما  
 اے اللہ منتخب افراد میں ان کی محبت  
 اور مقربین میں ان کی مودت اور بلند  
 درجات میں بلندی عطا فرما۔ اے اللہ  
 حضور پر اور آپ کی آل پر رحمتوں کا  
 نزول فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیم  
 اور ان کی آل پر رحمتوں کا نزول فرمایا  
 بلاشبہ تیری ذات اقدس بزرگ و  
 برتر ہے۔ اے اللہ حضور پر اور  
 آپ کی آل پر برکات کا نزول فرما  
 جیسا کہ تو نے سیدنا ابراہیم اور ان  
 کی آل پر فرمایا۔ یقیناً تیری ذات  
 ہی لائق حمد و مجد ہے۔

۲۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا

ان الله عزوجل قد امرنا بالصلاة عليك وكيف نصلي عليك؟  
بیشک اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر  
درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ہم  
آپ پر کیسے درود پڑھیں۔

تو آپ نے فرمایا:

قولوا اللهم صل على محمد وعلى  
آل محمد كما صليت على ابراهيم  
وال ابراهيم وارحم محمد وآل  
محمد كما رحمت على ابراهيم  
وآل ابراهيم۔  
(مسند شافعی، ۲۶۹)

تم کہو اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر صلوة  
بھیج جیسے تو نے حضرت ابراہیم علیہ  
السلام اور آل ابراہیم پر صلوة بھیجی  
اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور  
آل محمد پر رحمت بھیج جیسے تو نے حضرت  
ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر  
رحمت کی۔

باقی سلام کا طریقہ تمہیں پہلے ہی سکھا دیا گیا ہے۔

۲۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو صلاۃ ان الفاظ میں سکھایا کرتے  
تھے۔

اللهم داحی المدحوات ، وباری  
المسوکات۔ وجبار القلوب علی  
اے اللہ تمام کائنات پھیلانے  
اور آسمانوں کے پیدا کرنیوانے

فطرتها شقيها وسعيدها، اجعل  
 شرائف صلواتك ونوامي بركاتك  
 ورافة محبتك على محمد عبدك  
 ورسولك، الخاتم لما سبق، والفتاح  
 لما اعلق، والمعلى الحق والدامغ  
 جيشات الاباطيل كما حمل  
 واضطلع بامر منك لطاعتك مستو  
 فزاني طاعتك غيرنا كل في قدم  
 ولا واهن في عزم، داعيا لعزمتك  
 راعيا لوحيدك، حافظا لعهدك،  
 ماضيا على نفاذ امرك، حتى اوري  
 قبس القابس - به هديت القلوب  
 بعد خطوت الفتن والاثم واضنعات  
 الاعلام، ميزات الاسلام، فهو  
 امينك المامون، وخازن علمك  
 المخزون، وشهيدك يوم الدين  
 وبعيثك رحمة ورسولك بالحق  
 رحمة، اللهم افسح له مفسحات

اور دلوں پر کنٹرول فرمانے والے  
 خواہ وہ بد سخت ہیں یا سعید،  
 اپنی عظیم رحمتوں، اضافہ فرمانے  
 والی برکتوں اور اپنی محبت کی  
 خصوصی شفقتوں کو اپنے برگزیدہ  
 بندے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم پر نازل فرما، جو سابقہ انبیاء  
 اور شریعتوں کے خاتم و آخری اور  
 ہر مشکل کو کھولنے والے ہیں  
 حق کو آشکار کرنے والے اور  
 باطل کے لشکروں کو مٹانے والے  
 ہیں، تیری اطاعت کے ساتھ  
 تیرے حکموں کو جاری کرنے والے  
 تیری فرمانبرداری میں کامیابی  
 کے ساتھ قدم بڑھانے والے،  
 عزم میں کمزوری نہ رکھنے والے،  
 تیری حرمت و عزت کے داعی،  
 تیری وحی کے محافظ، تیرے عہد

فی عدل و اجزہ مصنوعات  
 الخیر من فضلك، له مہنات  
 غیر مکدرات من ثوابك المعلوم  
 وجزل عطائك۔ اللہم (اعل)  
 علی بناء البنائین ہاہ (بناہ) واکرم  
 مثولہ لدیک و نزلہ، واتم لہ نورہ  
 واجزہ من ابتعات لہ مقبول الشہادۃ  
 مرضی المقالة والمنطق عدل و حجة  
 وبرهان عظیم۔

مقام کو تمام مقامات سے بگنڈ  
 فرمادے، اپنے ہاں ان کے درجہ  
 قرب میں خوب اضافہ فرمادے  
 ان کے نور کو اور کامل فرمادے  
 اس پر انہیں خوب جزا دے جو  
 تو نے انہیں مقبول شہادت، سپیدہ  
 قول و گفتگو، صاحب عدل، حجت  
 اور برہان عظیم بنایا ہے۔

کے نبھانے والے، تیرے حکم کا  
 نفاذ کرنے والے ہیں، حتیٰ کہ وصال  
 کا وقت آ پہنچا۔

نفتوں اور گناہوں کے بعد انہی  
 کی برکت سے تو نے دلوں کو ہدایت  
 دی، منزل کے نشان واضح کیے  
 اور اسلام کی روشنی بھیلی، وہ تیرے  
 امین مامون ہیں، تیرے مخفی علوم  
 کے خازن ہیں، روز قیامت تیری  
 طرف سے گواہ ہیں۔ تو نے انہیں  
 سرِ پارِ رحمت اور رسولِ حق بنا کر  
 مبعوث فرمایا، اے اللہ ان پہ  
 اپنے عدل سے بخششیں عطا فرما  
 اپنے فضل سے ان کے خیر میں  
 اضافہ فرما، ان کی خوبصورت  
 جدوجہد پر ثواب عظیم اور عطا  
 جزیل ہے۔ اے اللہ ان کی

## ۲۔ روز قیامت رسول اللہ کے سب سے قریب شخص

۲۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان اولی الناس بی یوم القیامة  
اکثرهم علی صلاة۔  
(مسند ابویعلیٰ، ۱۱۰، ۱۵)

روز قیامت میرے سب سے زیادہ  
قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے  
زیادہ صلاة پڑھے گا۔

۲۵۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

## ۳۔ ہر جگہ سے تمہارا درود و سلام مجھ کو پہنچتا ہے۔

۲۶۔ امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری خدمت میں صلاة پڑھا کرو۔

فان صلاتکم و تسلیکم تبلغنی  
حیثما کنتم (الطبرانی ۲۹، ۲۷)

بے شک تمہارا درود و سلام مجھ  
پہنچتا ہے تم جہاں بھی ہو۔

۲۷۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۲۸۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان لله عزوجل ملائکة فی الارض لے شک اللہ نے زمین میں فرشتے

سیاحین یبلغنی من امتی السلام مقرر کیے ہوئے ہیں جو چلتے رہتے  
 (المترک ۲۰-۲۱) ہیں میری امت کا سلام مجھ تک  
 پہنچاتے ہیں۔

## ۴۔ درود نہ پڑھنے والا بخیل ہوتا ہے

۲۹۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک دن میں آپ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 نے فرمایا:

الاخبرکم بابخل الناس؟ کیا میں بتاؤں سب سے بڑا بخیل  
 کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور آگاہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا:  
 من ذکرت عنده فلم یصل علی جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور  
 اُس نے مجھ پر درود نہ بھیجا پس وہ  
 فذلک بخل الناس (فضل الصلاة - ۳۷)  
 سب سے بڑا بخیل ہے۔

۳۰ اور ۳۱ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

## ۵۔ اللہ کی طرف سے درود و سلام

۳۲۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ

والہ وسلم) آپ کا رتبہ پوچھا رہا ہے کیا آپ اس بات سے راضی ہیں  
 کہ آپ کا کوئی امتی آپ پر صلوٰۃ بھیجے تو میں اس پر صلوٰۃ بھیجوں اور  
 جو سلام بھیجے اس پر سلام بھیجوں۔ (الدارمی، ۲۷۷۶)

## ۶۔ دس درجات بلند

۳۳۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں پانی کا برتن لے کر  
 حاضر ہو گیا، آپ نے وضو فرمایا اور سجدہ فرمایا میں دُور ہٹ گیا، سر  
 اقدس اٹھا کر فرمایا عمر تم نے بہت اچھا کیا، میرے پاس جبریل امین  
 آئے تھے اور یہ خوش خبری دی

ان من صلی علیک واحده صلی اللہ  
 علیہ عشا اور رفعہ عشر درجات  
 (فضل الصلاة، ۵)

بیشک جس نے آپ پر ایک مرتبہ  
 درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس  
 مرتبہ درود بھیجے گا اور اس کے دس  
 درجات بلند فرمائے گا۔

۳۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے فرمایا:

من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ و  
 ملائکہ علیہ عشا۔

جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود  
 بھیجا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے  
 اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے

اب بندے کی مرضی وہ تھوڑا پڑھتا ہے یا زیادہ (جس قدر زیادہ پڑھے گا اسی قدر اللہ کی رحمتیں حاصل کرے گا۔)

۳۵۔ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۳۶۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر درود پڑھتا ہے

لما تنزل الملائكة تصلي عليه

جب تک وہ مجھ پر درود پڑھتا رہتا ہے فرشتے اس پر درود پڑھتے رہتے

مادام یصلی علی۔

(ابن ماجہ، ۹۰۷)

ہیں۔

(اب بندے کی اپنی ہمت ہے جتنا پڑھے گا اتنی رحمتیں پائے گا)

۳۷، اور ۳۸ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

## ۷۔ دس گناہ بھی معاف

۳۹۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود و سلام پڑھا

صلی اللہ علیہ عشر صلوات و

اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرمادے گا۔

معی عنہ عشر سیئات۔

(النسائی، ۳۱-۵۰)



## ۸۔ درود کفارہ ہے

۴۰۔ انہی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا  
مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔

فان الصلاة على كفارة لکم  
(الترغیب لابى القاسم)  
بے شک مجھ پر درود بھیجنا تمہارے  
لیے کفارہ ہے۔

اور جو مجھ پر ایک دفعہ صلاۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ  
رحمت فرماتا ہے۔

## ۹۔ درود زکوٰۃ ہے

۴۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے فرمایا مجھ پر درود و سلام پڑھا کرو۔

فان صلاة على زكاة لکم  
(ابن ابی شیبہ، ۲، ۸۷۰)  
مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لیے  
زکوٰۃ ہے۔

## ۱۰۔ دس نیکیاں بھی

۴۲۔ حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا جس اُمتی نے بھی حُسن نیت کے ساتھ مجھ پر ایک دفعہ درود  
پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

وکتبت له بها عشر درجات ويرفع  
 بها عشر درجات وهى عنه بها  
 عشر سيئات -  
 (النساء، ۶۵) دس خطائیں مٹادی جاتی ہیں۔  
 اور اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی  
 جاتی ہیں اور اس کے دس درجات  
 بلند کر دیے جاتے ہیں اور اس کی

۴۳۔ اس روایت کا بھی یہی مفہوم ہے۔

۴۴۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم کی خدمت اقدس میں آیا، آپ نہایت ہی خوش و خرم اور آپ کا چہرہ  
 کھلھلا رہا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 انك لعلی حال ما رأيتك علی مثلها آپ کو اس حال میں میں نے کبھی  
 نہیں دیکھا

آپ نے فرمایا میں کیوں نہ خوشی کا اظہار کروں ابھی میرے پاس جبریل  
 آئے تھے اور کہہ گئے ہیں کہ اپنی امت کو یہ خوشخبری دے دو جو آپ پر  
 درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دے گا، دس درجات  
 اس کے بلند ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اس کی مثل رحمت  
 نازل فرمائے گا اور مجھ پر روز قیامت پیش کیا جائے گا۔ (طبرانی، ۴۷۲۱)

۴۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں داخل ہوئے میں بھی پیچھے ہو لیا۔ آپ  
 نے فرمایا ابھی جبریل میری ملاقات کے لیے آئے تھے اور پیغام دے گئے

ہیں اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے کہ جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھے گا اس پر اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی رحمتوں کا نزول فرمائے گا۔ (مسند ابویعلیٰ، ۸۶۹)

۴۶۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ (ابن ابی شیبہ، ۸۷۰)

۴۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ  
نقل کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طویل سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر وجہ پوچھی تو فرمایا جبریل آئے تھے اور انہوں نے بتایا ہے جو آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور جو سلام پڑھتا ہے اس پر وہ سلام بھیجتا ہے۔

فسجدت لله عزوجل شكراً میں نے بطور شکر یہ سجدہ کیا ہے۔

۴۸۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے باری تعالیٰ کے حضور اس لیے سجدہ کیا ہے جو جس قدر مجھ پر درود پڑھے گا اللہ کے فرشتے اس پر اسی قدر درود پڑھیں گے اب آدمی کی مرضی وہ کثرت کرے یا کمی۔

۴۹۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر تشریف لائے تو آپ کے چہرہ اقدس پر خوشی کے

آثار تھے ہم نے عرض کیا آج ہم آپ کے مبارک چہرہ پر بہت ہی خوشی دیکھ رہے ہیں فرمایا ہاں میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے ابھی جبریل آئے تھے اور مجھے پیغام دے گئے ہیں آپ کا جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود و سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (شعب الایمان، ۱۴۶۱)

۵۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے میں اور میرے فرشتے اس پر دس دفعہ درود و سلام کہتے ہیں۔

۵۱۔ عمران بن حمیری کہتے ہیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے مجھے فرمایا کیا میں تجھے وہ بات نہ سناؤں جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سنائی تھی کہ

|  |   |
|--|---|
| ان اللہ عزوجل اعطی ملکاً من الملائکة اسماء الخلائق فهو قائم علی قبری حتی تقوم الساعة فلیس احد من امتی یصلی علی صلاة الا قال۔ یا احمد فلان بن فلان باسمہ واسم ابیہ صلی علیک کذا وکذا فیصلی الرب تبارک و تعالیٰ انه من صلی علی صلواتہ صلی اللہ | اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو تمام مخلوق کے ناموں سے آگاہ فرما رکھا ہے۔ وہ قیامت تک میرے مزار عالی کے پاس کھڑا ہے تم میں سے کوئی جب صلوات پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ مجھے کہتا ہے اے احمد فلاں بن فلاں آپ کی خدمت میں سلام عرض کر رہا ہے پس اللہ تعالیٰ رحمت نازل |
|--|---|

علیہ عشراوان زاد زاد اللہ

فرماتا ہے جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ

دُرود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر

دس مرتبہ پڑھتا ہے۔ اگر وہ زائد

کرے تو اللہ تعالیٰ بھی زائد کرتا ہے۔

عزوجل -

(مسند بزار، ۱: ۲۳۶)

## دس غلاموں کی آزادی

۵۲ - حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی مجھ پر ایک دفعہ دُرود پڑھا اللہ تعالیٰ

اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اس کی دس برائیاں معاف فرما

دیتا ہے اس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔

وکن به عدل عشرا اور یہ دس غلاموں کی آزادی کے

قاب - (جلاء الافہام) برابر ہے۔

۵۳ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ دُرود و سلام پڑھا اللہ تعالیٰ اس

پر دس مرتبہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

۵۴ - اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۵۵ - حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک دفعہ دُرود پڑھا اس پر

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اب بندے کی مرضی وہ اس میں کثرت کرے یا کمی۔

۵۶۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ہنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ انعام عطا فرمایا ہے کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا میں اس پر دس مرتبہ پڑھوں گا۔  
۵۷۔ انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اس بات پر سجدہ شکر کیا کہ جبریل نے خبر دی کہ جو آپ پر درود و سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

## ۶۔ ہر وقت درود و سلام

۵۸۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا

اذ رأیت ان جعلت صلاتی کلھا  
صلاة علیک؟  
کیا آپ اس بات کی اجازت عطا فرماتے ہیں کہ میں اپنی ہر دعا کی جگہ آپ پر صلاۃ و سلام پڑھوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا  
اذن یکفیک اللہ ماہمک من  
امر دنیاک و آخرتک (الترمذی)  
تب اللہ تعالیٰ تیری دنیا و آخرت کی مشکلات آسان فرمادے گا۔

۵۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل شطر صلاتی دعاء لك؛

میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر  
درود و سلام کو اپنی دعا کا حصہ  
بنانا چاہتا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذن يكفيك الله هم الدنيا والاخرة تب الله تعالى تيري دنيا و آخرت  
(الکامل، ۵: ۱۶)

کی مشکلات آسان فرمادے گا۔

۶۰۔ حضرت یحییٰ بن جبان اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی

نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ

اجعل نصف صلواتی لك؛ میں نصف دعا درود و سلام

کر لوں؟

آپ نے فرمایا ہاں اگر تو چاہتا ہے تو کر لے۔ عرض کیا اگر میں دو تہائی

کر دوں فرمایا پھر بھی درست ہے عرض کیا

فصلاتی کلمہ؟ میری تمام دعا درود و سلام ہی ہوگا

آپ نے فرمایا؛

اذن يكفيك الله ما همك من اللہ تعالیٰ تیری دنيا و آخرت کے تمام

معاملات پر کافی ہے۔

امر دنياك و آخرتك

## ۷۔ صبح و شام درود و سلام

۶۱۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من صلی علی حین یصبح عشرا  
وحین یمسی عشرا درکتہ شفاعتی  
یوم القيامة۔ (جلاء الافہام، ۱۲۷)

جو شخص مجھ پر صبح کے وقت دس مرتبہ  
اور شام کو دس مرتبہ درود بھیجے گا وہ  
قیامت کے روز میری شفاعت پا  
لے گا۔

۶۲۔ حضرت ابو کابل رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے مجھے فرمایا اے ابو کابل اچھی طرح جان لو  
من صلی علی کل یوم ثلاث مرات  
وکل لیلة ثلاث مرات حباً وشوقاً  
الی کان حقاً علی اللہ ان یغفرلہ  
ذنوبہ تلک اللیلة وذلک الیوم۔  
(المعجم الکبیر، ۱۸ : ۹۲۸)

جو بندہ مجھ پر ہر دن تین مرتبہ اور ہر  
رات تین مرتبہ محبت اور شوق کے  
ساتھ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ  
پر حق ہے کہ وہ اس بندے کے  
گناہ اس دن اور اس رات بخش  
دے۔

## ۸۔ جمعہ کے دن درود و سلام

۶۳۔ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ



علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ان من افضل ايامكم يوم الجمعة

سب سے افضل دن جمعہ ہے اس

میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی

اسی میں صور ٹھونکا جائیگا اسی میں حشر

ہوگا۔ اس دن مجھ پر کثرت کے

ساتھ درود و سلام پڑھو۔

بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش

کیا جاتا ہے۔

فيه خلق آدم عليه السلام وفيه

النفخة وفيه الصعقة فاكثروا

علي فيه من الصلوة۔

فان صلاتكم معروضة علي

ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ

آپ کی خدمت میں صلوة و سلام کیسے

پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ کا

جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔

كيف تعرض عليك وقد ارميت

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء

کرام کے اجسام مقدسہ کا کھانا حرام کر دیا

ہے۔

ان الله عز وجل حرم على الارض

ان تأكل اجساد الانبياء

(البوداد، ۱۰۴۷)

۶۴۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود و سلام پڑھو

فانہ لیس یصلی علی احد الا  
عرضت علی صلاتہ - پس جو شخص بھی مجھ پر درود بھیجتا  
ہے وہ مجھ پر پیش کر دیا جاتا ہے۔

## ۹۔ درود نہ پڑھنے والا برباد ہو جائے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ برباد ہو جائے  
ذکرت عندہ فلم یصل علی جس کے پاس میرا تذکرہ ہوا اور اس  
نے درود نہ پڑھا۔

اور وہ شخص بھی تباہ ہو جائے جس نے والدین کو بڑھاپے میں پایا مگر  
ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا اور وہ شخص بھی ہلاک ہو  
جائے جسے رمضان ملا اور چلا گیا مگر وہ اس میں اپنی مغفرت و بخشش  
نہ کروا سکا۔

۶۶۔ اس روایت کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۶۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرائیل آئے اور کہا بے نعت ہے  
وہ شخص جس کے پاس

ذکرت عندہ فلم یصل علیک آپ کا ذکر مبارک ہوا اور اس نے  
آپ پر درود نہ پڑھا۔

۶۸۔ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا  
 آمین (قبول فرما) اور فرمایا بجزیرلی میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا  
 من ذکرت عندہ فلم یصل علیک جس کے پاس آپ کا ذکر کیا گیا اور  
 فابعدہ اللہ ثم البعدہ فقلت آمین اس نے آپ پر درود نہ بھیجا وہ اللہ  
 (مسند بزار، ۲۱۵۲)  
 کی رحمت سے دور ہو تو آپ نے  
 آمین کہا۔

## ۱۰۔ دیگر رسولوں پر سلام

۶۹۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذا صلیتم علی المرسلین فصلوا  
 علی معہم فانی رسول من  
 المرسلین۔  
 جب تم رسل عظام پر درود بھیجو  
 تو ان کے ساتھ مجھ پر بھی درود  
 بھیجو بیشک میں رسولوں میں سے  
 ایک رسول ہوں۔

۷۰۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم نے فرمایا

اذا سلمتم علی فسلموا علی  
 المرسلین۔ (ابن کثیر، ۲۶: ۴)  
 جب تم مجھ پر سلام پڑھو تو تمام  
 مرسلین پر بھی پڑھو۔

۷۱۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

وَأَلَّوْا سَلَامًا نَفْسًا فِي رُحْمِ رَبِّكَ يَبْلُغُونَ أَجْلَهُمْ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا لَهُمُ الْوِسْمَ وَالْوَاسِمَةَ وَمَنْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ عَمَلًا إِنَّا نَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ نَشَاءُ وَإِلَىٰ عِندِ رَبِّنَا الْمَصِيرُ

وَأَلَّوْا سَلَامًا نَفْسًا فِي رُحْمِ رَبِّكَ يَبْلُغُونَ أَجْلَهُمْ وَمِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا لَهُمُ الْوِسْمَ وَالْوَاسِمَةَ وَمَنْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ عَمَلًا إِنَّا نَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ نَشَاءُ وَإِلَىٰ عِندِ رَبِّنَا الْمَصِيرُ

فاجعلوني في اول الدعاء في وسطه پس تم مجھے دعاء کی ابتدا اور درمیان  
ولا تجعلوني في آخره میں یاد کرو اور دعاء کے آخر میں نہ

(مصنف عبدالرزاق - ۳۱۱۷) لے جاؤ۔

## ۱۱۔ آپ کے لیے مقام وسیلہ کی دعا پر اجر

۷۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ مانگا کرو  
عرض کیا گیا وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا

اعلى درجة في الجنة لا ينالها الا رجل وارحوان اكون انا هو  
وسيلة جنت میں ایک بلند درجہ  
ہے جو ایک ہی شخص کو ملے گا میں  
امید کرتا ہوں کہ وہ شخص میں ہی  
ہوں گا۔

(مسند احمد، ۲: ۳۶۵)

۷۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقام وسیلہ  
طلب کیا کرو۔

فمن سألها في الدنيا كنت له  
شاهداً أو شفيحاً يوم القيامة  
(فضل الصلاة، ۴۸)

پس جو میرے لیے دنیا میں مقام  
وسیلہ طلب کرے گا میں بروز قیامت  
اس کے لیے گواہ اور شفاعت  
کرنے والا ہوں گا۔

۴۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے  
رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا میرے لیے اللہ تعالیٰ سے  
وسیلہ مانگا کرو۔

فانها منزلة في الجنة لعبد من  
عباد الله وار جوان اكون انا هو  
من سألها لي حلت له شفاعتي  
يوم القيامة۔

وہ جنت میں اللہ کے کسی بندے  
کا مقام ہے اور میں امید کرتا ہوں  
وہ میں ہی ہوں جس نے بھی میرے  
لیے اس کی دعا کی اس کے لیے میری  
شفاعت ہے۔ (اعلم، ۲۸۴)

## ۱۲۔ اذان کے بعد دعا و وسیلہ

۴۵۔ حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
جب اذان سنتے تو اس کے بعد یہ دعا کرتے

اللهم رب هذه الدعوة التامة  
والصلوة القائمة۔ صل على محمد  
واعطه سؤله يوم القيامة۔

اس دعوت کاملہ اور نماز قائمہ کے  
مالک سیدنا محمد پر رحمت کا نزول  
فرما اور قیامت کے دن اس کی دعا

۷۶۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اذان سن کر دعا وسیلہ پڑھی قیامت کے روز اسے میری شفاعت حاصل ہوگی۔ (مسند احمد ۳: ۳۵۴)

۷۷۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن سے اذان سنو تو اس کے ساتھ کلمات کو دہراؤ

ثم صلوا علی فانہ من صلی علی  
صلاة صلی اللہ علیہ عشا۔  
پھر مجھ پر درود پڑھو پس جو مجھ پر  
درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس  
رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو، وہ جنت میں سب سے اعلیٰ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی منتخب بندے کو نصیب ہوگا، میں امید کرتا ہوں وہ میں ہی ہوں جس نے بھی میرے لیے مقام وسیلہ کی دعا کی اس کے لیے میری شفاعت ہے۔

۷۸۔ حضرت روایف بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے بھی اذان سنی اور یہ دعا کی

اللہم صل علی محمد وانزلہ  
المقعد المقرب عندک وجبت  
اے اللہ حضور پر رحمتوں کا نزول  
فرما اور انہیں اپنے ہاں سب سے

لہ شفاعتی - (مسند احمد ۴: ۱۰۸) بلند درجہ عطا فرماتا تو اس کے لیے  
شفاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

### ۱۳۔ مسجد میں آتے جاتے درود و سلام

۷۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے فرمایا جب تم مسجد میں داخل ہونے لگو

فلیصل علی      تو مجھ پر درود پڑھو

اور پڑھو

اللہم افتح لی ابواب رحمتک      اے اللہ مجھ پر اپنی رحمت کے  
دروازے کھول دے۔

اور جب مسجد سے نکلنے لگو تو

فلیصل علی النبی      اپنے نبی پر پھر درود پڑھو

اور یہ کہو اے اللہ

اعصمنا من الشیطان      ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا  
(ابن ماجہ، ۴۷۳)

### ۱۴۔ وضو اور درود و سلام

۸۰۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی سے بیان کرتے

ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لا وضوئین لم یصل علی      جس نے مجھ پر درود نہ پڑھا اس کا

## ۱۵۔ کان کے کس ہونے پر درود

۸۱۔ حضرت ابو زافع اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کان سُن ہو جائے تو

فلیصل علی

مجھ پر درود و سلام پڑھے

اور یہ کہے

ذکر اللہ بخیر من ذکرنی  
(المعجم الکبیر، ۹۵۸)

جو اللہ کو یاد کرتا ہے اُسے اللہ بہتر  
یاد فرماتا ہے۔

## ۱۶۔ دُعا اور درود و سلام

۸۲۔ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو نماز میں حمد باری تعالیٰ اور درود و سلام کے بغیر دُعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا تو نے جلدی کی ہے پھر بلا کر اُسے طریقہ دُعا تلقین فرمایا۔ (ابوداؤد، ۱۳۸۱)

## ۱۷۔ درود و سلام جھولنے والا جنت کا راستہ بھول گیا

۸۳۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:



من ذكرت عنده نفسي الصلاة

جس کے پاس میرا ذکر ہوا اس نے

خطی طریق الجنة يوم القيامة -

درود نہ پڑھا وہ قیامت کے دن جنت

(فضل الصلاة، ۴۱)

کا راستہ مجھول جائے گا۔

## ۱۸۔ اجتماع اور درود و سلام

۸۴۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلساً لا يصلون

جو لوگ کسی بھی اجتماع سے بغیر درود و

على رسول الله الا كان عليهم

سلام پڑھے متفرق ہو جاتے ہیں اگرچہ

حيرة وان دخلوا الجنة لما

وہ جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر

يرون من الثواب

افسوس کرتے رہیں گے جب اس کا

(فضل الصلاة، ۵۵)

ثواب دیکھیں گے۔

۸۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا

ما جلس قوم مجلساً فاطاوا

جو لوگ کسی طویل مجلس و اجتماع سے

الجلوس ثم تفرقوا قبل ان يذكروا

ذکر الہی اور درود و سلام کے بغیر

الله عز وجل او يصلوا على

جدا ہو جائیں انہیں اس پر افسوس ہو

نبیہم الا كانت عليهم من الله

گا، اللہ چاہے انہیں عذاب دے

ترة ان شاء عذبهم وان شاء  
غفر لهم۔ (ابوداؤد، ۴۸۵۵)

## ۱۹۔ غیر نبی کے لیے دُعا

۸۶۔ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کی ہمارے ہاں تشریف آوری ہوئی تو فرمایا السلام علیکم ورحمۃ  
اللہ پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا فرمائی

اللہم اجعل صلواتک ورحمتک اے اللہ سعد بن عبادہ پر اپنی رحمتوں  
علی سعد بن عبادہ (ابوداؤد، ۵۱۸۵) کا نزول فرما۔

انہی سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لیے  
دُعا کی

اللہم صل علی الانصار وعلی ذریۃ اے اللہ انصار پر اور ان کی اولاد  
ذریۃ الانصار (طبرانی، ۸۹۰) در اولاد پر رحمتیں نازل فرما۔

۸۹۔ حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے ہے جب کوئی شخص آپ  
کی خدمت میں مالی صدقہ پیش کرتا تو آپ اس کے لیے دُعا فرماتے جب  
میں صدقہ لے کر حاضر ہوا تو یہ دُعا دی۔

اللہم صل علی ال ابی اوفی اے اللہ آل ابی اوفی پر رحمت بھیج  
(مسند احمد، ۴: ۳۵۳)

۹۰۔ اس کا مفہوم بھی یہی ہے۔

۹۱۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہے جو لوگ مجلس سے جدا ہو  
گئے نہ انہوں نے وہاں اپنے اللہ کا ذکر کیا اور نہ اپنے نبی پر درود و  
سلام عرض کیا تو وہ مجلس روز قیامت پریشانی کا باعث بنے گی۔  
(المعجم الکبیر، ۷۷۵۱)

---

حدیث تو سئل آدم علیہ السلام  
ہرگز موضوع نہیں

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیک لاہور

042,35300353...0300.4407048



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام اُمت کے اہل علم نے یہ بیان کیا اور تسلیم کیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں اس کے حبیب سیدنا محمد ﷺ کی ذات کا وسیلہ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس وسیلہ کی برکت سے ان کی توبہ قبول کی۔

اُمتِ مسلمہ نے حضور ﷺ کے جواز وسیلہ پر اس مبارک حدیث کو ہمیشہ بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مثلاً امام مالک رحمہ اللہ سے خلیفہ وقت منصور نے پوچھا میں روضہ نبوی پر حاضری دیتے وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کر کے دُعا کروں یا قبلہ کی طرف؟ تو انہوں نے فرمایا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے مقام عالی سے آگاہ کر دیتا ہوں اس کے بعد فیصلہ خود کر لینا کہ منہ کس طرف کرنا ہے، آپ ﷺ کی شان اقدس یہ ہے:

هو وسليتك ووسيلة والدك آدم علي السلام  
آپ ﷺ تمہارے وسیلہ بلکہ تمہارے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہیں۔

اس میں امام مالک رحمہ اللہ نے اسی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔  
اس روایت سے اہل علم کا استدلال ہی واضح کر دیتا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور من گھڑت نہیں ورنہ امام مالک جیسے آئمہ دین اس سے استدلال نہ کرتے اور جس روایت سے آئمہ امت استدلال کریں گویا اس کی صحت پہ ان کا اتفاق ہے

### اہل بدعت کا انکار

ہمارے دور کے کچھ اہل بدعت نے اپنی کم علمی اور کج فہمی کی وجہ سے اس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور اپنی رائے و تحقیق کو تمام اُمت پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں چونکہ عوام ان چیزوں سے آگاہ نہیں لہذا وہ پریشان ہو جاتے ہیں آئے دن میری نظر سے ایسے مضامین گزرے جن میں اس حدیث کو من گھڑت قرار دینے پر ہی زور دیا گیا تھا

بعض احباب مثلاً الحاج شوکت علی سرپرست جامع مسجد شادمان نے بھی اس کا ذکر کیا اور اصل صورت حال اشکار کرنے کا بھی کہا کئی دفعہ سوچا کہ اس پر لکھوں گا اور یہ واضح کروں گا کہ یہ روایت ہرگز ہرگز موضوع نہیں ہاں یہ ضعیف بلکہ حسن لغیرہ ہے۔ جس سے استدلال بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ اُمت کے آئمہ اس سے استدلال کرتے رہے مگر دیگر مصروفیات کی وجہ اس پر نہ لکھ سکا۔

کافی عرصہ پہلے سے عظیم محدث امام عبداللہ صدیق الغماری (م۔ ۱۴۱۳ھ) کی اس روایت پر علمی تحقیق مطالعہ میں تھی اب یہی سوچا کہ اس کا ترجمہ کر دیا جائے تاکہ اہل علم کو اس پر مواد فراہم ہو جائے، انہی کے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید ممدوح نے اپنی رفع المنارۃ فی تخریج التوسل و الزیارة میں بھی اس روایت پر گفتگو کی ہے مگر وہ مختصر ہے لیکن امام غماری کی گفتگو تفصیلی ہے جو ان کی کتاب الرد المحکم المتین علی کتاب القول المبین کے ص ۱۲۲ تا ۱۴۱ تک پھیلی ہوئی ہے آئیے ان کی علمی تحقیق کا مطالعہ کرتے ہیں:

### متعصب کا شبہ

متعصب منکر وسیلہ کہتا ہے کہ امام حاکم، ابن حبان اور صاحب الدر المنثور (امام سیوطی) نے ارشاد الہی فتلقى آدم من ربه کلمات کی تفسیر میں حضرت عبدالرحمن بن زید نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور انہوں نے کھالیا، انہوں نے نگاہ اٹھائی تو باب جنت پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، تو عرض کیا:

اللهم انی توسل الیک بمحمد وال محمد اے اللہ میں تیری بارگاہ میں حضرت محمد ﷺ  
 الا ما غفرت لی اور آل محمد ﷺ کو وسیلہ بناتا  
 ہوں تاکہ تو مجھے معاف کر دے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا

یا آدم من این علمت بمحمد حتی اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حتی  
تسالنی بہ؟ کہ ان کے وسیلہ سے تم نے دعا کی؟

تو عرض کیا میں نے نظر اٹھائی تو جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا:  
انک لم تقرن اسمک الا احب الاسماء تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی نام کو ملایا ہے  
الیک جو تجھے سب سے زیادہ محبوب نام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں نے تمہیں معاف کر دیا۔

قد غفرت لك

اس روایت سے سات کتب حدیث خالی ہیں، امام حاکم نے اپنی اس عادت (کہ وہ  
موضوع احادیث کو صحیح قرار دیتے ہیں) کے مطابق اسے بھی صحیح قرار دے دیا

### چند امور کا تذکرہ

میں کہتا ہوں مخالف کی گفتگو میں ان امور کا تذکرہ ہے۔

### امر اول: ابن حبان کی طرف نسبت غلط ہے

اس نے حدیث کی نسبت امام ابن حبان کی طرف کی ہے حالانکہ یہ نسبت غلط  
ہے کیونکہ امام ابن حبان نے اس روایت کو نقل نہیں کیا نہ صحیح میں نہ ثقات میں اور نہ ضعفاء  
میں۔ البتہ امام طبرانی نے المعجم الصغیر میں، امام حاکم نے مستدرک، امام بیہقی اور امام ابو نعیم  
دونوں نے دلائل النبوة اور امام ابن عساکر نے اسے تاریخ میں نقل کیا ہے:

### امر ثانی: امام سیوطی راوی نہیں

صاحب الدر المنثور کی طرف روایت حدیث کی نسبت کرنا بھی مخالف کے  
نہایت غبی ہونے اور انتہائی جہالت کا پتہ دے رہا ہے اس لئے کہ صاحب الدر  
المنثور اگرچہ حفاظ حدیث بلکہ ائمۃ الحفاظ میں ہیں لیکن وہ اسانید کے ساتھ حدیث  
روایت کرنے والوں میں سے نہیں ہیں مثلاً امام بخاری، امام ابن حبان، ابو نعیم،





Marfat.com

## امر رابع: الفاظ حدیث میں کمی بیشی

اس نے الفاظ حدیث میں کمی بیشی کر دی، ہم اصل کے مطابق حدیث ذکر کیے دیتے ہیں تاکہ اس کی تحریف کا ازالہ کیا جاسکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

یا رب اسالك بحق محمد لما غفرت لی  
اے میرے رب میں محمد کے وسیلہ سے  
عرض کرتا ہوں مجھے تو معاف فرما دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم

کیف عرفت محمداً ولم اخلقه؟  
تم نے انہیں کیسے پہچانا حالانکہ میں نے  
اسے پیدا نہیں کیا۔

عرض کیا جب تو نے اپنے دست اقدس سے مجھے پیدا کر کے میرے اندر اپنی  
طرف سے روح پھونکی تو میں نے سراٹھایا تو  
فرأیت علی قوائم العرش مكتوباً لا اله  
الا الله محمد رسول الله  
تو میں نے پہچان لیا کہ

لم تضيف الی اسمک الا احب الخلق الیک  
تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کو ملایا ہے  
جو تجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صدقته یا آدم انه احب الخلق الی  
اے آدم تو نے سچ کہا ہے یہ مجھے سب سے  
زیادہ محبوب ہیں۔

تو نے ان کا وسیلہ دیا ہے

## امر سادس: امام حاکم پر حملہ

اس متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع احادیث کو لا پرواہی اور عدم سنجیدگی کی وجہ سے صحیح قرار دیتے ہیں، اس کو بڑی جسارت ہے اور یہ اس بات کا مستحق ہے کہ ہم اس کی زباں کھینچ لیں تاکہ یہ امت کے برگزیدہ علماء کے بارے میں ایسے بکو اس نہ کر سکے کیونکہ امام حاکم امت کے جلیل عالم، حافظ کبیر، ان کے صدق و عدالت، علم حدیث کی معرفت اور اس میں تقدم اور امامت پر امت کا اجماع ہے جس کا حافظ ذہبی اور دیگر ان جیسی شان والے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ اس پر یہ دلیل ہی کافی ہے کہ حافظ بیہتی ان کے شاگرد اور تلمیذ میں اور اپنی کتب میں اکثر انہی سے روایت کیا ہے اور ان کا اسم گرامی ابو عبد اللہ حافظ لکھتے ہیں اگر وہ عدم سنجیدگی کی وجہ سے موضوع احادیث کو صحیح قرار دیا کرتے تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے؟

اگر انہیں ایسا کہنا درست اور ان سے یہ ثابت ہوتا تو پھر ان کے فسق و جہالت پر اجماع ہوتا کیونکہ انہوں نے دانستہ طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف کذب کی نسبت کی حالانکہ ایسی بات کا اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام انکار کرتے ہیں۔

بندہ محسوس کرتا ہے کہ یہ متعصب اس خیال میں ہے کہ وہ ایسے اوباش لوگوں کے درمیان ہے جو طوطے کی طرح کسی کی تلقین پر اسے گالی دے اور اس پر لعنت کرے تو یہ سب و شتم اور لعنت کرنے والا ہے تو اس نے امام حاکم کے حق میں ایسی جسارت کا ارتکاب کیا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے امام کبیر اور سنت نبوی ﷺ کے ایک حافظ پر خطرناک حملہ کیا کیونکہ امت میں اگر متعصب جیسا کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ مستدرک جیسی کتاب لانے سے عاجز ہوگا اگرچہ لوگ ایک دوسرے سے معاون بن جائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اور اسے ہدایت کی توفیق دے۔ آمین

## امر سابع: حافظ ابن حجر کی تحقیق

اس کا یہ دعویٰ بھی بڑی جہالت ہے کہ امام حاکم موضوعات کو صحیح قرار دینے میں

سنجیدہ نہیں حافظ ابن حجر نے امام موصوف کی طرف اس تساہل کی نسبت کی تحقیق کی ہے جو معروف اور متداول کتب مصطلحات میں مذکور ہے۔

### امام سیوطی کی گفتگو

امام سیوطی نے تدریب الراوی میں المستدرک اور اس کے مصنف کے تساہل پر لکھا کہ انہوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور وہ اس کی تنقیح کا ارادہ رکھتے تھے کہ ان کا وصال ہو گیا اور لکھا۔

میں نے المستدرک کے چھ اجزاء میں سے تقریباً دوسرے جز کے نصف کے قریب تک امام حاکم کی املا پائی ہے اور لکھا:

اس کے علاوہ کتاب ان سے بطور اجازہ حاصل ہے اور لکھا:

املا شدہ حصہ میں باقی حصہ کی نسبت تساہل بہت کم ہے۔

تم نے دیکھا حافظ موصوف نے یہ حقیقت اشکار کر دی کہ تساہل کا سبب تنقیح کتاب سے پہلے امام حاکم کا وصال کر جانا ہے اور انہوں نے یہ تصریح کر دی کہ املا والے اور تنقیح کردہ حصہ میں بہت ہی کم تساہل ہے یہاں اس مشہور و شعر کا ذکر خوب رہے گا۔

اذ قالت حزام فصد قوها فان القول ما قالت حزام

اس تحقیق کے بعد کوئی بھی امام حاکم کی طرف تساہل یا لاپرواہی کی نسبت کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا مگر وہ جو اس متعصب کی طرح جہالت کے گڑھے میں گرا ہوا ہو۔  
وبالله التوفيق۔

### امر ثامن

متعصب کا یہ دعویٰ کہ امام حاکم موضوع روایات کو صحیح قرار دینے میں لاپرواہی برتتے ہیں یہ باطل، ہولناک اور لغو بات ہے جو نافع نہیں یہ اس لئے کہ مستدرک میں تمام موضوع روایات جو تقریباً سو ہیں جنہیں حافظ ذہبی نے خاص جز میں جمع کر دیا ہے جس کا حافظ سیوطی نے ذکر کیا، بلاشبہ یہ تعداد کتاب کی ضخامت اور اس میں کثیر روایات کی نسبت

بہت کم ٹھہری بلکہ مستدرک کی تلخیص کرنے والے حافظ ذہبی نے اپنی اسی تحقیق میں لکھا کہ مستدرک میں احادیث ضعیفہ اور موضوع کتاب کا چوتھائی اور باقی تین حصوں کی تمام احادیث صحیح ہیں وہ بخاری شریف کی یا بخاری و مسلم میں سے کسی ایک کی شرائط پر ہیں یا صحیح ہیں اگرچہ ان میں سے کسی کے شرائط پر نہیں ہیں۔

حافظ سیوطی نے التدریب میں لکھا:

امام ابوسعید مالینی کہتے ہیں۔

میں نے امام حاکم کی تصنیف المستدرک کا اول و آخر مطالعہ کیا تو میں نے اس میں کوئی ایسی ایک حدیث نہیں پائی جو بخاری و مسلم کی شرائط پر ہو۔  
اس پر امام ذہبی کہتے ہیں:

هذا اسراف و غلو من المالینی  
یہ مالینی کا غلو اور زیادتی ہے۔

ورنہ اس میں بیشتر احادیث بخاری و مسلم کی شرائط پر اور بیشتر ان میں سے کسی ایک کی شرائط کے مطابق ہیں اور ان کا مجموعہ نصف کتاب بن جاتا ہے، اس میں چوتھائی احادیث کی اسناد صحیح اور ان میں بعض شی ہے اور باقی چوتھائی تقریباً مناکیر اور کمزور ہیں جو صحیح نہیں اس میں بعض موضوعات ہیں،

یہ علمی تحقیق ہے جو اطلاع و معرفت پر مبنی ہے یہ اعلان ہے کہ مستدرک میں کثیر احادیث صحیح کی نسبت ضعیف بہت ہی کم ہیں اور آپ جان چکے کہ موضوع احادیث بہت ہی کم ہیں اور یہ تمام اس متعصب کے کذب اور جہالت پر بہت ہی واضح دلیل ہے۔  
وباللہ التوفیق۔

پھر متعصب نے لکھا:

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے بارے میں لکھا:  
ایک آدمی نے امام شافعی کی موجودگی میں امام مالک سے عبدالرحمن بن زید کے بارے میں پوچھا جو اس حدیث کی سند کا مدار ہے یعنی ان کے علاوہ کسی طریق سے بیہروی نہیں۔

امام مالک نے فرمایا: جب تم پر احادیث کے اسناد میں اشکال ہو تو عبدالرحمن بن زید کے پاس اسے لے جاؤ تو وہ اپنے والد وہ اپنے جد اور حضرت نوح علیہ السلام سے بیان کرتا ہے اور یہ بات کسی اسناد کی تکذیب کے لیے نہایت موثر ہے۔

امام مالک نے یہ بھی فرمایا:

یہ مناکیر روایات لاتا ہے انہوں نے نقل کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے بیت اللہ کا طواف کیا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔

جس طرح امام مالک نے ان کی خوب تکذیب کی ہے اسی طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور تمام ائمہ حدیث نے بھی ان کی تکذیب کی ہے۔

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ اہل علم میں سے کسی نے بھی عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔

حافظ ذہبی نے مستدرک حاکم کی تعلیق جلد ۲ ص ۶۱۵ سطر سات تا ۹ میں لکھا:

امام حاکم نے روایت کو صحیح کہا بلکہ یہ موضوع ہے اس کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ہے اس نے اسے مجہول سے روایت کیا۔

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبدالرحمن بن زید کو خوب و شدید کمزور قرار دیا اور ان پر طعن کے لیے ائمہ سے نقل کیا جو کچھ ہم نے نقل کیا یہ بہت کم ہے جو اس سے اضافہ چاہتا ہے وہ ان کا کلام پڑھے۔

## قابل توجہ چند امور

### امراؤل:

امام مالک سے منقول حکایت میں ردوبدل کر دیا گیا، صواب و درست وہ ہے جس کا میزان اور دیگر کتب نے ذکر کیا کہ:

ایک آدمی نے امام مالک کے سامنے ایک حدیث بیان کی فرمایا یہ حدیث کس نے بیان کی

ہے تو اس نے منقطع سند بیان لی تو امام مالک نے فرمایا تم عبدالرحمن بن زید بن اسلم کے پاس جاؤ وہ تمہیں اپنے والد اور حضرت آدم علیہ السلام کے حوالہ سے حدیث بیان کریں گے

## امر ثانی

یہ حکایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی تکذیب پر دلیل نہیں بن سکتی جیسے اس ہٹ دھرم کا گمان ہے اور یہ اپنے اس گمان میں کاذب اور جھوٹا ہے۔

اس حکایت کا معنی یہ ہے کہ امام مالک عبدالرحمن بن زید بن اسلم کو حدیث میں متقن نہیں جانتے اور یہ غفلت اور عدم اتقان میں یہاں تک ہیں کہ وہ متون کو ایسی منقطع سند سے روایت کر دیتے ہیں جن میں انقطاع نہایت ہی ظاہر ہے اور اس میں یہ امتیاز نہیں کرتے کہ اس میں سے کون صحیح ہے اور کون صحیح نہیں۔ عبارت مذکورہ سے امام مالک کی یہی مراد ہے اور اس کے علاوہ معنی درست نہیں۔

اس پر پہلی دلیل یہ ہے کہ عبدالرحمن بن زید کی کسی نے کذب کی طرف نسبت نہیں کی نہ امام مالک نے ایسا کیا اور نہ ہی نہ ایسا کسی دوسرے امام نے کیا ہے بلکہ اہل علم نے انہیں عابد و زاہد قرار دیا ہے جیسا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے آرہا ہے۔

## دوسری دلیل

اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خالد بن خراش نے بیان کیا ہے کہ مجھے داوردی، معن اور اہل مدینہ کے اکثر علماء نے کہا کہ عبدالرحمن کے پاس نہ جاؤ وہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں لیکن ان کے بھائی عبداللہ کے پاس جاؤ۔

یہ گفتگو واضح کر رہی ہے کہ عبدالرحمن اپنے شہر کے لوگوں کے ہاں ہماری مذکورہ بات غفلت اور عدم اتقان میں معروف تھے۔ بلاشبہ امام مالک مدینہ طیبہ میں رہتے تھے اور ممکن ہے وہ ان میں شامل ہوں جنہوں نے خالد بن خراش کی رہنمائی کی جیسا کہ ان کا قول اکثر اہل مدینہ کا ظاہر بتا رہا ہے تو متعین ہو گیا کہ ان کی سابقہ عبارت سے وہ ہی مراد ہے جو کہ ہم نے ذکر کیا نہ کہ وہ جیسے اس ہٹ دھرم نے سمجھا۔

## امر ثالث

اس ضدی کے یہ الفاظ کہ

امام مالک رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ منا کیر احادیث روایت کرتا ہے انہوں نے کشتی نوح علیہ السلام کے بارے میں بیان کیا کہ اس نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔

یہ اس ضدی کا صراحتہ جھوٹ ہے امام مالک نے ایسی گفتگو ہرگز نہیں کی اور نہ حافظ ابن حجر نے اسے تہذیب التہذیب میں نقل کیا جس سے اس ضدی نے نقل کیا ہے اور اس کا ذکر ذہبی نے میزان میں بھی نہیں کیا بلکہ ہم ایسی کوئی شے کتب رجال میں نہیں جانتے جیسے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے واضح ہو جائے گا۔

## امر رابع

اس ضدی کا کہنا کہ

امام مالک نے اس کی خوب تکذیب کی اور اس طرح امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور عام آئمہ محدثین نے بھی اس کی تکذیب کی ہے۔

یہ بھی جھوٹ ہے نہ امام مالک نے عبدالرحمن کو کاذب کہا اور نہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور نہ آئمہ حدیث میں سے کسی نے کہا چہ جائیکہ وہ تمام ایسی بات کہیں جھوٹوں پر اللہ کی لعنت

## امر خامس

اس متعصب کا یہ کہنا

حتیٰ کہ حافظ عبدالحق نے راویان حدیث پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم کسی اہل علم کو نہیں جانتے کہ اس نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی حدیث سے احتجاج کیا ہو۔ یہ بھی جھوٹ ہے کیونکہ حافظ عبدالحق نے اس حدیث پر گفتگو ہی نہیں کی اور نہ ہی اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ اس ضدی نے خود گڑھا تا کہ اپنے مذہب کو پختہ کرے اور اگر ضدی یہ کہنے کا ارادہ رکھتا ہے کہ عبدالحق نے کسی اور حدیث پر



گفتگو کی ہے جس کی سند میں عبد الرحمن بن زید ہے تو اس کی یہ عبارت اُس کی تائید اور فائدہ نہیں دیتی۔

### امر سادس

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حافظ عبد الحق سے جو اس نے نقل کیا یہ صحیح ہے۔ اگرچہ اس کا جھوٹا ہونا کئی طرح سے ثابت ہو چکا ہے لیکن اس سے عبد الرحمن بن زید کا کذاب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ان کی عبارت سے نہ بطور مطابقت نہ بطور تضمن اور نہ بطور التزام بلکہ زیادہ سے زیادہ کلام حافظ عبد الحق (اگر صحیح ہو) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبد الرحمن ضعیف ہے اور ضعیف کی حدیث سے احتجاج نہیں کیا جاتا جیسے کہ علم حدیث میں ثابت ہے لیکن کیا ضعیف، کذاب ہوتا ہے حالانکہ ان کے درمیان واضح فرق ہے۔

### امر سابع

مجھ پر اس ضدی کے حافظ عبد الحق سے کلام نقل کرنے اور اس کے اس قدر مبالغہ کرنے سے کہ عبد الرحمن بن زید کی عام آئمہ محدثین نے تکذیب کی ہے یہ اشکار ہوا کہ یہ ضدی الفاظ جرح کا فہم نہیں رکھتا اور نہ ہی جرح کے مراتب میں فرق کر سکتا ہے جیسا کہ اس فن کے ماہرین کے ہاں معروف ہیں۔ اس لئے محدثین کے عبد الرحمن بن زید کو ضعیف کہنے سے ضدی یہ سمجھا کہ وہ اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور اسے وضاع کہہ رہے ہیں وہ نہیں جانتا کہ جرح کے مختلف درجات ہیں اور ان کا کسی راوی کے بارے میں یہ قول کہ وہ ضعیف ہے یا اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا ان کے اس قول سے کتنے مراحل و درجات سے زیادہ خفیف ہے کہ وہ اسے کذاب، وضاع اور جرح میں شدید ترین الفاظ استعمال کریں۔ ہماری اس گفتگو سے یہ برہان سامنے آیا کہ یہ ضدی شخص جاہل و خائن ہے اور علم نہیں رکھتا اور کسی شے کے نقل پر امین بھی نہیں اللہ تعالیٰ اسے ہدایت عطا فرمائے

## امر ثامن

اس نے یہ بھی لکھا کہ

حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں عبد الرحمن بن زید کی خوب و شدید تضعیف کی ہے  
اور لکھا

ہم نے جو ان سے نقل کیا ہے یہ نہایت ہی کم اور تھوڑا ہے جو آدمی زیادہ کا  
ارادہ رکھتا ہو وہ ان کی طرف رجوع کرے۔

ہٹ دھرم کی یہ گفتگو کذب بیانی اور قلت حیا پر مشتمل ہے، کذب پر یوں کہ اس کا کہنا  
ہم نے ان سے اخف و کم جرح نقل کی ہے حالانکہ خود پہلے تہذیب التہذیب سے نقل  
کیا کہ امام مالک نے ان کی شدید تکذیب کی، اسی طرح امام شافعی، امام احمد اور  
اکثر آئمہ محدثین نے ان کو جھوٹا قرار دیا، جب یہ نقل کر دیا تو اپنے رب کی قسم کھا کر  
بتاؤ اس تکذیب سے اشد کون سی چیز ہے جو ان کے فسق اور عصیان پر مشتمل ہے؟

شاید اس کی اس سے مراد یہ ہے کہ صاحب تہذیب التہذیب نے آئمہ حدیث  
سے یہ بھی نقل کیا کہ انہوں نے عبد الرحمن کو کافر قرار دیتے ہوئے ملت اسلامیہ سے خارج  
قرار دیا لیکن بدھتہ معلوم ہے کہ ان سے ایسا کچھ بھی صادر نہیں ہوا تو واضح ہو گیا کہ  
ضدی، اخف کہنے میں کاذب ہے کیونکہ کذب سے اخف کچھ نہیں۔

ضدی کے کلام میں دوسرا کذب یہ ہے کہ اس کا یہ کہنا جو ہم نے اس کے  
بارے میں نقل کیا وہ اخف و کم ہے تقاضا کر رہا ہے کہ حافظ عبد الحق کی گفتگو بھی تہذیب  
التہذیب میں موجود ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں اس چھوٹے سے جملہ کو دیکھو جو بار بار کذب  
بیانی پر مشتمل ہے تو ہمارا یہ کہنا درست و حق ہے کہ یہ ہٹ دھرم جو امع الکذب (کذب  
کے جامع کلمات) سے مزین ہے

قلت حیا یوں ہے کہ لکھتا ہے

جو اس سے زائد چاہتا ہے تو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرے، اس نے

تہذیب التہذیب کا حوالہ دیا حالانکہ وہ جانتا ہے کہ کتاب پر مطلع شخص کے سامنے اس کی بے عزتی ہوگی اور اس کا جھوٹا ہونا واضح ہو جائے گا تو اس سے بڑھ کر بھی بے حیائی اور ڈھیٹ پن ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے ہی سلامتی اور عافیت کی دعا ہے۔

## امر تاسع

اس متعصب نے عبد الرحمن بن زید کے حالات میں کذب بیانی سے کام لیا اور اسے تہذیب التہذیب کی طرف منسوب کیا اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ وہاں سے الفاظ کتاب نقل کر دیں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے اور بات کھل کر سامنے آ جائے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ واللہ الموفق۔

حافظ ابن حجر کی تہذیب التہذیب میں ان کے بارے میں یہ عبارت ہے۔  
عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی مولا ہم مدنی، یہ اپنے والد، ابن منکدر، صفوان بن سلیم اور ابو حازم بن سلمہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ابن وہب، عبد الرزاق، کعب، ولید بن مسلم، ابن عیینہ، عیسیٰ اغنخار، ہارون بن صالح الطھرہب بن سعید بن عطیہ سلمی، ابو مصعب زبیری، سوید بن سعید حدثانی، محمد بن عبید المحاربی عیسیٰ بن حماد زغبہ اور دیگر روایت کرتے ہیں اور اس سے مالک بن مغول اور یونس بن عیینہ روایت لیتے ہیں حالانکہ یہ دونوں ان سے بڑے ہیں اور زہیر بن محمد العیسیٰ اور مرحوم بن عبد العزیز العطار نے ان سے روایت لی حالانکہ یہ دونوں ان کے معاصر ہیں، ابو طالب نے احمد سے انہیں ضعیف نقل کیا، ابو حاتم کہتے ہیں میں نے امام احمد سے زید کی اولاد کے بارے میں پوچھا کہ تمہیں ان میں سے کوئی پسند ہے فرمایا، اسامہ، عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا عبد اللہ پھر عبد الرحمن تو فرمایا یہ عبد اللہ کی مثل و برابر نہیں اور اس کا معاملہ تھوڑا سا ضعیف ہے، عبد اللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے والد گرامی کو عبد الرحمن کو ضعیف قرار دیتے ہوئے سنا اور فرمایا اس نے یہ منکر حدیث روایت کی ہے

احلت لنا مبتتان و دمان۔ (ہمارے لئے دو اموات اور خون حلال کیے گئے ہیں)۔  
 نوٹ: یاد رہے یہ بھی روایت حسن ہے اور اس کے طرق پر آگاہی سے یہی معلوم و واضح ہے۔  
 عمرو بن علی (فلاس) کہتے ہیں میں نے عبد الرحمن بن مہدی کو ان سے حدیث  
 بیان کرتے سنا دوری نے ابن معین سے نقل کیا اور اس کی حدیث کوئی حیثیت نہیں رکھتی،  
 امام بخاری اور امام ابو حاتم کہتے ہیں علی بن مدینی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بھی  
 کہا کہ میں عبد الرحمن سے حدیث بیان نہیں کرتا، عبد اللہ ان سے افضل ہیں، نسائی اسے  
 ضعیف کہتے ہیں، ابن عبد الحكم کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے سنا کہ ایک آدمی نے  
 امام مالک کے سامنے منقطع روایت بیان کی تو فرمایا عبد الرحمن بن زید کے پاس جاؤ وہ  
 تمہیں اپنے والد اور حضرت نوح علیہ السلام سے روایت بیان کریں گے۔

خالد بن خراش کا بیان ہے کہ واور دی، معن اور عام ائمہ اہل مدینہ نے کہا عبد  
 الرحمن کے پاس مت جاؤ وہ نہیں جانتے وہ کیا کہہ رہے ہیں ہاں ان کے بھائی عبد اللہ کے  
 پاس جایا کرو۔ ابو زرعہ نے ضعیف کہا، ابو حاتم کہتے ہیں حدیث میں تو قوی نہیں۔ ذاتا  
 نہایت صالح مگر حدیث میں کمزور تھے۔ دوسرے مقام پر لکھا یہ مجھے ابن ابی الرجال سے  
 زیادہ پسند ہیں، ابن عدی کہتے ہیں ان سے احادیث حسان مروی ہیں لوگوں کا ان کے  
 بارے میں اختلاف ہے، بعض نے انہیں سچا و صادق قرار دیا مثلاً حضرت معن نے ان  
 سے احادیث لکھی ہے بخاری کہتے ہیں مجھ سے ابراہیم بن حمزہ نے بیان کیا کہ یہ ۱۸۲ ہجری  
 میں فوت ہوئے ہیں۔

میں کہتا ہوں، ابن حبان کہتے ہیں یہ روایات میں قلب سے کام لیتے ہیں اور اس کا  
 علم نہیں رکھتے حتیٰ کہ ان کی روایات میں کثرت کے ساتھ مراہیل، مرفوع اور موقوف مسند  
 ہو گئیں تو یہ ترک کے مستحق ٹھہرے، ابن سعد کہتے ہیں کثیر الحدیث اور بہت زیادہ ضعیف  
 ہیں، ابن خزیمہ کا کہنا ہے کہ یہ ان میں سے نہیں جن کی حدیث سے اہل علم احتجاج کریں  
 کیونکہ ان کا حافظہ کم تھا ان کا شعبہ عبادت اور زہد ہے اور یہ ماہرین حدیث سے نہیں

ساجی کہتے ہیں ہمیں ربیع نے انہیں امام شافعی نے بیان کیا کہ عبد الرحمن بن زید سے پوچھا گیا کہ تمہارے والد نے تمہارے دادا سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کشتی نوح علیہ السلام نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پاس دونوں اہل پڑھے کہنے لگا، ہاں، ساجی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ حدیث کے ماہرین کے ہاں ان کی حدیث نہایت ضعیف ہے، حربی نے کہا دیگر اس سے زیادہ ثقہ ہیں حاکم اور ابو نعیم نے کہا یہ اپنے والد سے موضوع روایات نقل کرتا ہے۔ ابن جوزی نے لکھا، اس کے ضعف پر علماء کا اجماع ہے۔

ہم نے تہذیب الہندیہ سے من وعن نقل کر دیا ہے اس میں ایک حرف کی بھی کمی نہیں کی اس میں ان کے ضعف ہونے پر کثیر نصوص ہیں مگر ایسی کوئی چیز نہیں جو عبد الرحمن کے کاذب ہونے یا حدیث گھڑنے والا ہونے پر شاہد ہو بلکہ یہاں اس کے برعکس نصوص و تصریحات ہیں جو اس کے صدق، صالحیت، عابد اور زاہد ہونا بتا رہی ہیں اور سوء حفظ اور غفلت کی وجہ سے اس میں ضعف ہے لیکن اس ضدی نے کیا بنا لیا؟ اور کیا کہہ دیا؟ جس حدیث ضعیف کے حوالہ سے امام شافعی نے اس کا ذکر کیا اس کا اس مسئلہ سے تعلق ہی نہیں کیونکہ اس حدیث کو عبد الرحمن نے اپنے والد اور دادا کے حوالہ سے منقطع سند کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے دادا کے درمیان طویل مسافت ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں اونٹ ہلاک ہو جائیں، بلاشبہ اس کثیر انقطاع کے وقت کسی کاذب نے الفاظ وضع کیے اور عبد الرحمن بن زید تک پہنچی تو انہوں نے سننے کے مطابق اسے بیان کر دیا اور اس میں انقطاع اور نکارت معنی تھا اسے وہ نہ جان سکے جیسے وہ صالحین لوگ جو معرفت حدیث کم رکھتے ہیں وہ احادیث موضوع روایت کر دیتے ہیں اس میں ان کی نیت صحیح ہوتی ہے اور ان کا ارادہ ہرگز وضع حدیث کا نہیں ہوتا جیسا کہ اصطلاحات حدیث کی کتب میں ان کی مثالیں موجود ہیں۔ اگر عبد الرحمن بن زید کشتی نوح علیہ السلام والی روایت کو ایسی سند متصل سے بیان کرتے جو شرط صحیح

کے مطابق اور راوی ثقہ ہوتے پھر یہ انہی کا کام ہوتا اور انہی کو وضع کرنے والا قرار دیا جاتا نہ کہ کسی دوسرے کو جیسا کہ محدثین کے ہاں یہی ضابطہ ہے، لیکن یہ روایت سند منقطع سے مروی ہے تو اب یہ عقلمندی تو نہیں کہ انہیں اس کی وجہ سے وضاع کہہ دیا جائے بلکہ ان پر کوئی عیب نہیں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سے غفلت ہوئی اور نکارتِ معنی کے باوجود حدیث بیان کر دی۔

اسی طرح حاکم اور ابو نعیم کا کہنا۔ کہ یہ اپنے والد سے احادیث موضوعہ نقل کرتا ہے کا معنی بھی یہ ہے کہ یہ انہیں روایت کر دیتے ہیں اور ان سے رواج پاتی ہیں لیکن ان کی وضع کا ارادہ نہیں کرتے، ان کی عبارت اس مفہوم کی مفید ہے کیونکہ اگر ان کا ارادہ انہیں کاذب و وضاع قرار دینا ہوتا تو یوں کہتے وضع علی ایہ احادیث (کہ وہ اپنے والد کے حوالہ سے احادیث وضع کر لیتا تھا) جیسا کہ علماء کا کسی کو کاذب و وضاع قرار دینے کا معروف طریقہ ہے۔

یہ اس پر ظاہر ہے جو کتب رجال کا مطالعہ اور اہل اصطلاح پر نظر رکھتا ہے جیسا حافظ منذری نے الترغیب والترغیب میں یہ حدیث بیان کی

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ مزدور کو مزدوری اس کا پینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو

تو اس کے بعد لکھا اسے امام ابن ماجہ نے عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے روایت کیا اور ان کی توثیق کی گئی ہے امام ابن عدی کہتے ہیں ان کی احادیث، حسان ہیں اس میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض نے ان کی تصدیق کی اور حضرت معن بن جنہوں نے ان سے احادیث لکھیں۔

اس سے واضح ہو گیا کہ کسی محدث نے عبد الرحمن بن زید کو جھوٹا قرار نہیں دیا، فقط اس ہٹ دھرم نے انہیں جھوٹا قرار دیا اور افترا کیا تو انہیں جھوٹا قرار دینے کا پورا پورا بدلہ اسی کو حاصل ہوگا

## امر عاشر

عبد الرحمن بن زید بن اسلم (بخلاف جو ضدی نے ان کے حالات میں کذب اور نقل میں تحریف و تبدیلی سے کام لیا) فقط ضعیف ہیں نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ ہیں

## اس پر دلیل

اس پر دلیل یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ان کا تذکرہ کیا جو ابھی ہم نے اوپر وہاں سے نقل کیا انہوں نے تقریب التہذیب میں بھی ان کا تذکرہ یوں لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی ضعیف، اٹھویں طبقہ سے ہیں ان کا وصال

۱۸۲ میں ہوا اور خطبہ تقریب میں انہوں نے لکھا۔

اس میں مذکور راویوں میں ہر شخص پر وہی حکم ہوگا جو ان کے بارے میں اصح اور

وصف کے اعتبار سے نہایت معتدل ہوگا۔

ان دونوں تصریحات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اصح حکم اور اعدل کے طور پر وصف عبد الرحمن کا

فقط ضعیف ہونا ہے جسے ہم نے اوپر بیان کر دیا، تمہارے لئے حافظ ابن حجر کا حکم کافی ہے

کیونکہ عبارات کے احاطہ اور ان کے درمیان موازنہ کے بعد ہی انہوں نے یہ حکم جاری کیا

ہے اور یہ اس فن کے ماہر، اس کی علل کے معالج اور اس کے لشکر کے امیر ہیں لہذا جو کہیں

گے وہ سچ ہوگا اور جو حکم لگالیں گے وہ عدل ہوگا اس لئے خلاصہ تہذیب میں شیخ خزرجی

نے فقط ان کے ضعیف ہونے پر اکتفا کیا اور لکھا عبد الرحمن بن زید بن اسلم مدنی اپنے والد

سے روایت لیتے ہیں اور ان سے وکیع، ابن وہب، قتیبہ اور کافی مخلوق نے روایت لی ہے،

امام احمد، ابن مدینی، نسائی اور دیگر نے انہیں ضعیف کہا ۱۸۲ میں فوت ہوئے

تمہاری حیرانگی اور تعجب برابر ہونگے جب تم یہ جان لو گے کہ امام ذہبی نے بھی

انہیں ضعیف ہی کہا ہے کیونکہ المیزان میں انہوں نے لکھا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم عدوی مولا ہم مدنی، یہ اسامہ اور عبد اللہ کے بھائی ہیں، امام ابو

یعلیٰ الموصلی کا بیان ہے میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، زید بن اسلم کے بیٹوں کی کوئی حیثیت نہیں، عثمان الدارمی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن معین سے سنا، زید کے بیٹے ضعیف ہیں، بخاری نے کہا علی نے عبد الرحمن کو بہت ہی ضعیف قرار دیا ہے، نسائی نے ضعیف کہا۔ امام احمد نے کہا عبد اللہ ثقہ اور دوسرے بھائی ضعیف ہیں، اس کے بعد اس سے احادیث ذکر کیں ان میں کشتی نوح والی حدیث بھی ہے اور اسے اسلم کے حوالہ سے بطور موقوف ذکر کیا نہ کہ بطور مرفوع

جو واضح کر رہا ہے کہ یہ روایت عبد الرحمن سے بطور مرفوع ثابت نہیں اور ظاہر یہی ہے کہ اسلم نے اسے اسرائیلیات سے ذکر کیا کیونکہ اس میں مناکیر کا کثیر حصہ ہے۔ یہ میزان کی عبارت کا حاصل ہے یہ عبارت بھی اسے ضعیف سے زیادہ کچھ قرار نہیں دے رہی جیسا کہ حافظ ابن حجر کا حکم و فیصلہ اوپر آچکا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

### گیارہواں امر

اس نے کلام ذہبی سے نقل کیا۔

عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے زیر بحث روایت کو مجہول سے روایت کیا لیکن یہ امام ذہبی کی طرف کذب اور ان کے کلام میں تحریف ہے۔ امام ذہبی ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اسے اپنے والد سے روایت کیا ہے اور ان کے والد گرامی زید، معروف ثقہ راویان حدیث میں سے ہے۔ اللہ کی قسم متعصب کا یہ جھوٹ نہایت واضح ہے اور یہ ایسے ہی بندے سے صادر ہو سکتا ہے عنقریب ذہبی کی پوری عبارت سامنے آجائے گی تاکہ اس کے مطالعہ سے ہمارا قول ثابت ہو جائے گا انشاء اللہ۔

### بارہواں امر

حدیث تو سل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں اگرچہ اس ضدی نے حافظ ابن حجر کی گفتگو میں تبدیلی، غلط مفہوم، کذب بیانی اور تحریف سے کام لیا ہے اگر آپ ہماری



گفتگو کی صحت پر دلیل کا شوق رکھتے ہیں تو اچھی طرح متوجہ ہو کر ہماری گفتگو سنو کیونکہ یہ دوا اور تریاق ہے اور یہ وہ تمام محو کر دے گی جو اس ضدی کی جہالت، کم عقلی، کذب بیانی اور بے وقوفی کی وجہ سے تمہارے قلب و عقل کو بیماری عارض ہوئی ہے

واللہ الموفق لا رب غیرہ  
اللہ توفیق دینے والا اور اس کے علاوہ کوئی رب نہیں

امام حاکم نے یہ روایت اپنی سند سے یوں بیان کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب آدم علیہ السلام سے خطا

ہوئی تو انہوں نے یوں دُعا کی:

یا رب اسئالك بحق محمد لما  
غفرت لی  
اے میرے رب میں تیری بارگاہ میں محمد ﷺ  
کے وسیلہ سے دُعا کرتا ہوں مجھے معاف فرما دے

اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے آدم علیہ السلام

کیف عرفت محمداً ولم اخلقه  
تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جبکہ میں نے انہیں  
پیدا ہی نہیں کیا

عرض کیا میرے رب جب تو نے مجھے اپنے دست اقدس سے پیدا کیا اور مجھ

میں اپنی طرف سے روح پھونکی، میں نے اپنا سراٹھایا

فرايت على قوائم العرش مكتوباً لا  
اله الا الله محمد رسول الله  
تو میں نے عرش کے پایوں پر لکھا ہوا دیکھا لا الہ  
الا اللہ محمد رسول اللہ

اندلم تصف الی اسمک الاحب  
الخلق الیک  
تو نے اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملایا ہے جو  
تجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تم نے سچ کہا

انه لا حب الخلق الی ادعنی بحقه فقد

غفرت لك ولو لا محمد ما خلقتك

امام حاکم نے لکھا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور پہلی حدیث ہے جو میں نے عبدالرحمن بن

زید بن اسلم سے اس کتاب میں ذکر کی ہے۔

حافظ ذہبی نے ان کے اسے صحیح کہنے پر لکھا۔

میں کہتا ہوں بلکہ یہ موضوع ہے اور عبدالرحمن کمزور ہے۔ حاکم نے کہا یہ پہلی روایت ہے جو میں نے ان سے کتاب میں ذکر کی ہے میں کہتا ہوں، اسے عبداللہ بن مسلم فہری نے روایت کیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اسماعیل بن مسلمہ سے روایت کرنے والے کون ہیں؟

میں کہتا ہوں ان دونوں جلیل حفاظ نے غلو سے کام لیا اور حدیث پر ایسا حکم لگا دیا جو مسلم نہیں، انصاف یہ ہے کہ یہ حدیث نہ تو صحیح ہے جیسے امام حاکم نے کہا اور نہ یہ موضوع ہے جیسے ذہبی نے کہا۔

اس کا صحیح نہ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عبدالرحمن بن زید شرائط صحیح پر نہیں اترتے لیکن اس کے موضوع نہ ہونے پر چند دلائل ہیں۔

### پہلی دلیل

عبدالرحمن بن زید نہ کاذب ہیں اور نہ ان پر ایسی کوئی تہمت ہے وہ فقط ضعیف ہیں، محدثین کا اصول یہ ہے کہ کسی حدیث کو فقط ایک یا دو وادیوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے موضوع قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ وہاں ایسے قرائن کا ہونا بھی ضروری ہے جو اس کے موضوع ہونے پر دلیل ہوں مثلاً نکارت معنی یا حدیث کا ایسی احادیث کے مخالف ہونا جن کی صحت پر جزم ہو اور ان میں موافقت نہ ہو سکتی ہو یا اس طرح کے دیگر قرائن ہوں مگر اس روایت میں نہ نکارت معنی ہے اور نہ کسی حدیث کی مخالفت، اس میں نکارت کیسے ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے محبوب اپنے نبی ﷺ کو یہ عزت بخشے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس سے کہیں بلند ان گنت نعمتیں عطا کی ہیں مثلاً آپ کو اس وقت نبی بنایا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، تمام انبیاء و رسل ﷺ سے یہ عہد لیا کہ اگر آپ ﷺ ان کی زندگی میں تشریف لائیں تو وہ آپ ﷺ پر ایمان لا کر آپ کے معاون بن جائیں، شفاعت

کبریٰ کا درجہ دیا جو کسی نبی مرسل اور ملک مقرب کو نہ ملا، اور دیگر شفاعات عطا کیں، آپ ﷺ کا ذکر متصل یوں بلند کیا کہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ ﷺ کا ذکر کر دیا۔  
جب حدیث میں نہ کوئی نکارت ہے اور نہ مخالفت تو یہ موضوع کیسے ہو سکتی ہے؟

## دوسری دلیل

عبدالرحمن بن زید سے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے یہ دلیل ہے کہ عبدالرحمن بن زید ضعف میں اس حد تک نہیں پہنچے کہ ان کی روایت موضوع ہو کیونکہ بڑی جامع ہونے کے باوجود اس میں امام احمد نے موضوع روایت نقل نہیں کی اگرچہ ابن جوزی نے کتاب الموضوعات میں اس کی متعدد احادیث کو ذکر کیا ہے لیکن حافظ ابن حجر نے ابن جوزی کا رد کیا اور امام احمد کا خوب دفاع کرتے ہوئے مکمل یہ کتاب لکھی القول المسدد فی الذب عن المسند للامام احمد (مسند امام احمد کے دفاع میں خوبصورت مقالہ) اس کے مقدمہ میں لکھا۔

حمد و صلوة کے بعد، میں نے چاہا ان اوراق میں ان احادیث کے بارے میں اپنا مطالعہ سامنے لاؤں جنہیں کچھ محدثین نے موضوع قرار دیا ہے حالانکہ وہ امام احمد بن محمد بن حنبل کی بڑی مشہور مسند میں ہیں جو کہ قدیم و جدید محدثین کے امام ہیں اور میرا ان مخفی گوشوں سے پردہ اٹھانا کوئی ایسی مصیبت نہیں جو دین و مروت کے خلاف ہو، بحمد اللہ، سنت کے دفاع میں حمیت، جاہلیت کی حمیت کی طرح نہیں بلکہ یہ تو عظیم مصنف حدیث کا دفاع ہے جنہیں امت میں تکریم و قبولیت حاصل ہے اور انہیں اپنا حجت میں امام بنایا جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور اختلاف کے موقع پر انہی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ”تجلیل المنفعة بزوائد رجال الاربعة“ میں لکھا۔

مسند احمد میں تین یا چار احادیث کے علاوہ کوئی ایسی حدیث نہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو ان میں سے حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہے کہ وہ جنت میں زحفاً داخل ہونگے۔

میں کہتا ہوں، القول المسدد میں میں نے حدیث عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے

ایسے شواہد ذکر کیے ہیں کہ ان میں سے بعض کی سند قوی ہے

حافظ منذری نے الترغیب میں لکھا۔

اس کے لئے جماعت صحابہ سے طرق ہیں ان میں سب سے عمدہ بھی کلام سے خالی نہیں۔  
حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کثرتِ احادیث اور بیان میں مسند احمد کے برابر کوئی  
نہیں البتہ کثیر احادیث وہاں بھی رہ گئی ہیں۔

الغرض مسند احمد کی حفاظتِ حدیث کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے حتیٰ کہ حافظ  
ابن حجر نے تجرید زوائد مسند البزار میں لکھا۔

جب حدیث مسند احمد میں موجود ہو تو اسی پر طرح اکتفاء کر لیا جائے اسے دیگر  
مسانید کی طرف منسوب کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

جب صورت حال یہی ہے تو امام احمد کا مسند ”جس کا مقام و شان یہ ہے“ میں عبد  
الرحمن بن زید سے روایت لانا اس پر دلیل ہے کہ ان کی حدیث درجہ موضوع تک نہیں گر سکتی۔  
تیسری دلیل: حدیث تو سل آدم عَلَيْهِ السَّلَام کو امام بیہقی نے دلائل النبوة میں ذکر کیا حالانکہ  
انہوں نے اپنے اوپر یہ التزام کر رکھا ہے کہ اس میں ایسی کوئی حدیث نہیں لاؤں گا جس کا  
موضوع ہونا معلوم ہو جیسے اس پر حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے المصنوعیہ کی کتاب التوحید میں  
تصریح کی ہے اور ابن جوزی کا رد کیا کہ انہوں نے ابن شاہین کے حوالہ سے منقولہ روایت  
کو موضوع قرار دیا جسے امام بیہقی نے کتاب الاسماء و الصفات میں وارد کیا ہے۔

## چوتھی دلیل

امام بیہقی نے اپنی کتاب الدلائل کے مقدمہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو بتا رہی  
ہے کہ اس کتاب میں منقول ان احادیث کو قبول کیا جائے گا اگرچہ وہ ضعیف ہیں، ہم ان  
کی من وعن عبارت نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ہماری مذکورہ گفتگو کی صحت کا یقین ہو جائے۔  
امام بیہقی دلائل النبوة کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ میں اس کتاب میں جو حدیث لاؤں گا تو میں اس کے بعد اس کی  
صحت کی طرف اشارہ کروں گا یا اسے بلا حکم چھوڑ دوں گا اور وہ اس طرح کے معاملہ میں

مقبول ہوگی، اگر ایسی روایت لاؤں گا جس میں کوئی ضعف ہے تو اس کے ضعف کی طرف اشارہ کروں گا اور دیگر احادیث پر اعتماد کروں گا کیونکہ متاخرین اہل علم نے معجزات اور دیگر شائل میں کتب لکھیں ہیں وہ ان میں کثیر تعداد میں احادیث لائے ہیں، جن میں صحیح و سقیم، مشہور و غریب اور موضوع میں فرق و امتیاز نہیں کیا حتیٰ کہ جس کی نیت اچھی تھی اس کی احادیث کو قبولیت کا درجہ واحد دیا اور جس کی نیت بری تھی اس کی احادیث کو درجہ واحد دیتے ہوئے رد کر دیا میرا طریقہ اپنی اصول و فروع میں تصانیف میں یہ ہے کہ احادیث غیر صحیح چھوڑ کر صحیح پر اکتفا کرتا ہوں اور صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز کرتا ہوں تاکہ اہل سنت مطالعہ کرنے والا ان پر اعتماد کر کے بصیرت حاصل کر پائے اور اہل بدعت جس کا دل عدم قبول احادیث کی وجہ سے ٹیڑھا ہے اسے ان روایات سے اعتراض کا موقعہ نہ ملے جن پر اہل سنت نے اعتماد کیا ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا۔

جو آدمی میری کتب میں صحیح اور سقیم احادیث کے درمیان امتیاز سے آگاہ ہے اور توفیق الہی نے اس کی مدد کی ہے تو وہ میری مذکورہ بات کی تصدیق کرے گا اور جو اس پر غور و فکر نہیں کرے گا اور توفیق نے اس کی مدد نہ کی اسے میری یہ تفصیل کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ وہ کتنی ہو، اسے میری وضاحت مطمئن نہیں کر پائے گی اگرچہ کس قدر بلیغ و موثر ہو جیسے رب العزت کا ارشاد ہے

وما تغن الايات والنذر عن قوم لا  
 یؤمنون (پ ۱۱، یونس، ۱۰۱) فائدہ نہیں دے سکتیں

(مقدمہ دلائل النبوة، ۱=۳۶، ۳۷)

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت سے مراد وہ لوگ لئے ہیں جن کے دل عدم قبول احادیث کی وجہ سے ٹیڑھے ہو چکے۔  
 ہر جگہ، یہ ضدی اور اس کے ساتھی بھی ایسی کثیر احادیث فقط اس لئے رد کر

دیتے ہیں کہ وہ ان کی خواہشات کے مخالف ہیں اور قبول احادیث کے لئے ایسی شرائط عائد کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی دلیل نازل نہیں ہوئی جس کا بڑا تفصیلی و کامل بیان ہماری اس کتاب کی ابتدا میں آچکا ہے۔

ان کے شیخ اور مبلغ شیخ رشید رضا مصری کے حوالہ سے مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ملحدین میں سے ایک نے انہیں یہ رائے دی کہ اس پر مستقل کتاب لکھیں وہ رائے یہ تھی کہ صرف قرآن ہی کافی ہے سنت کی قانون و تشریح میں کوئی ضرورت نہیں۔ شیخ موصوف نے اس ملحد سے اتفاق کیا، اگر ان کی یہ موافقت ثابت و درست ہے تو اس سے یہ دین سے الگ اور جماعت مسلمین سے خارج قرار پائیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی و عافیت مانگتے ہیں۔

امام بیہقی نے دلائل کے مقدمہ کی مذکورہ منقولہ عبارت کے بعد لکھا۔

حمد و صلوة کے بعد، جب میں اللہ تعالیٰ کی مدد و حسن توفیق سے، اسماء و صفات، رویت باری تعالیٰ، ایمان، قدر، عذاب قبر، علامات قیامت، بعثت، نشور، میزان، حساب، صراط، حوض، شفاعت، جنت، دوزخ اور دیگر اصول کے بارے میں تخریج احادیث اور ان میں امتیاز سے فارغ ہوا تو میں نے ارادہ کیا اور مشیت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے کہ میں سیدنا نبی اکرم محمد ﷺ کے کچھ معجزات اور آپ کی نبوت کے دلائل جمع کروں تو میں نے ابتدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کی اور اپنے ارادے کی تکمیل کی مدد مانگی اسی طرح جو میں نے اپنی دیگر کتب میں شرط رکھی کہ صحیح پر اکتفا کروں گا اور سقیم نہیں لاؤں گا، معروف سے غریب نہیں لوں گا مگر جب اس کے بغیر صحیح اور معروف سے مراد واضح نہ ہو تو میں اسے لاؤں گا اور اعتماد کروں گا ان تمام پہ جنہیں اہل تواتر و مغازی نے صحیح یا معروف قرار دیا ہے (دلائل النبوة ۱-۶۹)

دلائل کے آخر میں باب مایستدل بہ علی ان النبی ﷺ لم یستخلف احدا بعینہ فی امر امتہ، میں اس کے بعد کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت کی حدیث نقل کی اور اشارہ کیا کہ یہ رعایب اور آداب میں طویل حدیث ہے اور لکھا یہ حدیث موضوع ہے میں نے ابتدا کتاب میں واضح کر دیا کہ میں اس میں ایسی حدیث نہیں لاؤں گا جسے میں موضوع جانتا ہوں گا۔

(دلائل النبوة، ۷-۲۲۹)

اس سے خصوصاً دلائل النبوة اور امام بیہقی کی دیگر کتب عموماً کی اہمیت اشکار ہو گئی کہ انہوں نے ان میں ہرگز کوئی موضوع روایت ذکر نہیں کیا البتہ ضعیف لا کر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا دوسرے محدثین پر اعتماد کرتے ہوئے صحیح لا کر تبصرہ نہیں کرتے یا ضعیف ذکر کردہ معاملہ میں مقبول ہوتی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا یا ان کے بیان کردہ دیگر کا ذکر ہے تو حدیث تو سل آدم علیہ السلام کا دلائل میں لانا اور اس کا مقام سامنے ہے یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ موضوع نہیں

## پانچویں دلیل

امام بیہقی نے فقط حدیث کو ضعیف ہی قرار دیا ہے کیونکہ کتاب الدلائل کے باب ما جاء فی تحدث رسول اللہ ﷺ بنعمة ربہ عزوجل لقول اللہ تعالیٰ واما بنعمة ربك کے تحت روایت نقل کی کہ ہمیں ابو عبد اللہ حافظ نے لکھوایا اور پڑھ کر سنایا ہیں ابو سعید عمرو بن محمد بن منصور العدل نے املا کروائی کہ ہمیں ابو الحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم الحنظلی نے کہا ہمیں ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم القہری نے مصر میں بیان کیا۔ ابو الحسن کہتے ہیں یہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں اور کہا ہمیں اسماعیل بن مسلمہ نے انہیں عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد سے انہوں نے دادا سے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے مذکورہ روایت بیان کی پھر لکھا۔ عبد الرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے اس طریق پر بیان کرنے میں منفرد ہیں جو کہ ضعیف ہیں یہ عبارت پرانے نسخہ صحیح سے ہے جس پر جمال یوسف بن عبد الہادی، علامہ مغلطی اور حافظ سیوطی کے دستخط ہیں یہ امام بیہقی کی تصریح و نص ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا جو ہمارے دعویٰ کی ہی مؤید ہے وباللہ التوفیق۔

## چھٹی دلیل

حدیث تو سل آدم علیہ السلام کا شاہد موجود ہے جو اس کا مؤید ہے۔

امام ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں امام محمد بن علی بن حسین بن علی علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوگی تو انہیں نہایت تکلیف پہنچی اور ان پر بہت ندامت ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا

هل ادلك على باب توبتك الذي  
يتوب الله عليك منه  
کیا میں تمہیں توبہ کا دروازہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ اس  
سے تمہاری توبہ قبول کرے گا

فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام ضرور بتاؤ اور کہنے لگے۔

اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں تم اپنے رب سے مناجات کرتے ہو اس کی  
بزرگی و مدح کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح سے بڑھ کر کوئی شیء محبوب نہیں، فرمایا، جبرئیل  
میں کیا پڑھوں بتایا، یہ کہو

لا اله الا الله وحده لا شريك له  
الملك وله الحمد يحيى ويموت  
وهو حسبى لا يموت وبيده الخير  
كله وهو على كل شيء قدير  
پھر اپنی غلطی پر معافی مانگو

اللہ وحدہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا شریک  
نہیں حکومت اس کی اور حمد اس کے لئے، زندہ کرتا  
اور موت دیتا ہے اور وہ میرے لئے کافی ہے تمام  
خیر اس کے قبضہ ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے

سبحانك اللهم و بحمدك لا اله الا  
انت رب انى ظلمت نفسى و  
عملت السوء فاغفرلى انه لا يغفر  
الذنوب الا انت اللهم انى اسالك  
بجاه محمد عبدك وكرامته عليك  
ان تغفرلى خطيئتى

اے اللہ تیری ذات پاک اور تیری حمد ہے تیرے  
سوا کوئی معبود نہیں اے میرے رب میں نے  
اپنے نفس پر ظلم کیا اور غلط کیا مجھے معاف فرما  
دے۔ تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کر سکتا  
اے اللہ! میں تجھ سے تیرے خاص بندے محمد  
کے مقام مرتبہ جو ان کا تیرے ہاں ہے کے وسیلہ  
سے عرض کرتا ہوں میری خطا معاف فرما دے



تو حضرت آدم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم علیہ السلام تمہیں اس وظیفہ کی تعلیم کس نے دی؟ عرض کیا میرے رب جب تو نے میری اندر روح پھونکی میں کامل انسان بن گیا اور میں نے سننا دیکھنا، سمجھنا شروع کیا تو میں نے

رأيت على ساق عرشك مكتوباً بسم  
 اللہ الرحمن الرحيم لا اله الا اللہ  
 وحده لا شريك له محمد رسول اللہ  
 فلما لم ار على اثر اسمك اسم ملك  
 مقرب ولا نبى مرسل غير اسمه  
 علمت انه اكرم خلقك عليك  
 میں نے تیرے عرش کی ساق پر لکھا ہوا دیکھا اللہ  
 کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے اور اللہ کے سوا کوئی  
 معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں محمد اللہ کے رسول  
 ہیں جب میں نے تیرے نام کے ساتھ کسی  
 مقرب فرشتہ کا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کا نام سوائے  
 ان کے نام کے نہ دیکھا تو میں نے جان لیا کہ  
 تیرے ہاں سارے مخلوق سے یہ زیادہ معزز ہیں

فرمایا تم نے سچ کہا

وقد ثبت عليك و غفرت لك  
 میں نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف کر دیا  
 امام محمد بن علی بن حسین سے مراد امام ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہ ہیں جو ثقہ تابعی اور ان  
 کے سرتاج ہیں آئمہ ستہ نے ان سے روایت لی یہ حضرت جابر، ابو سعید، ابن عمر اور دیگر  
 صحابہ سے روایت لیتے ہیں

### ایک اور شاہد

پھر ہمیں اس کا ایک اور فرمان نبوی بطور شاہد بھی ملا ہے، امام ابن جوزی نے  
 کتاب الوفاء فی فضائل المصطفیٰ میں بطریق ابوالحسین بن بشران سے انہوں نے ابو جعفر  
 محمد بن عمرو سے انہوں نے احمد بن اسحاق بن صالح سے ان سے محمد بن صالح نے ان سے  
 محمد بن سنان الصوفی نے ان سے ابراہیم بن طھمان نے ان سے بدیل بن میسرہ نے ان  
 سے عبد اللہ بن شفیق نے اور ان سے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا  
 یا رسول اللہ متی كنت نبياً  
 یا رسول اللہ آپ کب نبی بنائے گئے

فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان بنایا، عرش پیدا کیا

کتب علی ساق العرش محمد ساق عرش پر لکھا محمد اللہ کے  
رسول اللہ خاتم الانبیاء رسول اور آخری نبی ہیں

اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا کی اور حضرت آدم و حواء علیہم السلام کو فرمایا

کتب اسمی علی الابواب و الاوراق و تو میرا نام اس کے دروازوں، پتوں، قبوں  
القباب والخيام و آدم بین الروح و الجسد اور خیموں پر لکھا جبکہ ابھی آدم روح و جسم  
کے درمیان تھے

تو جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کیا تو

نظر الی العرش فرانی اسمی فاخبرہ اللہ عرش کی طرف نظر اٹھائی تو انہوں نے میرا  
نام دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا تو یہ

تمہارے اولاد کے سربراہ ہیں

جب شیطان نے ان کو دھوکہ دیا۔

تاباوا استثفا باسمی الیہ انہوں نے توبہ کی اور میرے نام کو شفیع بنایا

اس حدیث کی سند قوی ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری وغیرہ میں لکھا اور یہ  
حدیث عبد الرحمن بن زید کے لئے بہت ہی قوی شاہد ہے

اس باب میں امام ابو بکر اجری نے کتاب الشریعہ میں یوں نقل کیا۔

ہمیں ہارون بن یوسف التاجر نے ان سے مروان عثمانی نے ان سے ابو عثمان  
بن خالد از عبد الرحمن بن ابی الزناد از والد گرامی سے بیان کیا کہ وہ کلمات جن سے حضرت  
آدم علیہ السلام نے توبہ کی وہ یہ تھے

اللهم انى اسالك بحق محمد عليك اے اللہ میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری بارگاہ سے مانگتا ہوں

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں مقام محمد ﷺ پر کیسے آگا ہی ہوئی! عرض کیا یا رب رفعت رأسی فرآیت مکتوباً اے میرے رب میں نے سر اٹھایا تو میں نے علی عرشك لا اله الا الله محمد تمہارے عرش پر لکھا پایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد رسول الله فعلمت انه اكرم خلقك اللہ کے رسول ہیں تو میں نے جان لیا کہ یہ تیری مخلوق میں سب سے معزز ہیں

اس اثر کو حدیث نبوی سے ملائیں تو یہ اسے نہایت قوت دے گا جو واضح ہے۔

حدیث کے الفاظ، لولاه یا آدم ما خلقتك، کا شاہد خود امام حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ہمیں علی بن حشاش العدل از ہارون بن العباس ہاشمی از حدل بن والق از عمرو بن اوس انصاری از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ از سعید بن المسیب اور انہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی، اے عیسیٰ علیہ السلام

امن بمحمد و امر من ادرک من امتك ان يؤمنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم ولولا ما خلقت الجنة والنار ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا اله الا الله محمد رسول الله فسكن محمد پر ایمان لاؤ اور انہیں حکم دو جو تمہاری امت ہیں کہ ان پر ایمان لائیں اگر محمد نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا اگر وہ نہ ہوتے تو میں جنت و دوزخ پیدا نہ کرتا میں نے جب عرش پیدا کیا تو اس نے حرکت کی میں نے اس پر لکھا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں تو عرش ٹھہر گیا

امام حاکم نے لکھا۔

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس پر ذہبی نے لکھا۔ میرے خیال میں یہ سعید سے موضوع ہے لیکن ذہبی کے اس ظن پر کوئی دلیل نہیں لہذا اس کا اعتبار نہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسرے طریق سے فرمان نبوی منقول ہے،

امام دیلمی نے مسند فردوس میں لکھا۔

ہمیں ہمارے والد نے از ابو طالب بن علی بن الحسین از عبد اللہ بن ابراہیم از محمد بن ابراہیم المز ار از عبد اللہ بن اسحاق المدائنی از محمد بن بشار از عبید اللہ بن موسی القرشی از فضل بن جعفر بن سلیمان از عبد الصمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس از والد از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ فرمان نبوی ﷺ روایت کیا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور کہا یا محمد! ان اللہ يقول لولاك ما خلقت الجنة و اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت لولاك ما خلقت النار پیدا نہ کرتا اگر تم نہ ہوتے تو میں دوزخ پیدا نہ کرتا عبد الصمد کو عقیلی نے ضعیف کہا اور کہا اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔

الغرض عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی توسل آدم علیہ السلام کے بارے میں حدیث موضوع نہیں، حدیث کے قواعد و ضوابط اسے موضوع کہنے کی اجازت نہیں دیتے ان دلائل کی بنا پر جن کا ذکر اوپر ہم نے کر دیا البتہ امام ذہبی کا اس میں اختلاف ہے اور ان میں کثیر شدت ہے جیسے امام حاکم میں کثیر تساہل ہے۔

صواب و درست یہی ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی کمی کا ازالہ حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہا کی روایت کر رہی ہے جو قوی حدیث ہے جیسے کہ اوپر ابھی گذرا ہے اور اس کمی کا ازالہ امام باقر اور دیگر رضی اللہ عنہم کے آثار سے بھی ہو رہا ہے۔ تو اس وجہ سے حدیث توسل حسن لغیرہ قرار پائے گی لہذا اس سے بلا نزاع استدلال و احتجاج کیا جاسکتا ہے۔

## ایک اور بات پر تنبیہ

اس پر بھی تنبیہ نہایت ضروری ہے۔

اس حدیث کے بارے میں ذہبی کا یہ قول کہ اسے عبد اللہ بن مسلم فہری نے نقل کیا اور میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟ اگر ان کی غرض عبد اللہ بن مسلم کے مجہول ہونے کی وجہ سے حدیث میں علت بیان کرنا ہے تو سے علت بنانے کا کوئی معنی ہی نہیں کیونکہ یہ حدیث عبد الرحمن بن زید سے معروف ہے علاوہ ازیں اس میں عبد اللہ بن مسلم فہری معروف ہیں

وجہ خاص کے تحت سند بیہتی سے گزرا کہ امام ابن اسحاق بن راہویہ نے یہ حدیث ان سے مصر میں پڑھی اور انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے خاندان سے ہیں جو فی الجملہ ان کی تعریف و معرفت ہے اور عبد الرحمن بن زید کا متابع بھی موجود ہے۔  
امام طبرانی نے *المعجم الصغیر* میں کہا۔

ہمیں محمد بن داؤد بن اسلم العدنی مصری نے از احمد بن سعید مدنی فہری از عبد اللہ بن اسماعیل مدنی از عبد الرحمن بن زید بن اسلم از والد از دادا از حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث روایت کی جیسے اوپر آچکا البتہ ان الفاظ کا اضافہ ہے، اے آدم علیہ السلام  
اخیر النبیین من ذریعتک و ان امتہ یہ تمہاری اولاد میں آخری نبی ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں آخری امت ہوگی  
اخیر الامم من ذریعتک۔

اسے امام ابو بکر اجری نے کتاب الشریعہ میں بطریق عبد اللہ بن اسماعیل بن ابی مریم از عبد الرحمن بن زید سے اس کی مثل روایت کیا۔ البتہ اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اور موقوف قرار دیا اور اس بارے میں موقوف حکم مرفوع میں ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔

بروز جمعہ المبارک بعد نماز عشاء

بوقت پونے گیارہ بجے

جامع رحمانیہ شادمان لاہور

۳۱ جولائی ۲۰۰۹ء..... شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ



# ارضِ خدا ملکیتِ مصطفیٰ ﷺ

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاڈسٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیک لاہور

042,5300353...03004407048

۱۸۳

فصل اول

در بیان

در بیان



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو شانیں عطا کی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کائنات کی ہر شے آپ ﷺ کے قبضہ و اختیار میں دے دی گئی ہے اس میں سے آپ باذن الہی جتنا چاہیں کسی کو عطا فرمائیں، آپ ﷺ کی اس شان و فضیلت کو قرآن و سنت میں بڑے ہی واضح انداز میں آشکار کر دیا گیا ہے مثلاً ارشاد الہی ہے

انا اعطیناک الکوثر

ہم نے آپ کو ساری کثرت عطا کر دی

یہاں کثرت کا ذکر تو ہے مگر اس کی تصریح و تعین نہیں کہ فلاں میں کثرت عطا کی ہے کیونکہ اگر کسی شے کا ذکر کر دیا جاتا تو کثرت محدود ہو جاتی لہذا عموم کی خاطر اس کا ذکر نہیں کیا اب مفہوم یہ ہوگا کہ انسان جس کا بھی تصور کرے مثلاً علم، کمال، حسن ظاہری و باطنی، اخلاق کاملہ، طاقت و قوت، ملکیت و تصرف اسی میں آپ ﷺ کو سب سے بڑھ کر کثرت ملی ہے مثلاً اختیارات لیجئے اس کائنات میں سب سے زیادہ اختیارات سرور عالم ﷺ کو حاصل ہیں اس لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کوثر کی تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے

الکوثر هو الخیر الكثير کله

کوثر سے مراد تمام خیر میں کثرت ہے

علامہ محمد اشرف سیالوی تفسیر سورۃ الکوثر میں لکھتے ہیں

لفظ کوثر صفت ہے اور صفت کا تحقق و تعین بغیر موصوف کے نہیں ہو سکتا لہذا اگر کوئی موصوف مراد ہوتا تو لازماً اسے ذکر کر دیا جاتا جب کسی موصوف خاص کا ذکر نہیں کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ہر وصف کمال اور خلق حسن ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائی ہے وہ کوثر ہے نہ نعمتیں کیت کے لحاظ سے محدود ہیں نہ عظمت و

شان اور رفعت مقام کے لحاظ سے احاطہ عقل میں آسکتی ہیں بلکہ موصوف کو حذف فرما کر ان نعم ظاہرہ و باطنہ دنیویہ و اخرویہ اور روحانیہ و جسمانیہ کے عموم و شمول پر تنبیہ فرما دی اور ساری مخلوق کو بتا دیا کہ میں نے اپنے محبوب کو ہر نعمت عطا فرمائی ہے اور ان نعمتوں میں سے کسی ایک کا بھی تم احاطہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو ٹر ہے لہذا تم سے کسی کا مرغ عقل وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کے سمند خیال کو وہاں تک رسائی ہے

(کوثر الخیرات: ۳۰۸)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تو بتا دیا کہ ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو سب سے زیادہ کثرت عطا کی مگر اس کا تعین نہیں فرمایا کہ کثرت کس میں ہے؟ مقصد یہ کہ انسان جس وصف و کمال کا بھی تصور کرے اسی میں حبیب ﷺ کو ہم نے کثرت عطا فرمائی ہے مثلاً علم دنیا و آخرت کی بات کر دو تو رسول اللہ ﷺ تمام مخلوق سے بڑھ کر ان کا علم رکھتے ہیں تمام نعمتوں میں آپ ﷺ نے کثرت پائی ہے اور ان کے تقسیم کنندہ ہیں تو تسلیم کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ سب سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں

مولانا شبیر احمد عثمانی (ت- ۱۳۶۹) نے مذکورہ آیت کے تحت لکھا،

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کوثر دے کر ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں عطا فرمادی ہیں

(تفسیر عثمانی، ۷۸۸)

حتیٰ کہ شیخ ابن تیمیہ (ت- ۷۲۸) نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

اتانا ببرکة رسالته و یمن سفارته رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور خیر الدنیا و الاخرة سفارت کی سعادت کی برکت سے ہمیں دنیا اور آخرت کی خیر عطا فرمائی

(الصارم المسلول: ۸)

دوسرے مقام پر لکھا

ليس في الارض مملكة قائمة الابنوة  
جو بھی زمین پر مملکت قائم ہے وہ نبوت  
او اثر نبوة وان كل خير في الارض  
یا اثر نبوت سے قائم ہے کیونکہ زمین پر  
فمن اثار النبوات (ایضاً: ۲۵۰) ہر خیر نبوتوں کا ہی اثر ہے

اسی طرح شیخ ابن قیم (ت، ۷۵۱) نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں اجاگر کیا ہے  
ان كل خير نالته امته في الدنيا و  
تمام وہ خیر جو امت کو دنیا و آخرت میں ملی وہ  
الاحرة نالته على يده صلی اللہ علیہ وسلم  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے ملی ہے

(زاد المعاد، ۱، ۳۶۲)

## محتاج ہے ساری خدائی تیرے در کی

ایک اور مقام پر شیخ ابن قیم اس بات کو کھول کر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ  
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا مکمل طور پر محتاج بنا لیا تو ساری مخلوق  
کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج بنا دیا

لما كمل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم مقام  
الافتقار الى الله سبحانه احوج  
الخلايق كلهم اليه في الدنيا  
والاخرة اما حاجتهم اليه في  
الدنيا فاشد من حاجتهم الى  
الطعام و الشراب و النفس الذي  
به حياة ابدانهم و اما حاجتهم  
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف  
شان محتاجی میں کامل ہو گئے تو تمام مخلوق کو  
اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں آپ کا محتاج  
بنا دیا لوگوں کے لیے دنیا میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت، کھانے پینے بلکہ ان  
سانسوں سے بھی زیادہ ہے جس سے بدنوں  
کی حیات ہے بندوں کے لیے آخرت میں

اليه في الاخرة فانهم يستشفعون بالرسول الى الله حتى يريحهم من مقامهم فكلهم يتأخر عن الشفاعة فيشفع لهم وهو الذي يفتح لهم باب الجنة

رسول اللہ ﷺ کی ضرورت یوں ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں رسولوں کے ذریعے سفارش کروائیں گے تاکہ وہ تنگی کے مقام سے آرام پاسکیں تمام اس شفاعت سے رک جائیں گے تو اس موقعہ پر حبیب خدا ﷺ ہی شفاعت کریں گے اور یہی ذات ان کے لیے جنت کا دروازہ کھلوائے گی

(الفوائد: ۱۱۶)

## شرق و غرب کے جن و انس کی ذمہ داری

رسول اللہ ﷺ کے افضلیت پر امام رازی، سولہویں دلیل امام محمد بن علی حکیم ترمذی (ت- ۲۱۰) کے حوالے سے یوں ذکر کرتے ہیں کہ اصول یہ ہے کہ ہر سربراہ کی ذمہ داری اس کی رعایا کے مطابق ہوتی ہے اگر وہ کسی بستی کا سربراہ ہے تو اس بستی کے مطابق اس کی ذمہ داری اور بچٹ و ضروریات ہوں گی اور جو مشرق و مغرب کا بادشاہ ہوگا وہ اس بستی والے سے کہیں زیادہ اموال و ذخائر کا ضرورت مند ہوگا تو جب رسول صرف اپنی قوم تک آئے تو انہیں اس کے مطابق رموز تو حید اور جواہر معرفت عطا کیے تو جو شرق و غرب، انس و جن کا رسول بنا اس کے لیے ضروری تھا

لابدان يعطى من المعرفة بقدر ما  
 يمكنه ان يقوم بسعيه بامور اهل  
 المشرق و المغرب

کہ اسے اس قدر معرفت دی جائے کہ جس سے اہل شرق و غرب کی تمام امور میں ضروریات پوری کر سکیں

چونکہ حضور ﷺ کی نبوت دیگر انبیاء کی نسبت اس طرح ہے جیسے بستی کے مقابلہ میں تمام مشارق و مغارب

ولما كان كذلك لا جرم اعطى ﷺ من كنوز الحكمة والعلم ما لم يعط احد قبله فلا جرم بلغ فى العلم الى الحد الذى لم يبلغه من البشر قال تعالى فى حقه فاوحى الى عبده ما اوحى وفى الفصاحة الى ان قال او تيت جوامع الكلم

جب صورت حال یہ ہے تو لازم ہے کہ آپ ﷺ کو حکمت و علم کے ایسے خزانے عطا کئے جائیں جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئے لہذا آپ ﷺ علم کی اس حد پر پہنچے کہ کوئی انسان وہاں کا تصور نہ کر سکے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے حق میں فرمایا اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنا تھی اسی طرح آپ ﷺ کی فصاحت و بیان کے حوالے سے فرمایا

مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا ہے (مفاتیح الغیب، ۱۳-۵۷)

الغرض جس قدر ذمہ داری سیدنا محمد ﷺ کی ہے وہ کسی کی نہیں لہذا ہر علم و کمال اور اختیار میں آپ ﷺ کو ہر ایک سے اعلیٰ و افضل ماننا ضروری ہے خواہ وہ علم و کمال دینی ہو یا دنیوی

## احادیث مبارکہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنی اسی شان اور عطائے الہی کو متعدد احادیث میں

بیان فرمایا ہے۔ چند ملاحظہ کیجئے

۱۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اوتیت بمقالید الدنیا علی .  
فرس ابلق (مسند احمد، ۳-۳۲۸)

گھوڑے پر لدی، دنیا کی چابیاں مجھے عطا  
کی گئی ہیں

امام نور الدین ہشتمی (ت-۸۰۷) نے اس روایت کے بارے میں لکھا

رواہ احمد و رجالہ رجال  
الصحیح (مجمع الزوائد، ۸-۵۸۳-حدیث ۱۳۳۵)

اسے امام احمد نے نقل کیا اور اس کے

راوی صحیح کے راوی ہیں

۲- حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے

اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی عنایات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

انی اعطیت مفاتیح خزائن  
الارض وانی واللہ ما اخاف

مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا  
کردی گئی ہیں اور اللہ کی قسم مجھے تم پر یہ

خوف نہیں کہ تم شرک کرو گے لیکن یہ

خوف ضرور ہے کہ تم دنیا دار بن جاؤ گے

بعدی ان تشرکوا و لکن اخاف

ان تنسأ فسوا فیہا

(بخاری، ۱-۵۰۸-۲-۵۸۵)

۳- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
اوتیت مفاتیح کل شئی  
ہر شے کی چابیاں مجھے عطا کر دی گئیں

(مسند احمد، ۲-۸۶) ہیں

۴- حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ان اللہ عزوجل زوی لی الارض  
اللہ عزوجل نے زمین کو میرے لئے

سمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے

رأیت مشارقها ومغاربها

(مسند احمد، ۲-۱۳۸) مشارق ومغارب کو دیکھ لیا

یہی روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے  
 (دیکھیے مسلم ۲: ۳۹۰، ترمذی ۲: ۲۰-۲۱) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے  
 انہی ارشادات عالیہ کی بنا پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی شان  
 بیان کرتے ہوئے کہا کرتے

اوتی نبیکم ﷺ مفاتیح کل شئی تمہارے نبی ﷺ کو ہر شئی کی چابیاں عطا  
 (مسند احمد، ۱: ۳۳۵، مسند حمیدی حدیث ۱۱۳۲) ہوئیں ہیں

۵۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے منبر پر خطبہ  
 دیتے ہوئے فرمایا

وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں  
 عطا کر دی گئیں (بخاری و مسلم)

شیخ الحدیث امام عبدالرؤف المناوی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں  
 خص حبیبہ ﷺ باعطاء اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے  
 مفاتیح خزائن المواہب فلا لیے نعمتوں کے خزانوں کی چابیاں مخصوص  
 یخرج منها شیء الا علی یدہ۔ کر دی ہیں، اب کوئی شے بھی ان سے  
 (فیض القدر: ۱-۵۶۳) نہیں نکلتی مگر آپ ﷺ کے ہاتھ سے

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین میں تصرفات سپرد کئے اور آپ ﷺ نے  
 عاجزی کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے مزید شفقت فرماتے ہوئے

فَعَوْضُ التَّصْرِيفِ فِي خَزَائِنِ  
السَّمَاءِ بَرْدُ الشَّمْسِ بَعْدَ غُرُوبِهَا وَ  
شَقُّ الْقَمَرِ وَ رَجْمُ النُّجُومِ وَ اخْتِرَاقُ  
السَّمَوَاتِ وَ حَبْسُ الْمَطَرِ وَ ارْسَالُهُ  
وَ ارْسَالُ الرِّيحِ وَ امْسَاكُهَا وَ  
تَظْلِيلُ الْغَمَامِ وَ غَيْرُ ذَلِكَ مِنْ  
الْخَوَارِقِ .

اس کے عوض آسمانوں کے خزانوں کے  
میں تصرف عطا فرمادیا مثلاً غروب کے  
بعد سورج کا لوٹنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا،  
ستاروں کا شیطان کو لگنا، آسمانوں کا  
پھٹنا، بارش کا برسنا اور رک جانا،  
ہواؤں کا چلنا اور بادل کا سایہ کرنا اور  
دیگر خلاف معمول چیزوں کا ظاہر ہونا

(فیض القدر: ۱-۱۳۸)

۶۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے  
جامع کلمات سے نوازا گیا، رعب و دبدبہ سے میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا  
اتیت بمفاتیح خزائن الارض  
فوضعت فی یدی (مسلم: ۱-۱۹۹) ہوئے میرے قبضہ میں دے دی گئیں  
امام ابن حجر مکی (ت- ۹۷۳) آپ ﷺ کی ان احادیث کی تشریح میں لکھتے ہیں  
انہ غلب علیہ خلیفۃ اللہ الذی جعل  
خزائن کرمہ و موائد نعمہ  
طوع یدیہ و تحت ارادۃہ یعطی  
منہما من یشاء و یمنع من یشاء  
(الجوہر المکرم: ۳۲) آپ ﷺ کے قبضہ اور ارادہ کے تحت کر دیئے  
ہیں آپ ﷺ ان میں سے جس کو چاہیں عطا  
فرمادیں اور جس سے چاہیں روک دیں

شارح بخاری امام احمد قسطلانی (ت- ۹۲۳) فرماتے ہیں



فہو غلبہ خزائنہ السر و موضع  
 نفوذ الامر فلا ینفذ امر الامنہ و  
 لا ینقل خیر الا عنہ  
 آپ ﷺ رازوں کا خزانہ اور امور کے  
 نفاذ کا مرکز ہیں ہر معاملہ آپ ﷺ ہی  
 سے نافذ ہوتا ہے اور ہر خیر آپ ﷺ سے  
 ہی حاصل ہوتی ہے (المواہب مع زرقانی، ۳۴۱)

۷۔ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے میں رسول  
 اللہ ﷺ کی رات کو خدمت کیا کرتا تھا ایک دن مجھے آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ربیعہ  
 سل فقلت اسألک مرافقتک مانگو! عرض کیا: میں آپ ﷺ سے جنت  
 فی الجنة میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں

فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی۔۔؟ عرض کیا ”حضور یہی کافی ہے“ فرمایا ”کثرت سجود  
 کے ساتھ اپنی ذات کے حوالے سے میری مدد کرو (مسلم، باب فضل السجود)

اس فرمان نبوی نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کامل اختیارات  
 سے نواز رکھا ہے اگر انسان کے پاس اختیار ہی نہ ہو تو وہ کسی کو یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ جو مانگنا  
 ہے وہ مانگ لو اور پھر صحابی کا سوال بھی واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کو جنت تک عطا  
 کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے دے رکھا ہے کیونکہ اگر وہ یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوتے تو وہ ایسا  
 سوال ہی نہ کرتے، پھر حضور ﷺ نے اس سے وعدہ فرما کر اپنے اختیار پر مہر ثبت کر دی  
 ورنہ آپ ﷺ یہ فرمادیتے کہ یہ کام مجھ سے اونچا ہے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے  
 علاوہ بھی کچھ چاہیے تو وہ بھی مل جائے گا اس کے بعد آپ ﷺ کے اختیارات کے انکار  
 کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس حدیث کے تحت آئمہ کی عبارات بھی ملاحظہ کر لیں

### آئمہ کی آرا

۱۔ اس حدیث کے تحت استاذ المحدثین ملا علی قاری (ت۔ ۱۰۱۴) رقم طراز ہیں۔

ای اطلب منی حاجة لان هذا هو  
 شان الكرام و لا اکرم منه صلی اللہ  
 علیہ وسلم  
 ویؤخذ من اطلاقه صلی اللہ  
 علیہ وسلم الامر  
 بالسوال ان الله تعالى مکنه من  
 اعطاء کل ما اراد من خزائن  
 الحق و من ثم عدائمتنا من  
 خصائصه صلی اللہ  
 علیہ وسلم انه یخص من  
 شاء بما شاء کجعلہ شهادة  
 خزیمة بن ثابت بشهادتین رواه  
 البخاری و کترخیصه فی النیاحة  
 لام عطیة فی آل فلان خاصة  
 رواه مسلم

(مرقاۃ الفاتح، ۲، ۳۲۳)

مجھ سے حاجت مانگو کیونکہ کریموں کی یہی  
 شان ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے بڑھ کر  
 کوئی کریم نہیں، آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے ہر شے  
 مانگنے کا حکم دیا جس سے واضح ہو رہا ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو اپنے تمام  
 خزانوں کے عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے  
 یہی وجہ ہے کہ آئمہ امت نے آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا  
 یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم جس کو  
 چاہیں مخصوص کر دیں مثلاً حضرت خزیمہ رضی  
 اللہ تعالیٰ کی شہادت دو کے برابر کر دی۔ جیسا  
 کہ بخاری میں ہے اور حضرت ام عطیہ کو آل  
 فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی  
 جیسا کہ مسلم میں مروی ہے

۲- تقریباً حدیث مذکورہ کی تشریح میں یہی الفاظ امام محمد بن علان صدیقی (ت: ۱۰۵۷) کے ہیں

(فقال سلنی) حاجة اتحفک  
 بها فی مقابلة خدمتک لان هذا  
 شان الكرام و لا اکرم منه صلی اللہ  
 علیہ وسلم  
 ویؤخذ من اطلاقه السؤال ان  
 الله تعالى مکنه من اعطاء کل  
 ما اراد من خزائن الحق  
 فرمایا مجھ سے حاجت مانگو تم میری خدمت  
 کرتے ہو کیونکہ کریموں کی شان یہی ہوتی  
 ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی کریم  
 نہیں آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ہر شے مانگنے کا فرما دینا بتا  
 رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو اپنے  
 تمام خزانوں میں سے عطا کرنے پر قادر

و من ثم عدائمتنا من خصائمه  
 ﷺ ان يخص من يشاء بما شاء  
 كجعله شهادة خزيمة بشهادين  
 رواه البخاري

(دليل القالين - ۱: ۳۱۷)

بنایا ہے اس وجہ سے آئمہ امت نے آپ  
 ﷺ کے خواص میں سے بیان کیا کہ  
 آپ ﷺ جسے چاہیں اس کے لیے حکم  
 مخصوص فرمادیں جیسے آپ نے حضرت خزیمہ  
 رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر  
 قرار دے دیا اور یہ بخاری میں ہے

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ت: ۱۰۵۲) نے یہی بات ان الفاظ میں تحریر کی ہے  
 فرمایا، مانگو تو سوال کو مطلق رکھا کسی خاص  
 مطلوب کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جس  
 سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمام امور  
 حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں  
 جس کے لیے چاہیں اپنے پروردگار کے  
 حکم سے عطا کر دیں

(اوجہ المعات: ۱-۳۹۶)

۴۔ اسی حدیث کی تشریح میں اہل حدیث فاضل نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو  
 بھی پڑھ لئیے

قال النبی ﷺ سل معناه  
 اطلب ای خیر شئت من خیر  
 الدنيا و الاخره و يعلم من قوله  
 ﷺ سل مطلقاً من غیر  
 حضور ﷺ نے فرمایا مانگو! اس کا معنی یہ  
 ہے کہ دنیا و آخرت کی جو خیر چاہتے ہو  
 مانگو، آپ ﷺ کے فرمان مطلق سے  
 پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی مخصوص شے کے ساتھ

تقیید بمطلوب خاص ان الامر  
 مقید نہیں کیونکہ تمام معاملہ ﷺ کے  
 کلہ بیدہمتہ و کرامتہ ﷺ يعطی  
 مبارک ہاتھ میں ہے۔ عطا کریں جس کو  
 ما شاء لمن شاء باذن ربہ تعالیٰ  
 جتنا چاہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے

فان من جودک الدنیا و ضرر تھا

و من علومک علم اللوح و القلم

دنیا و آخرت آپ ﷺ کی سخاوت کا حصہ ہے اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا حصہ ہے  
 (مسک الختام)

شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی (ت، ۱۳۶۹) نے اس حدیث کے تحت لکھا

ذکر ابن سبع فی خصائصہ  
 وغیرہ۔ ان اللہ تعالیٰ اقطعہ  
 ارض الجنة يعطی منها ما شاء  
 لمن شاء قاله القاری فی المرقاة  
 امام ابن سبع اور دیگر محدثین نے آپ ﷺ کا یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جنت الاث کی ہے جسے چاہیں جتنی چاہیں عطا فرمائیں  
 (فتح الملہم، ۳، ۶۳۸)

آخر میں صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجیے  
 ان اکرم خلیفۃ اللہ علی اللہ  
 ابو القاسم ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مکرم خلیفہ آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے

امام حاکم اسے نقل کر کے کہتے ہیں

هذا حدیث صحیح

یہ روایت صحیح ہے

(المستدرک: ۳، ۶۱۲)

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنا نائب اور خلیفہ اعظم بنایا ہے، آپ ﷺ اس کے خازن اور اس کے خزانوں کی تقسیم کنندہ ہیں۔ متعدد احادیث صحیحہ میں اس پر تصریح موجود ہے ان میں سے چند کا ذکر کئے دیتے ہیں

1- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
انما انا قاسم واللہ يعطی  
میں تو فقط تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا اللہ ہے  
(بخاری: ۱-۱۶)

2- انہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں  
واللہ المعطی وانا القاسم  
اللہ عطا کرنے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں  
(بخاری: ۱-۲۳۹)

میں خازن ہوں

3- تیسری روایت کے الفاظ ہیں  
انما قاسم و خازن واللہ يعطی  
میں قاسم اور خازن ہوں اور عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے  
(بخاری: ۱-۲۳۹)

۴- مسلم کے الفاظ ہیں

انما انا خازن انما انا قاسم ويعطى  
میں خازن و قاسم ہوں اور اللہ ہی عطا کرنے والا ہے  
(مسلم: ۱-۳۳۳)

5- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا

انما انا قاسم اضع حيث امرت میں تقسیم کنندہ ہوں اور وہاں ہی خرچ

کرتا ہوں جہاں کا حکم ہوتا ہے (بخاری: ۱-۲۳۹)

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

بعثت قاسماً اقسماً بینکم مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں تم

میں (اللہ تعالیٰ کے خزانے) تقسیم کروں

ان تمام روایات کو پڑھئے کسی جگہ آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود نہیں کیا گیا۔ جب اللہ

تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا خازن قرار دے دیا تو اب اس کے بعد یہ کہنا ہرگز درست

نہیں کہ آپ ﷺ کو صرف علم کا خزانہ دیا گیا ہے۔ دیگر خزانے نہیں دیئے گئے

اگر ایسی قید لگانا ہوتی تو حضور ﷺ خود لگا دیتے محض ضد و ہٹ دھرمی کی بنیاد پر

آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا پھر یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا

کا بھی ذکر ہے کیا وہ بھی علم تک ہی محدود ہوگی؟ جیسے اللہ تعالیٰ کی عطا متعین نہیں اسی

طرح اس کے حبیب ﷺ کی تقسیم بھی متعین نہیں

ان روایات کے بعد دیگر کسی حوالہ کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی ہم کچھ

آئمہ امت کے الفاظ نقل کئے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ انہوں نے ان

احادیث سے کیا سمجھا ہے؟

۱۔ حضرت ملا علی قاری (ت: ۱۰۱۴ھ) ”انما جعلت قاسماً لا قسم بینکم“ کی

شرح میں لکھتے ہیں

ای العلم والغنیمة ونحوهما  
وقیل البسارۃ للصالح والا نذار  
المطالع ویمكن ان تكون قسمة  
الدرجات والدركات مفوضه له  
صلی اللہ علیہ وسلم

اس سے علم، غنیمت اور ان کی مثل دیگر اشیاء  
مراد ہیں، بعض نے صالح کے لئے بشارت  
اور بد کے لئے ڈرانے والا مراد لیا ہے ممکن  
ہے اس سے مراد درجات و مقامات ہوں  
جو آپ ﷺ کے سپرد کر دیئے گئے

آگے فرماتے ہیں

ولا منع من الجمع كما يدل عليه  
حذف المفعول لتلعب انفسهم كل  
منه ب ويشرب كل واحد من  
ذلك المشرب --- والحاصل  
انی لیست ابا القاسم بمجرد ان  
ولدی کان سمی بقاسم بل لو حظ  
فی معنی القاسمیة باعتبار القسمة  
الازلیة فی الامور الدینیة والنبویة  
فلست کا حد کم لا فی الذات ولا  
فی الاسماء والصفات

ان تمام اقوال کو جمع کرنے میں کوئی  
رکاوٹ نہیں جیسا کہ اس پر مفعول کا  
حذف دال ہے تاکہ اس سے مراد جو بھی  
لیا جائے درست ہو حاصل یہ ہے کہ میں  
قاسم محض اس لیے نہیں ہوں کہ میرے  
بیٹے کا نام قاسم ہے بلکہ میرے قاسم  
ہونے کا یہ معنی و مفہوم ہے کہ میں ازل  
سے دینی و دنیاوی نعمتوں کا تقسیم کنندہ  
ہوں اور میں تم جیسا ہرگز نہیں ہوں نہ  
ذات میں اور نہ اسماء و صفات میں

(مرقاۃ المفاتیح، باب الاسامی - ۵۱۰، ۸)

۲۔ شیخ عبدالحق محدیث دہلوی (ت - ۱۰۵۲) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں

قسمت سے کنم میان شمالز جب حق  
 وآن چه وحی کرده شله است بسوئے من  
 و فرستاده شله بر من از علم و عمل و مے  
 رسلم هر یکے را آن چه نصیب اوست  
 و مستحق است مرانرا وے کم بر کس  
 را در جلمے که در مرتبه اوست از فضل  
 و شرف (اشعة اللمعات: ۳۳-۳۴)  
 میں تم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقسیم  
 کرنے والا ہوں جو اس نے میری  
 طرف وحی کی ہے اور جو مجھے علم و عمل عطا  
 فرمایا ہے میں ہر ایک کو حصہ دیتا ہوں  
 جس کا وہ مستحق ہے اور میں ہر شخص کو اس  
 کے مرتبہ و فضل کے مطابق مقام دیتا  
 ہوں

۳- امام محمد مہدی فاسی (ت: ۱۰۵۲) ان مبارک الفاظ کا مفہوم یہ بیان کرتے ہیں۔  
 وهو خلیفة الله فی العالم  
 و واسطة حضرتہ و المتولی  
 لقسمة مواهبہ و اعطیتہ  
 فکل من حصله له رحمة فی  
 الوجود او خرج له قسم من  
 رزق الدنیا و الاخرة  
 و الظاهر و الباطن و العلوم  
 و المعارف و الطاعات  
 فانما خرج له ذلک علی  
 یدیه و بواسطته <sup>علیہ السلام</sup>  
 جہاں میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے  
 خلیفہ ہیں اور بارگاہ الوہیت میں  
 واسطہ ہیں اور اس کی بخششوں  
 اور عطاؤں کی تقسیم کے امین ہیں  
 ۔ تو جس کسی کو اس کائنات میں کوئی  
 رحمت ملی یا جس کسی کو دنیا و آخرت،  
 ظاہر و باطن، علوم و معارف اور  
 طاعات سے جو حصہ ملا ہے وہ خود  
 آپ ﷺ کے ہاتھوں اور واسطے  
 سے ملا ہے

(مطالع السرات: ۲۳۶)



## حذف مفعول کی وجہ سے عموم

حضرت ملا علی قاری وغیرہ نے عموم پر جو دلیل قائم کی ہے یہاں مفعول کو حذف کر دیا گیا یعنی نہ تو تخصیص کی گئی کہ اللہ تعالیٰ فلاں عطا فرماتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی تقسیم کو کسی چیز تک محدود رکھا گیا تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے حضور ﷺ اس کے تقسیم کنندہ ہیں محدث مغرب شیخ عبداللہ صدیق غماری (ت-۱۴۳۳) مذکورہ احادیث لانے کے بعد لکھتے ہیں

هذه الروايات الصحيحة تبين انه  
صلى الله عليه وسلم يقسم بين امته  
ما يرزقهم الله من معارف وعلوم  
اموال وغيرها وليس قسمته عليه  
الصلاة والسلام خاصا بمال الفتي  
والمغانم بل هذا عام كما ذكرنا  
(الاحاديث المتقاة في فضائل رسول الله: ۷۲)

صحیح روایات بتا رہی ہیں کہ رسول  
اللہ ﷺ اپنی امت کے درمیان اللہ  
کا عطا فرمودہ رزق تقسیم کرتے ہیں  
مثلاً علوم، معارف اموال وغیرہ اور  
آپ ﷺ کی تقسیم صرف مال فی اور  
غنیمت تک ہی محدود نہیں بلکہ عام  
ہے جیسا کہ ذکر ہوا

## عموم پر دو دلائل

کچھ لوگوں نے کہا یہ تقسیم مال غنیمت تک ہی محدود ہے ان کا رد اور عموم پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں

يؤيد هذا العموم ويؤكد انه امران  
الاولى قوله انما بعثت قاسماً  
وهو انما بعث لقسم ما اوتى من

تقسیم کے عموم کی تائید و تاکید ان دو امور  
سے ہو رہی ہے اول یہ ہے کہ آپ ﷺ  
نے فرمایا مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے

الهدى والنور والعلم والعرفان  
فاما قسم الفنى والمغانم فهو  
امر ثانوى انما حصل بعد  
فرض الجهاد والامر يقتال  
المشركين بعد الهجرة الثانى  
انه عليه الصلاة والسلام نهى  
غيره ان يكتنى بابى القاسم  
وعلى النهى بانه يقسم ولو كان  
المراد قسم الفنى والمغانم لم  
يكن لهذا النهى والتعليل معنى  
لان كل امام وخليفة يقسم  
المغانم بين المجاهدين كما  
كان يفعل عمر وغيره من  
الخلفاء وذلك هو المقرر فى  
الشرع فلولا انه عليه الصلاة  
والسلام اختص فى القسم بشئى  
لم يشر كه فيه غيره لم يكن  
للنهي معنى كما ذكرنا

(ايضا: ٤٣، ٤٥)

اور بلاشبہ آپ ﷺ جن چیزوں کی تقسیم  
کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں وہ ہدایت  
، نور، علم اور عرفان ہے۔ رہا مال غنیمت کا  
تقسیم کرنا تو وہ ثانوی امر ہے اور یہ عمل تو  
آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اجازت  
جہاد کے بعد کیا دوسری دلیل یہ ہے کہ  
آپ ﷺ نے دوسروں کو ابو القاسم کنیت  
رکھنے سے منع فرمایا اور اس پر دلیل یہ دی کہ  
میں تقسیم کنندہ ہوں تمہارا یہ مقام نہیں اگر  
مراد مال فنى اور غنیمت کی تقسیم ہی ہوتی تو  
اس سے منع کرنے پر مذکورہ دلیل کا کوئی  
معنی نہیں رہ جاتا کیونکہ وقت کا ہر امام  
وخليفة مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم  
کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر خلفاء کیا کرتے بلکہ  
شریعت میں یہی اصول ہے اگر آپ ﷺ  
کی تقسیم ایسی نہ ہوتی جس میں کوئی دوسرا  
شریک نہ ہو تو پھر کنیت سے منع کرنے کا  
کوئی معنی نہیں رہ جاتا جیسا کہ ذکر ہوا

ملکیت اور تصرفات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں شاہ عبدالحق  
محدث دہلوی رحمہ اللہ علیہ (ت: ۱۰۵۲) رقم طراز ہیں

۱. وملك وملكوت جن ملك وملكوت جن وانس اور تمام جہان  
وانس وتمامہ عوالم بتقدیر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ واذن سے  
وتصریف الہی عزو علا در حضور ﷺ کے تصرف اور قدرت  
حیطہ قدرت تصریف میں ہیں

وے بود ﷺ

(اللمعات، ۱، ۳۳۷)

۲. وازان جملہ آنست کہ دادہ شدہ آن حضرت را صلی اللہ علیہ  
وسلم مفاتیح خزائن و سپردہ شد بومے و ظاہر ش آنست کہ خزائن  
ملوک فارس و روم ہمہ بدست صحابہ افتاد و باطنش آن کہ مراد  
خزائن اجناس عالم است کہ رزق ہمہ در کف اقتدار وے سپرد  
وقوت تربیت ظاہر و باطن بومے داد چنان کہ مفاتیح غیب  
در دست علم الہی است نمیداند یعنی اور حضور ﷺ کے خصائص اور فضائل  
سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام خزانوں کی کنجیاں حضور کو دی گئیں اور  
آپ ﷺ کے سپرد کی گئیں اس (حدیث) کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ فارس اور روم  
کے بادشاہوں کے خزانے صحابہ کے ہاتھ آئے اور اس کا باطنی مطلب یہ ہے کہ اس  
سے تمام عالم (جہان کی) ہر جنس کے خزانے مراد ہیں اس طرح کہ سب کا رزق حضور کے  
طاقتور ہاتھ کے سپرد کیا اور ظاہر و باطن کی تربیت کی قوت حضور ﷺ کو عطا کی

آن را مگر و مفاتیح خزائن

رزق و قسمت آن در دست این

سید کریم نهادند قوله صلی اللہ علیہ وسلم انما

انا قاسم والمعطی هو اللہ

(مدارج النبوت ۱۲۰، ۱)

جیسا کہ مفاتیح غیب علم الہی کے دست قدرت

میں ہے (جس کے لیے چاہے کھولے چاہے

نہ کھولے) ان مفاتیح غیب کو (ذاتی طور پر)

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا (اسی طرح)

رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور اس کی تقسیم

سید کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ میں

رکھ دی گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں ہی

(ہر شے) تقسیم فرماتا ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی

(ہر شے) عطا فرماتا ہے

احادیث عطاء مفاتیح اور احادیث قاسمیت کے صحیح سمجھنے کے لیے معترضین شیخ محقق

محدث دہلوی کی اس عبارت کو بار بار دیکھیں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں

تصرف کرتے ہوتے غنی کو فقیر کر دیتے

تھے اور شریف کو وضع و ادنیٰ بنا دیتے

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی عزت

، قوت ، طاقت ، نصرت اور شوکت عطا

فرمائی کہ سب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کام

سبقت لے گیا اور سب سے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار بڑھ گیا

۳. بود آن حضرت کہ تصرف می

کرد در ایشاں و می کرد انید ، غنی

رافقیر و می ساخت شریف را برابر

وضیع ... داد خدائے تعالیٰ عزت

وقدرت و ممکنت و مدد و نصرت

وقوت و شوکت کہ بر ہمہ بالا تر

آمد کار او بر ہمہ بیشی گرفت

اختیار او لاواللہ سو گند بخدائے

اللہ کی قسم! یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے  
حضور ﷺ کے لیے مسخر اور تابع کر دی  
تھیں اس میں کوئی عاقل شک نہ کرے گا

حضور ﷺ کی کنیت ابو القاسم ہے تو اس  
کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضور مستحقین میں

قاسم جنت ہیں بہشت تقسیم فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے تصرف سے حضور علیہ

الصلوة والسلام کا تصرف زمین اور

آسمان کو شامل ہے بلکہ دنیا اور آخرت

کے ہر قسم کے مشروب اور طعام اور حسی

و روحانی رزق اور ظاہری و باطنی نعمتیں

حضور ﷺ کے طفیل اور واسطہ سے

ہیں

آخر اے باد صبا میں ہمہ آوردہ تست

(اے باد صبا یہ سب کچھ تیرا ہی لایا ہوا ہے)

اے بہار چمن تیرے فیض کا شکر کس

طرح ادا کرے کیونکہ کانٹا اور پھول

سب تیرے ہی پروردہ ہیں شیخ عالم

عارف محمد بکری قدس سرہ، نے پڑھا

کہ مسخر کرد انید اور ایں ہمہ  
امور شک نمی کند دریں ہیج

عاقلمے (مدارج النبوت - ۱۷۴۱)

۴. و کنیتہ ابو القاسم لانہ یقسم

الجنة بین اهلها

(مدارج النبوت - ۲۶۶۱)

۵. تبصرف و عن رسولہ بتصرف الہی

جل جلالہ وعم نوالہ زمین و آسمان

را شامل است بلکہ تمام شراب ہا

و طعام ہائے دنیا و آخرت و ارزاق

حسی و روحانی و نعمت ہائے

ظاہری و باطنی بواسطہ و طفیل آن

حضرت است

شکر فیض تو چمن جو کند اے

ابر بہار کہ اگر خار و گر گل ہمہ

پروردہ تست و انشد الشیخ العالم

العارف محمد البکری قدس سرہ

ما ارسل الرحمن او يرسل من رحمة يتصعد او يتنزل  
 في ملكوت الله او ملكه من كل ما يختص او يشمل  
 الا وطه المصطفى عبده ونبیه المختار المرسل  
 واسط فيها واصل لها يعلم هذا كل من يعقل

(اللہ تعالیٰ نے جو رحمت بھیجی ہے یا بھیجتا ہے یا بھیجے گا اور جو رحمت چڑھتی ہے یا نازل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے ملک اور ملکوت میں جو جس کو ملتا ہے اس میں اصل اور واسطہ حضور ہی ہیں ہر عاقل اس بات کو جانتا ہے) (مدارج - ۳۱۱، ۱ - مطالع السمرات - ۲۶۲)

۶۔ ایک مقام پر حضرت سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا

تصرف و قدرت سلطنت و حضور کا تصرف اور آپ کی قدرت اور سلطنت  
 ﷺ زیادہ براں بود و ملک سلیمان علیہ السلام کی قدرت اور سلطنت  
 و ملکوت جن و انس و تمامہ سے زیادہ تھی ملک و ملکوت (عالم شہادت اور  
 عوالم بتقدیر و تصرف الہی عالم غیب بلکہ کل ماسوا اللہ) جن اور انسان اور  
 عزو علا در حیطہ قدرت سارے جہان اللہ تعالیٰ کے تابع کر دینے  
 و تصرف و بود سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصرف اور

(اشعۃ اللمعات - ۴۳۲، ۱) قدرت کے احاطہ میں تھے (اور ہیں)

۷۔ نیز شیخ محقق حدیث "عادی الارض لله ورسوله ثم هی لکم منی" کے ما تحت ارقام فرماتے ہیں

زمینِ قلیم ... مرخدا کی راست  
 ورسول خدای را پستر آن زمین  
 مر شمار است از من یعنی من  
 تصرف مے کم در ان بہر وجہ کہ  
 مے خواہم ومی بخشم ہر کرا کہ  
 میخواہم وظاہر آن بود کہ گفتہ  
 شود "منی ومن اللہ" زیرا کہ ہمہ از خدا  
 است و خدا در ہمہ جا پیغمبر خود را  
 تصرف دادہ است  
 (الحدیث الممعات - ۶، ۳ - نحوہ فی الرقاۃ - ۳، ۲۱، ۳)

(حضور ﷺ نے فرمایا ہے) قدیم زمین اللہ  
 اور رسول کی ملکیت ہے پھر وہ زمین میری  
 طرف سے تمہارے لیے ہے یعنی میں اس  
 زمین میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا  
 ہوں اور جسے چاہتا ہوں بخشتا ہوں اور ظاہر یہ  
 ہے کہ اس طرح کہا جاتا "صرف منی کے  
 بجائے "منی ومن اللہ" ہوتا یعنی پھر وہ زمین  
 میری اور اللہ کی طرف سے تمہیں عطا ہوئی  
 تمہاری ملکیت ہے اس لیے کہ ہر چیز کی عطا میں  
 اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے رسول کو تصرف دیا ہوا ہے

۸۔ اس ارشاد الہی

تلک الجنة التي نورث من  
 عبادنا من کان تقیا .  
 یہ وہ جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں  
 سے بنا تے ہیں جو متقی ہوا

کے تحت لکھتے ہیں

اے نورث تلک الجنة  
 محمد ﷺ فیعطی من یشاء  
 ویمنع عن یشاء وهو السلطان  
 فی الدنیا والآخرة فله الدنیا وله  
 الجنة وله المشاہدات ﷺ  
 ہم اس جنت کا وارث محمد ﷺ کو بناتے ہیں  
 پس ان کی مرضی جسے چاہیں عطا فرمائیں اور  
 جسے چاہیں منع کریں دنیا اور آخرت میں وہی  
 سلطان ہیں انہیں کے لیے دنیا ہے اور انہیں  
 کے لیے جنت (دنوں کے مالک وہی ہیں) اور  
 انہیں کے لیے مشاہدات ہیں  
 (اخبلا خیار، ۲۶، ۱۲۶، شرح عبدالوہاب، بخاری متونی ۵۹۳۲)

شیخ اشرف علی تھانوی (ت: ۱۳۶۱) نے لکھا

آپ ﷺ کو تمام خزاؤں روئے زمین کے اور تمام شہروں کی کنجیاں عالم  
کشف میں عطا کی گئی تھیں  
(نشر الطیب: ۱۶۶)

شیخ محمود الحسن دیوبندی لکھتے ہیں

آپ ﷺ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات، بنی آدم ہوں یا  
غیر بنی آدم القصد آپ ﷺ اصل میں مالک ہیں

(ادلۃ کاملۃ، ۱۲)

جنہیں کتاب و سنت کی سمجھ آئی ہے انہوں نے سچ کہا

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم  
رزق اس کا کھلاتے یہ ہیں

حضرت تمیم داری کا واقعہ

انہی روایات کے پیش نظر اہل علم و فضل نے تصریح کی ہے کہ جو شخص  
رسول اللہ ﷺ کو زمین کا مالک نہ مانے وہ کافر ہے اس بارے میں امام  
غزالی، امام تقی الدین سبکی، امام مناوی، امام ابن العربی، امام سیوطی اور امام  
شعرانی جیسے آئمہ امت نے باقاعدہ فتویٰ کفر جاری فرمایا، یہاں ہم اس کی  
تفصیل درج کرتے ہیں

رسول اللہ ﷺ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زمین کا ایک

تکڑا عنایت فرمایا تھا



وقد تعرض بعض الولاة لال  
تميم واراد انتزاع الارض  
منهم ورفع امرهم الى القاضي  
ابي حاتم الهروي الحنفى  
قاضى القدس الشريف فاحتج  
الداريون بالكتاب فقال  
القاضى هذا الكتاب ليس  
بلازم، لان النبى ﷺ اقطع  
تميماً مالهم يملك فاستفتى  
الوالى الفقهاء و كان ابو حامد  
الغزالى رحمه الله حينئذ بيت  
المقدس قبل استيلاء الفرنج  
عليه فقال : هذا القاضى كافر  
لان النبى ﷺ قال : زويت لى  
الارض كلها ، و كان يقطع فى  
الجنة فيقول : قصر كذا فلان  
، فوعده ﷺ صدق و عطاءه  
ﷺ حق فخرى القاضى  
والوالى و بقى آل تميم على ما  
بايد يهم

کسی سر براہ نے آل تميم سے  
جھگڑا کیا اور ان سے وہ زمین چھیننا  
چاہی وہ اس معاملہ کو قدس شریف کے  
قاضی ابو حاتم ہروی حنفی کے پاس لے  
گیا تو حضرت داری کی اولاد نے حضور  
ﷺ کی تحریر کو دلیل کے طور پر پیش کیا  
تو قاضی نے کہا اس تحریر کی کچھ حیثیت  
نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے تميم کو یہ  
زمین بطور عطیہ دی تھی جس کے وہ  
مالک نہ تھے تو والی نے فقہاء سے فتویٰ  
طلب کیا، امام ابو حامد الغزالی اس وقت  
بیت المقدس میں تھے اور ابھی فرنگیوں کا  
بیت المقدس پر قبضہ نہ ہوا تھا امام غزالی  
نے کہا کہ یہ قاضی کافر ہے کیونکہ نبی  
کریم ﷺ کا فرمان ہے تمام زمین  
میرے قبضے میں دی گئی ہے اور حضور  
ﷺ تو جنت بھی (اپنے اصحاب کو  
دیتے ہوئے فرمایا کرتے فلاں محل  
فلاں شخص کے لیے ہے اور آپ ﷺ  
کا وعدہ سچا اور آپ ﷺ

و كانت هذا الحادثة لما كان  
القاضي ابو بكر بن العربي بالشام  
کی عطا حق ہے۔ تو قاضی اور والی دونوں رسوا  
ہوئے اور یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب قاضی  
( نظام الحکومت النبویہ ۱۰-۲۰۹ )  
ابو بکر بن العربی شام میں تھے

## امام غزالی کا فتویٰ

امام جلال الدین سیوطی نے بھی یہی فتویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا

و كان يقطع الاراضى قبل  
فتحتها لان الله ملكه الارض  
كلها و افق الغزالي بكفر من  
عارض اولاد تميم الداي فيما  
يقطعون (الخصائص الصغرى)  
رسول اللہ ﷺ زمین قبل مد فتح عطا فرماتے کیونکہ  
اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک  
بنایا ہے، امام غزالی نے اس کے کفر کا فتویٰ جاری  
کیا جس نے حضرت تمیم داری کی اولاد سے  
رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ زمین پر جھگڑا کیا

انہوں نے الخصائص الکبریٰ میں یہ باب قائم کیا

باب اختصاصه ﷺ بالحمى  
لنفسه و انه لا ينقض ما حماه  
رسول اللہ ﷺ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ  
اپنے لیے جس قدر چاہیں زمین رکھ سکتے  
ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا

## حدیث مبارکہ سے تائید

اور اس کے تحت حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے

اخرج البخارى عن ابى عباس ان  
الصعب بن جثامة قال قال رسول  
الله ﷺ لا حمى الا لله و لرسوله  
اقال الا صحاب من خصائصه  
لام بخدی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے  
نقل کرتے ہیں حضرت صعوب بن جثامہ رضی  
اللہ عنہ کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا  
جاگیر اللہ اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے

ﷺ ان له يحمي الموات  
 لنفسه ولا يجوز ذلك لسائر  
 الاثمة قطعاً و انما يجوز لهم  
 الحمى للمسلمين و قيل لا  
 يجوز ايضاً و على الجواز يجوز  
 نقضه لمن بعده و ما حماه النبي  
 ﷺ لا ينقض و لا يغيره بحال و  
 كان يحمي ﷺ بقطع الا راضى  
 قبل فتحها لان الله تعالى ملكه ايا  
 ما يفعل فيها ما يشاء و قد اقطع  
 لتميم الدارى و ذريته قرية بيت  
 المقدس قبل فتحها و هي فى يد  
 ذريته الى اليوم و اراد بعض الولاة  
 التشويش عليهم فافتى الغزالي  
 بكفره قال : لان النبي ﷺ  
 كان يقطع ارض الجنة فارض  
 الدنيا اولى

(المختصر الكبرى: ۲-۳۳)

علماء نے بیان کیا کہ آپ ﷺ بے  
 مالک زمین کو اپنے لئے رکھ سکتے ہیں اور  
 دیگر سربراہوں کے لئے ایسا کرنا ہرگز جائز  
 نہیں ہاں وہ مسلمان کو جاگیر دے سکتے ہیں  
 بعض نے اس جواز کا بھی انکار کیا ہے اگر یہ  
 ان کے لیے جائز بھی ہو تو بعد کے سربراہ اس  
 معاہدے کو ختم بھی کر سکتے ہیں لیکن جو جاگیر  
 کسی کو رسول اللہ ﷺ نے عطا کی اسے نہ ختم  
 کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی حال میں تبدیل کیا  
 جاسکتا ہے حضور ﷺ قبل از فتح زمین الاث  
 فرمایا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو  
 اس کا مالک بنایا لہذا اس میں جو چاہیں فیصلہ  
 کریں آپ ﷺ نے حضرت تمیم داری اور انکی  
 اولاد کو بیت المقدس میں فتح سے پہلے جاگیر عطا  
 کی جو آج تک ان کی اولاد کے پاس ہے کسی  
 سربراہ نے ان کو پریشان کیا تو امام غزالی نے اس  
 پر کفر کا فتویٰ جاری کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ  
 آپ ﷺ جب جنت الاث فرماتے ہیں تو  
 زمین بطریق اولیٰ دے سکتے ہیں

## امام شعرانی اور قسطلانی کی تائید

امام عبدالوہاب شعرانی (ت۔ ۹۷۴) آپ ﷺ کے خصائص کے تذکرہ میں لکھتے ہیں

وكان يقطع الاراضى قبل فتحها لان رسول الله ﷺ قبل از فتح زمین صحابہ کو لاث

اللذ ملكه الارض كلها و له ان يقطع فرمادیتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو

ارض الجنة من باب اولى <sup>صلوات</sup> <sub>عليه وسلم</sub> تمام زمین کا مالک بنا دیا ہے اور آپ ﷺ کا

والله اعلم (كشف الغممة عن جميع الاممة - ۶۵) جنت تقسیم فرمانا بطریق اولیٰ جائز ہے

شارح بخاری امام محمد بن محمد قسطلانی (ت۔ ۹۲۳) الخصائص من المباحات کے

تحت رسول الله ﷺ کا یہی خاصہ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں

و كان يقطع الاراضى قبل رسول الله ﷺ قبل از فتح زمین کا ٹکڑا

فتحها لان الله ملكه الارض عطا فرما دیا کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

كلها و افضى الغزالي بكفر من آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا ہے

عارض اولاد تميم الدارى فيما امام غزالی نے اس شخص کو کافر قرار دیا ہے

اقطعهم و قال انه <sup>صلوات</sup> <sub>عليه وسلم</sub> كان جس نے حضرت تمیم داری کی اولاد سے

يقطع ارض الجنة فارض الدنيا رسول الله ﷺ کی عطا کردہ زمین میں

اولیٰ جھگڑا کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ تو

جنت الاث کرنے والے ہیں تو دنیاوی (المواهب اللدنیہ: ۲-۶۲۶)

زمین بطریق اولیٰ الاث فرما سکتے ہیں

## امام ابن العربی اور سبکی کی تائید

اس کی شرح کرتے ہوئے امام زرقانی (ت، ۱۱۲۳) رقمطراز ہیں

وکان یقطع الاراضی قبل  
 فتحها بخلاف غیره من الائمة  
 فانما یقطع بعد فتحها (لان  
 اللہ ملکہ الارض کلها) و لا  
 ینقض شیء مما اقطعه بعده  
 بحال (و) لذا (افتی الغزالی  
 بکفر من عارض اولاد تمیم  
 الداری فیما اقطعهم التی  
<sup>صلی اللہ</sup> <sup>علیہ وسلم</sup> (من الارض بالشم) و  
 قال انه <sup>صلی اللہ</sup> <sup>علیہ وسلم</sup> کان یقطع ارض  
 الجنة (ما شاء منها لمن شاء  
 (فارض الدنیا اولی) و نقله  
 ابن العربی عن الغزالی فی  
 القانون و اقره و افتی به  
 السبکی ایضا  
 (زرقاتی علی المواہب، ۵-۲۳۲)

رسول اللہ ﷺ زمین قبل از فتح عطا  
 فرماتے اور یہ درجہ کسی اور سربراہ کو  
 حاصل نہیں کیونکہ وہ بعد از فتح ہی  
 دے سکتے ہیں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے  
 آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک بنایا)  
 اور بعد از فتح عطا فرمودہ زمین پر کوئی  
 اعتراض نہیں ہو سکتا اور اس لئے امام  
 غزالی نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا  
 جنہوں نے حضرت تمیم داری رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی اولاد سے رسول اللہ  
 ﷺ کی شام میں عطا کردہ زمین  
 کے بارے میں جھگڑا کیا اور فرمایا کہ  
 رسول اللہ ﷺ جس کو چاہیں اور جتنا  
 چاہیں تقسیم فرما سکتے ہیں تو دنیاوی  
 زمین تو بطریق اولیٰ عطا فرما سکتے ہیں  
 اسے امام غزالی سے امام ابن العربی  
 نے القانون میں نقل کیا اور اس کی تائید  
 کی اور امام سبکی کا بھی یہی فتویٰ ہے  
 امام محمد بن جعفر الکتانی (ت، ۱۳۲۵) اس قطعہ کی تفصیل، حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ بنوی ﷺ کو ہی بحال رکھنا اور فتویٰ امام غزالی کے بارے میں رقمطراز ہیں

وقد ذکر بعض شراح  
مختصر خلیل فی الزکاة فی  
الکلام علی زکاة المعادن  
عند استرادهم لقضية اقطاع  
النبي ﷺ لتميم بن اوس  
الداري قرية عينون بنواحي  
بيت المقدس قبل فتحه و  
امضاء عمر ذلك له لما  
فتحه ان الله تعالى ملكه  
الارض كلها و في عبارة  
الدنيا و الجنة يقطع منهما ما  
اراد لمن اراد خصوصية له و  
نص الشيخ عبد الباقي  
الزرقاني في شرحه لدى قوله  
في الزکاة و حکمه للامام  
الی قوله الا مملوكة لمصالح  
فله تنبيه اقطاعه ﷺ

بعض شارحین مختصر خلیل نے کتاب الزکاة  
کے باب زکاة معدنیات میں یہ واقعہ بھی  
بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت  
تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس  
فتح ہونے سے پہلے اس کے نواح میں عینون  
کے مقام پر قطعہ اراضی عطا فرمایا حضرت عمر  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتح بیت المقدس کے  
بعد اس فیصلہ نبوی کو جاری فرمایا کیونکہ اللہ  
تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام زمین کا مالک  
بنلایا ہے بعض کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ  
کی یہ شان و خصوصیت ہے کہ تمام دنیا اور  
جنت میں سے جس کو جتنا چاہیں عطا  
فرمائیں امام عبد الباقی نے اس کی شرح  
میں ایک اہم نوٹ لکھا کہ حضور ﷺ کا  
بیت المقدس کے نواحی میں قبل از فتح  
حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو  
قطعہ زمین کا الٹ کرنا

تمیماً الداری بعض ارض بنوا حی  
 بیت المقدس قبل فتحه من  
 خصائصه علیه الصلاة والسلام كما  
 فی خصائص السیوطی الصغری زاد  
 المناوی فی شرحها و اقره و نقله  
 عنه ابن العربی فی القانون.

یہ آپ ﷺ کا خاصہ و امتیاز ہے جیسے  
 امام سیوطی نے خصائص الصغری میں  
 ذکر کیا۔ امام مناوی نے اس کی شرح  
 میں یہ اضافہ کیا کہ امام ابن العربی نے  
 القانون میں نقل کر کے اسے ثابت رکھا

اس کے بعد امام عبدالوہاب شعرانی کی عبارت نقل کی اور لکھا

وجه کون اقطاع النبی ﷺ  
 تمیماً من الخصائص کونه  
 اقطاعاً جازماً لا تقدیر فیہ و لا  
 تعلیق حسبما یظهر من کلامهم  
 و اقطاع غیره من الائمة الارض  
 الحرب لا بد فیہ من التعلیق علی  
 الفتح اذ لا تصرف لهم فی ارض  
 الحرب ما دامت ارض حرب و  
 کونه اقطاعاً ما ضیا پلزم الائمة  
 بعد انفاذہ مطلقاً و ان کانت  
 ارضه ارض معدن و فرضنا انه  
 صولح اهل الارض

رسول اللہ ﷺ کے حضرت تمیم  
 داری رضی اللہ عنہ کو عطا فرمودہ  
 قطعہ زمین کو آپ ﷺ کا خاصہ  
 قرار دینا بتا رہا ہے کہ یہ قطعہ قطعی  
 طور پر ان کا ہی ہوگا اس میں کوئی فتح  
 کی شرط و حد نہیں جیسے کلام آئمہ سے  
 ظاہر و واضح ہے لیکن آپ ﷺ  
 کے علاوہ اگر کوئی سربراہ ارض  
 حرب میں سے کسی کو دے تو  
 اس کے لیے شرط فتح ضروری  
 ہے کیونکہ جب تک ارض حرب  
 ہے سربراہ اس میں تصرف

علیہا و غیرہ من الالمة انما یقطع  
 ارض المعدن علی ما ذهب الیہ  
 المالکیة و من وافقہم انتفاعاً بحیث  
 لا یعیہا من اقطعہا ولا تورث عنہ و  
 بہذا تعلم ما فی قول بعض  
 المتأخرین من اصحابنا المالکیة لا  
 یظہر کون اقطاع تمیم قبل  
 الفتح من الخصائص علی  
 مذہبنا لما ذکرہ ابن یونس من  
 الاتفاق علی ان المعدن فی  
 ارض حکمہ للامام و کذا فتی  
 الغزالی فی ذلک لیست علی  
 مذہبنا لما ذکرہ ابن عرفہ من  
 ان من اقطعہ الامام معدن لا  
 یورث عنہ فان کلام ابن یونس  
 انما ہو فی الارض العرب یعنی  
 التی اسلم اہلہا علیہا و تصحف  
 ذلک لصاحب التوضیح و هو  
 الشیخ خلیل بارض الحرب  
 ہی نہیں کر سکتا اگر ماضی میں کسی نے  
 جاگیر دی تھی تو بعد کے حکمرانوں پر اسے  
 جاری رکھنا لازم ہے اگر زمین معدنیات  
 میں سے ہے اور بالفرض اہل زمین اور  
 سربراہ کے درمیان صلح ہوئی ہے تو ان کے  
 موافقین کے ہاں اپنی زمین کو بطور نفع دیا جا  
 سکتا ہے مگر وہ شخص نہ اسے بیچ سکتا اور نہ ہی  
 اس میں وارث جاری ہوں گے اس سے  
 ہمارے متأخرین مالکیہ کے اس قول میں  
 جو گڑبڑ ہے وہ بھی سامنے آ جاتی ہے کہ  
 ہمارے مذہب کے مطابق فتح سے پہلے  
 حضرت تمیم داری کو جاگیر دینا رسول اللہ  
 ﷺ کا خاصہ نہیں کیونکہ شیخ ابن یونس نے  
 لکھا کہ اس پر اتفاق ہے کہ ارض حرب میں  
 معدنیات کا معاملہ سربراہ کے سپرد ہے اس  
 طرح امام غزالی کا فتویٰ ہمارے مذہب  
 کے مطابق نہیں کیونکہ شیخ ابن عرفہ نے لکھا  
 جسے سربراہ قطعہ معدنی دے اس میں  
 وراثت جاری نہ ہوگی گڑبڑ کی وجہ



و ارض الحرب لا تصرف فيها  
 للامام الا ان يعلق الامر على الفتح  
 وفتيا الغزالي مبينة على ان اقطاعه  
 عليه السلام لتميم تمليك له كما  
 ذكرنا لا انتفاع و عليه فلا بد من  
 حمل اهل مذهب ذلك على  
 الخصوصية. والله اعلم

(جاء الغلوب، ۲، ۲۳۹)

یہ ہے کہ شیخ ابن یونس کی گفتگو ارض حرب  
 کہ جس کے اہل اس شرط پر ایمان لائے  
 صاحب توضیح شیخ خلیل کے سامنے ارض  
 عرب کے بجائے نسخہ ہی ارض حرب تھا اور  
 ارض حرب میں سربراہ تصرف نہیں کر سکتا  
 ہاں شرط فتح ضروری ہے امام غزالی کا فتویٰ  
 اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
 نے حضرت تمیم داری کو اس قطعہ کا مالک  
 بنایا ہے نہ کہ فقط نفع کا لہذا ہمارے علماء

سرور عالم ﷺ کا خاصہ ہی مانتے ہیں

مذکورہ تمام دلائل حضور ﷺ کے اختیارات پر اس قدر واضح ہیں لہذا کسی

صورت میں بھی آپ ﷺ کو بے اختیار قرار دینا درست نہیں ہمیں یہ عقیدہ رکھنا

چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا کامل نائب و خلیفہ مقرر کر کے مختار

کائنات بنایا ہے کیا سب سے بڑا خلیفہ بے اختیار ہوتا ہے؟

انہی دلائل کی روشنی میں امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن و حکم سے

حضور ﷺ سب کچھ کر سکتے ہیں



# مسئلہ ترک کلمہ

—: تصنیف: —

امام عبد اللہ محمد بن الصدیق الغماری

○

—: ترجمہ: —

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور 1۔ میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیک لاہور

042,5300353...03004407048

Faint, illegible text or markings, possibly bleed-through from the reverse side of the page.

## انتساب

مخدوم اہلسنت استاذ گرامی حضرت العلام مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ  
ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان کے نام  
کہ جن کی استقامت اور شبانہ روز محنت شاقہ کے نتیجہ میں ملک کی  
عظیم مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ کی بہاریں قائم ہیں اور ہزاروں  
نوںہالان قوم زیور علم سے آراستہ ہوئے۔

دعاگو

محمد خاں قادری

## ضرورت مقالہ

کچھ لوگ بعض اعمال مثلاً جشن میلاد، عرس، مبارک راتوں میں اجتماع کا انعقاد وغیرہ کو حرام قرار دیتے ہوئے فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ انہیں حضور ﷺ نے نہیں کیا۔ لہذا یہ بدعت و حرام ہیں حالانکہ جب تک آپ ﷺ کے ترک کے ساتھ ساتھ اس پر کتاب و سنت میں نہی وارد نہ ہو اسے حرام قرار دینا سراسر زیادتی اور ظلم ہے اسی مسئلہ کی وضاحت کے لئے اس علمی و تحقیقی مقالہ کا ترجمہ مع عربی متن شائع کیا جا رہا ہے۔

## عالم اسلام کے عظیم محدث و مفکر

امام ابو الفضل عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری الحسنی المتوفی ۱۳۱۳ھ

زیر نظر کتاب کے مصنف امام ابو الفضل عبداللہ بن محمد الصدیق الغماری الحسنی ہیں۔ آپ عالم اسلام کی ان اہل علم و فکر شخصیات میں سے ہیں جن کی خدمات کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ انہوں نے اور ان کے عظیم خاندان نے گمراہ کن نظریات و عقائد اور اعمال کے خلاف جو علمی، فکری اور تحقیقی محاذوں پر کام کیا ہے اس دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح برصغیر میں امام اہل محبت مولانا احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز اور ان کے رفقاء نے ہر طرح کی گمراہ کن تحریکوں کا سینہ تان کر مقابلہ کیا۔ اسی طرح عالم عرب میں شیخ عبداللہ محمد بن الصدیق الغماری اور ان کے خاندان نے نظریات اسلام کی سرحدوں کی خوب حفاظت کی۔ ایک ایک اختلافی مسئلہ پر کتاب و سنت کی روشنی میں مستقل ایسی کتب تحریر کیں جن میں ناقابل تردید دلائل کے انبار لگا دیئے۔ اپنے تو اپنے مخالف بھی دم بخود رہ گئے۔ کسی مخالف کو ان کی تحریرات کا جواب دینے کی جرات نہ ہو سکی۔

ان کی بعض اہم تصانیف کے نام یہ ہیں:

- ۱- اتقان الصنعة فی تحقیق معنی البدعة (بدعت کے بارے میں تحقیق)
- ۲- الرد الحکم المتین علی کتاب القول المبین (عقائد صحیحہ کا اثبات)
- ۳- ذواہر البیان فی تناسب سور القرآن (قرآنی سورتوں کا درمیانی ربط)

- ۳- النفخة الالهية في الصلاة على خير البرية (درود و سلام)
- ۵- الاحاديث المنتقاة في فضائل رسول الله صلى الله عليه وسلم  
(فضائل و شمائل حضور)
- ۶- توضیح البيان لوصول ثواب القرآن (ایصال ثواب)
- ۷- حسن التفہم الدرک لمسالة الترك (مسئلہ ترک)
- ۸- نهاية الامال في صحة و شرح حديث عرض الاعمال
- ۹- غاية التحرير في صحت حديث توسل الضرير
- ۱۰- النفخة الذكية في بيان ان الهجر بدعة شركية (مسلمانوں سے  
تعلق ختم کرنا بدعت ہے)
- ۱۱- القول المقنع
- ۱۲- الاربعين الغماریه في شكر النعم (نعمتوں پر شکر یہ کے بارے میں  
چالیس احادیث)
- ۱۳- حسن البيان في ليلة النصف من شعبان (شب برات کی فضیلت)
- ۱۴- مصباح الزجاجة في فوائد صلاة الحاجة (نماز حاجت کے فضائل و  
فوائد)
- ۱۵- الاستقصاء لادلة تحريم الاستمناء (حرمت مشت زنی)
- ۱۶- الصبغ السافر في تحقيق صلوة المسافر (نماز مسافر کے بارے  
میں تحقیق)
- ۱۷- اتحاف النبلا بفضل الشهادة وانواع الشهداء (شہید اور شہادت کے  
اقسام)
- ۱۸- غاية الاحسان في فضل زکوة الفطر و فضل رمضان (روزہ و  
رمضان اور صدقہ الفطر کے فضائل)
- ۱۹- کمال الايمان في التداوی بالقرآن (علاج بالقرآن)
- ۲۰- قرۃ العین بادلۃ ارسال النبی الی الثقلین (حضور جن و انس کے  
رسول میں)



۲۱- تنویر البصیرة ببيان علامات الکبیرہ (کبیرہ گناہ کی علامات)

۲۲- حاشیہ علی المقاصد الحسنہ للسخاوی

ایسے ایسے نئے موضوعات پر لکھا جن پر پہلے مواد بہت کم ملتا تھا، مثلاً بندہ کے مطالعہ کے مطابق مسئلہ ترک پر مستقل مقالہ سب سے پہلے آپ ہی نے لکھا ہے۔ جس کا نام ”حسن التفہم والدراک لمسالة التروک“ ہے۔ اس میں ان لوگوں کی خوب خبر لی ہے جو کسی کام کے حرام ہونے پر فقط یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ کام رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ آپ نے اس مقالہ میں واضح کیا کہ آپ ﷺ کے کسی کام کو ترک فرمانے کی مختلف حکمتیں ہو سکتی ہیں مثلاً آپ نے اس عمل کو اس لیے ترک فرمایا ہو۔

ان یکون ترکہ مخافة ان يفرض علی امة کترکہ صلوة التراويح حین اجتمع الصحابة یصلوها معہ (حسن التفہم ۵)

کہ کہیں یہ میری امت پہ فرض ہی نہ ہو جائے مثلاً صحابہ کے نماز تراویح باجماعت کے لیے اکٹھا ہونے کے باوجود آپ نے جماعت نہ کروائی۔

امام العلماء حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے اپنی کتاب ”ازہار الانوار“ میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی ہے اس سے ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اور اس نماز کو قرآن و حدیث کے خلاف بتانا محض بہتان و افتراء، ہرگز ہرگز قرآن و حدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کر سکا، ہر جگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر یہ وہی جہالتِ قبیحہ و سفاہتِ فنیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ و طائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن و حدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن و حدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک امر و نہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے! ترمذی و ابن ماجہ و حاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فرماتے ہیں :

المحلل ما احل الله فی کتابہ و المحرام ما حرم الله فی کتابہ و ما سکت فهو مما عفا عنہ .

حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں، اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ :  
یا ایہا الذین امنوا لا تسلو عن اشیاء ان تبدلکم تسوکم وان تسلو عنها حین ینزل  
اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں بُرائی لگے اور اگر قرآن اترتے وقت

القرآن تبدلکم عفا اللہ عنہا و اللہ  
غفور رحیم ۰

پوچھو گے تو تم پر ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے اُن  
سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا  
مہربان ہے۔

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر  
جو انہیں چھوڑنا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اُس مانک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ  
تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم  
بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا  
کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، دارقطنی ابو ثعلبہ خشنی  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ تعالیٰ فرض فرايض فلا تضيعوها  
و حرم حرمت فلا تنتهكوها، و حد  
حدودا فلا تعدوها، و سکت عن اشياء  
من غير نسيان فلا تبحثوا عنها۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ  
سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حرمت نہ توڑو  
اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ  
چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا اُن میں کاوش  
نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذروني ما تركتكم فانما هلك من كان  
قبلکم بكثرۃ سؤالہم و اختلا فہم  
على انبيائہم فاذا نهيتكم عن شئ  
فاجتنبوا و اذا امرتكم بما صرفا توامنه  
ما استطعتم۔

یعنی جس بات میں میں نے تم پر تضييق نہ کی اُس میں  
مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمّتیں اسی بلا سے ہلاک  
ہوئیں، میں جس بات کو منع کروں اس سے  
بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قدرت  
بجالاؤ۔

احمد، بخاری، مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من  
سأل عن شئ لم یحرم علی الناس فحرم  
من اجل مسألته۔

بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہ ہنگام  
وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس  
کے سوال کے بعد حرام کر دی گئی۔

یہ احادیث باعلیٰ مذاہب کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ مانعت وارد  
اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے  
کی کیا خطا اس کے بغیر بوجھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالجملہ یہ قاعدہ نفسیہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث سے  
جس چیز کی ہدائی یا برائی ثابت ہو وہ بھل یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و روا  
اور اس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افتراء۔

قال ربنا تبارك وتعالى لا تقولوا لما تصفون  
السننكم الكذب هذا حلال وهذا حرام  
لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفترون  
على الله الكذب لا يفلحون ٥

ہمارے رب تعالیٰ نے فرمایا، اپنی زبانوں کا من گھڑت  
جھوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اللہ تعالیٰ  
پر جھوٹ افتراء کرتے جو بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر  
افتراء کریں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین و صحابہ کرام کے خلاف کہنا بھی اسی سفاہتِ قدیما پر مبنی  
کہ جو فعل ان سے منقول نہ ہو عموماً ان کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدم ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و  
آسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں،  
الفعل یدل علی الجواز و عدم الفعل لا یدل  
علی المنع۔

رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب بلوی  
تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر است  
مخصوصاً۔  
نہ کرنا اور چہینہ ہے اور منع کرنا اور چہینہ  
ہے مطلقاً (ت)

امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذان مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل  
پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے۔ فرماتے ہیں،  
ثم الثابت بعد هذا نفی المنذوبية اما  
ثبوت الكراهة فلا لان یدل دلیل آخر۔  
یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کے نہ کرنے  
سے اس قدر ثابت ہوا کہ منذوب نہیں رہی کراہت  
وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس  
پر قائم نہ ہو۔

۱- نہایۃ الامال کا ترجمہ ”نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال امت“ کے نام سے عالمی  
دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۲- غایۃ التحریر فی بیان صحت حدیث توسل الضریر کا ترجمہ بھی  
عنقریب شائع ہو جائے گا۔

۳- حسن التفہیم کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

شیخ عیسیٰ عبداللہ بن مانع الحمیری سربراہ اوقاف دہلی اس رسالہ کے ابتدائیہ میں  
لکھتے ہیں۔

وقد استوفی المصنف بحثاله  
یسبق الیہ ولم یغلب بفضل اللہ  
علیہ وهو بحث الترك الذی  
مصنف نے اتنی کامل بحث فرمائی ہے کہ  
اس سے پہلے نہیں ملتی اور اللہ کے فضل  
سے اس کا کوئی جواب نہیں اور یہ اس

لا یقترن بامر او نہی  
ترک پر ہے جس کے ساتھ کسی امر یا نہی  
کا اتصال نہیں۔

مصنف کا وصال ۲۰ شعبان ۱۳۱۳ کو ہوا۔

یہ مقالہ محدث غماری نے اپنے عظیم شاگرد شیخ محمود سعید ممدوح مدظلہ کی گزارش پر لکھا۔ شیخ محمود سعید اس دور کے عظیم محدث اور فاضل ہیں۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر نہایت ہی علمی کام کیا ہے۔ ان کی چند تصانیف کا تعارف بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ رفع المنارہ لتخرج احادیث التوسل والزیارۃ

بارگاہ نبوی میں حاضری کے بارے میں جو احادیث ہیں ان کے متن و سند پر مخالفین نے اعتراضات وارد کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ قابل استدلال نہیں۔ شیخ ممدوح نے اس کتاب میں ان تمام اعتراضات کا مسکت جواب لکھ کر مخالفین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس کے زیارت والے حصہ کا ترجمہ علامہ محمد عباس رضوی نے کر دیا ہے۔

۲۔ اس موضوع پر آپ نے ایک اور مقالہ تحریر فرمایا جس کا نام ”الاعلام باستجاب شد الرحل الی زیارۃ خیر الانام“ اس کا ترجمہ مولانا ممتاز احمد سعیدی نے کیا ہے عالمی دعوت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے۔

۳۔ تمام امت مسلمہ تسبیحات و وظائف شمار کرنے کے لیے ہاتھ میں تسبیح رکھتے ہیں، کچھ لوگوں نے اس کے بدعت ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ شیخ ممدوح نے اس مسئلہ پر مکمل کتاب تصنیف کی جس کا نام ”وصول التہانی“ ہے۔

۴۔ کچھ لوگوں نے حدیث نماز تسبیح کے بارے میں یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی کہ یہ ثابت ہی نہیں۔ شیخ نے امام ابن ناصر الدین دمشقی کی کتاب ”الترجیح لحدیث صلاۃ التسبیح“ شائع کی اور اس پر نہایت ہی علمی حاشیہ تحریر کیا۔

۵۔ شیخ ناصر الدین البانی نے حدیث پر جو کام کیا اس میں جا بجا تضادات کی نشاندہی مختلف اہل علم نے کی ہے۔ اس سلسلہ میں یہاں شیخ غماری کے ایک عظیم شاگرد شیخ حسن بن علی القاف کا کام ”تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الاحادیث و تضعیفها من اخطا و غلطات“ قابل ذکر ہے وہاں شیخ محمود سعید ممدوح کا کام بصورت ”تنبیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی

صحیح مسلم "نہایت ہی قابل داد و تحسین ہے۔"

مقدمہ میں اس کتاب کی غرض و غایت یوں تحریر کرتے ہیں:

میں شیخ البانی کے ایسے کلام پر آگاہ ہوا جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی متعدد احادیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے ایسی گفتگو کی جس سے امام مسلم کا خاطی ہونا اور ان اصولوں سے نکلنا لازم آتا ہے جو علماء کے ہاں مسلم اور مقبول ہیں۔ ان کا کلام صحیح امام کے بارے میں تشکیک کی دعوت دیتا ہے اور اس میں ایسی مخالفت، اغراب اور متقدمین پر تعقیب ہے جو دھوکہ دینے والوں کو موقع فراہم کر رہی ہے کہ انہوں نے بخاری و مسلم جیسے متقدمین کی کمی کا ازالہ کیا ہے۔ متاخرین تو کسی کھاتے میں نہیں — تو میں نے محسوس کیا کہ اس زیادتی پر خاموش رہنا جائز نہیں۔ اس سے آگاہ ہونے کے باوجود رونہ کرنا گناہ کا ذریعہ ہے لہذا میں نے اللہ کی توفیق سے البانی کی زیادتیوں پر لکھا ہے اور اس کا نام "تنبیہ المسلم علی تعدی البانی علی صحیح مسلم" رکھا ہے۔

فقد وقفت علی کلام الشیخ الالبانی ضعف فیہ جملة من الاحادیث التی فی (صحیح مسلم) فتکلم علیہا بما یوكد خطاه و یثبت خروجہ علی ماقرره العلماء من صحتها وتلقیہا القبول المفید للعلم و کلامہ یدعو الی التشکیک فی صحیح الامام مسلم و فیہ من الاغراب والمخالفة والتعقیب علی المتقدمین ما یوم المقتربین بہ انہ استدرک علی الائمة المتقدمین کالبخاری و مسلم فضلا من المتاخرین — وقد رایت ان السلوت علی هذا التعدی غیر مقبول ویلحق العارف بہ الاثم لذلک کتبت هذا (التنبیہ) ادفع بہ بعون اللہ تعالیٰ کل تعدیہ علی صحیح مسلم و قد سمیتہ تنبیہ المسلم الی تعدی البانی علی صحیح مسلم۔ (تنبیہ المسلم ۷)

اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ موصوف کی

علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے؟

ان علمی چیزوں کو خود پڑھے دوسروں تک پہنچائیے اور ان کی اشاعت میں تعاون فرمائیے تاکہ عقائد و اعمال صحیحہ کی آبیاری ہو سکے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم  
محمد خان قادری  
جامعہ اسلامیہ لاہور

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام حمد و ثنا، اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی فرمائی، ہمیں معرفت حجت و دلیل کی توفیق دی، صلوة و سلام ہو ہمارے آقا حضرت محمدؐ پر، آپ کی مبارک آل پر، اللہ تعالیٰ آپ کے صحابہ و تابعین سے راضی ہو۔  
حمد و صلوة کے بعد۔

ایک فاضل شاگرد محمود سعید نے مجھے کہا کہ آپ مسئلہ ترک پر رسالہ تحریر فرما دیں جو قارئین کو پریشانی اور تشکیک سے نجات عطا کر دے۔ آپ نے اپنی کتاب اتقان الصنعه میں اس پر لکھا ہے مگر وہ نہایت مختصر ہے، بندہ نے ان کے شوق کو سراہتے ہوئے ان کی رائے کو قبول کر لیا، مذکور مسئلہ پر یہ رسالہ تحریر کیا ہے تاکہ اس کا ہر قاری کسی بھی مسئلہ پر استدلال کے معاملہ میں ذہن کو واضح رکھ سکے اور اسے دلیل مقبول اور غیر مقبول کی پہچان ہو جائے۔

واللہ الموفق والہادی وعلیہ اعتمادی

## مقدمہ

وہ دلائل جن سے تمام آئمہ اسلام استدلال کرتے ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب اللہ ۲۔ سنت رسول

ان دونوں کے بارے میں آئمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

۳۔ اجماع ۴۔ قیاس۔

جمہور علما ان کو بھی دلیل تسلیم کرتے ہیں۔

علم اصول میں بیان کردہ دلائل کی بنا پر یہی رائے راجح و مختار ہے۔

درج ذیل دلائل میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے۔

۱۔ حدیث مرسل ۲۔ صحابی کا قول ۳۔ سابقہ شریعت ۴۔ استصحاب ۵۔ استحسان

اہل مدینہ کا عمل، ان پر تفصیلی گفتگو کے لیے امام سبکی کی کتاب جمع الجوامع کے باب الاستدلال کا مطالعہ کیجئے۔

## حکم شرعی کسے کہتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا وہ خطاب جس کا تعلق مکلف کے کسی فعل سے ہو، حکم شرعی کہلاتا ہے اس کی پانچ اقسام ہیں۔

۱۔ فرض یا واجب، یعنی جس کے بجالانے والے کو ثواب اور تارک کو عتاب ہو مثلاً نماز، زکوٰۃ، رمضان کا روزہ، والدین کی خدمت۔

۲۔ حرام، جس کے بجالانے پر عتاب اور تارک کو ثواب ہو مثلاً سود، زنا، والدین کی بے قدری، شراب۔



۳۔ مندوب، جس کے بجالانے والے کے لیے ثواب مگر تارک پر عقاب نہ ہو مثلاً نماز نفل۔

۴۔ مکروہ، جس کے تارک کو ثواب لیکن بجالانے کے لیے عتاب نہ ہو مثلاً نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نوافل۔

۵۔ مباح یا حلال، جس کے فعل و ترک دونوں پر عقاب و ثواب نہ ہو مثلاً تجارت، حلال اشیاء کھانا۔

یہ وہ اقسام ہیں جن پر فقہ اسلامی کا مدار ہے، کسی مسئلہ کو ثابت کرنے والے کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان میں سے کسی بھی حکم کو کسی ایسی دلیل سے ثابت کرے جو سابقہ دلائل میں شامل نہیں خواہ وہ مجتہد صحابی ہو یا غیر صحابی۔

یہ بات اظہر من الشمس اور ضروریات دین میں سے ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

## ترک کی تعریف

ترک سے مراد دو چیزیں ہیں۔

۱۔ حضور ﷺ نے وہ فعل و عمل نہیں فرمایا۔

۲۔ کسی صحابی اور تابعی نہیں کیا اور اس پر کوئی حدیث نبوی یا اثر صحابی بیان نہ کیا جو شی متروک کے حرام یا مکروہ ہونے پر دال ہو۔

متاخرین میں بہت سے لوگوں نے اشیاء کی حرمت و مذمت پر اسے دلیل بنا رکھا ہے بعض ہٹ دھرم اور ضدی لوگوں نے اسے بے تحاشا استعمال کیا ہے مثلاً ابن تیمیہ نے متعدد جگہ پر اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے استدلال کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر گفتگو آرہی ہے۔

## ترک کی وجوہ

حضور علیہ السلام نے کسی شی کو ترک فرمایا تو ضروری نہیں کہ اس کے حرام ہی ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے ترک فرمایا ہو، بلکہ اس کے ترک کی اور کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

## ۱- عاۃ " ترک فرمایا ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں حدیث ہے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھونی ہوئی گوہ پیش کی گئی، آپ نے تناول فرمانے کے لیے ابھی دست مبارک بڑھایا ہی تھا تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ گوہ کا گوشت ہے۔ آپ نے اسے تناول نہ فرمایا پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ حرام ہے فرمایا۔

لاولکنہ لم یکن بارض قومی حرام تو نہیں ہے ہمارے علاقہ میں یہ پیا  
فاجدنی اعافہ نہیں جاتی اس لیے میں اسے پسند نہیں کرتا۔

اس واقعہ سے دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔

۱- آپ کا کسی شی کو ترک فرمانا (اگرچہ کرنے کی تیاری کے بعد ہو) اس کے حرام ہونے پر دال نہیں ہوتا۔

۲- آپ کا طبعاً کسی شی کو ناپسند فرمانا بھی اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہوتا۔

## ۲- نسیانا " ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز میں سو ہو گیا، چار کے بجائے دو پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا تو فرمایا میں بھی انسان ہوں تمہاری طرح بھول جاتا ہو جب بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔

۳- امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو

مثلاً نماز تراویح، صحابہ کرام کے اجتماع کے باوجود آپ نے جماعت نہ کروائی (کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائیں)

۴- آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو

مثلاً آپ کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے، صحابہ کرام نے محسوس کیا آپ کے لیے منبر ہونا چاہیے۔ منبر کے بارے میں عرض کیا گیا آپ نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ لوگوں تک آواز پہنچانے میں معاون ہے۔ اسی طرح آپ کی

خواہش نہ تھی مگر صحابہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ کے لیے بلند جگہ ہونی چاہیے کیونکہ باہر سے آنے والے وفود کو آپ کے بارے میں پوچھنا پڑھتا ہے۔ عرض کیا گیا تو آپ نے قبول فرمایا مگر خود اس کے لیے رائے نہ دی۔

۵۔ عمومی آیات یا احادیث کے حکم کے تحت داخل ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو

مثلاً چاشت کی نماز اور دیگر بہت سے مندوبات جو باری تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے تحت آتے ہیں۔

وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون خیر کے کام کرو تاکہ تم کامیابی پاؤ۔

۶۔ اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو

مثلاً بخاری و مسلم میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے فرمایا۔

لولا حادثة قومک بالکفر البیت ثم ابینتہ  
اگر نئے نئے لوگ مسلمان نہ ہوئے ہوتے تو میں کعبہ ڈھا دیتا اور اسے انہی بنیادوں پر تعمیر کرتا جن پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کیونکہ قریش نے اس کی تعمیر میں کمی کی ہے۔

تو یہاں خانہ کعبہ کی تعمیر نو کو محض آپ نے اس لیے ترک فرمایا تاکہ لوگوں میں

غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

الغرض آپ نے اگر کسی شی کو ترک فرمایا تو اس کی متعدد حکمتیں ہوں گی، کسی حدیث یا قول صحابی میں یہ نہیں ہے کہ جس شی کو آپ نے ترک فرمایا وہ حرام ہوگی۔

ترک، حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا

ہم نے اپنی کتاب "الردالمحکم المتبین" میں واضح کیا ہے کہ شی کا ترک

اس کی حرمت پر دال نہیں ہوا کرتا وہ تمام گفتگو درج ذیل ہے۔

اگر ترک کے علاوہ اس عمل کے ممنوع ہونے پر کوئی نص نہ ہو تو فقط ترک

اس کی ممنوعیت پر حجت نہیں ہوتا بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ اس بات کا فائدہ دے سکتا ہے کہ اس عمل کا ترک جائز ہے رہا یہ معاملہ کہ وہ فعل ممنوع ہے تو یہ محض ترک سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے کسی اور دلیل کا ہونا ضروری ہے۔

امام ابو سعید بن لب اور ضابطہ

امام ابو سعید بن لب نے یہ ضابطہ بھی ذکر کیا ہے، انہوں نے نماز کے بعد دعا مکروہ ٹھرانے والوں کا رد کرتے ہوئے کہا۔

نماز کے بعد منکرین دعا نے جو دلیل دی ہے اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس طریقہ کا التزام، سلف سے ثابت نہیں، اگر صحت نقل کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو

فالترک لیس بموجب لحکم فی  
ذلک المتروک الاجواز الترمک انتفاء  
الخرج فیہ واما تحریم او لصوق  
کراہیۃ بالمتروک فلا، ولا سیما  
فیما له اصل جملی متقرر من  
الشرع کالدعا

ترک، متروک کے لیے کسی حکم کو ثابت نہیں کرتا ہاں اس سے اس فعل کے ترک کا جواز اور بجالانے کی پابندی کی نفی ہوتی ہے۔ رہا اس متروک کا حرام یا مکروہ ہونا تو ترک سے یہ ثابت نہیں ہوتا خصوصاً اس عمل میں جس کی شریعت میں اجمالاً اصل موجود ہو مثلاً دعا

### شیخ ابن حزم کی تائید

شیخ ابن حزم نے المحلی میں مالکی اور حنفی علماء کا نماز مغرب سے پہلے دو نوافل کی کراہت پر امام نسفی کا یہ قول بطور استدلال ذکر کیا۔

ان ابابکر و عمر و عثمان کا نوا  
حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان  
لا یصلونها  
مغرب سے پہلے یہ نقل نہیں  
پڑھتے تھے۔

پھر اس استدلال کا ان الفاظ کے ساتھ رد کیا۔

لو صبح لما كانت فيه حجة لانه  
ليس فيه انهم رضی اللہ عنہم نہوا  
عنها

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ دلیل نہیں  
بن سکتی کیونکہ اس میں یہ کہاں ہے کہ  
انہوں نے اس نماز سے منع کیا ہے۔

ایک اور ان کی دلیل نقل کی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔  
ماریت احداً یصلیہا  
میں نے کسی کو یہ رکعتیں ادا کرتے  
ہوئے نہیں دیکھا۔

اس کا رد یوں کیا۔

وايضاً "فليس في هذا الوصح نهی  
عنہما ونحن لاننکر ترک  
التطوع ما لم ينه عنه  
(المحلی ۲: ۲۵۳)

اگرچہ روایت صحیح بھی ہو تو اس میں ان  
رکعات سے منع کرنا کہاں ہے اور ہم  
ترک نوافل کا انکار نہیں کریں گے جب  
تک اس سے منع ثابت نہ ہو۔

المحلی کے دوسرے مقام پر نماز عصر کے بعد نوافل پر گفتگو کرتے ہوئے  
رقم طراز ہیں کہ حدیث علی تو قطعاً حجت نہیں۔

لانه ليس فيه الاخباره بما علم من  
انه لم ير رسول الله صلى الله عليه  
صلاهما وليس في هذا نهی  
عنہما ولا كراهة لها فما صام عليه  
السلام قط شهرا كاملا غير  
رمضان وليس هذا بموجب  
كراهية صوم شهر كامل تطوعا  
(المحلی ۲: ۲۷۱)

اس میں تو صرف اتنی بات ہے کہ انہوں  
نے یہ بیان کر دیا ہے کہ میں نے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رکعتیں پڑھتے ہوئے  
نہیں دیکھا، اس میں نہ تو ان سے منع  
ہے اور نہ ہی کراہت ہے (آپ ذرا غور  
کریں) آپ نے رمضان کے علاوہ پورا  
مہینہ کبھی روزہ نہیں رکھا مگر یہ چیز نفلاً  
پورا مہینہ روزہ رکھنے کی کراہت کو  
مستلزم تو نہیں ہے۔

یہ عبارات صراحةً "دال ہیں کہ محض ترک کسی شی کی کراہت کو مستلزم  
نہیں چہ جائیکہ اس سے کسی شی کا حرام ہونا ثابت ہو۔ کچھ ہٹ دھرم لوگ اس ضابطہ  
کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اصول فقہ کا ضابطہ ہی نہیں حالانکہ ان کا یہ قول ان

کی جہالت اور عقل بیمار پر وال ہے۔

اس کے ضابطہ ہونے پر دلائل

آئیے ہم اس پر دلائل ذکر کیے دیتے ہیں۔

۱۔ کسی فعل کے حرام ہونے پر تین اشیاء میں سے کسی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔  
۱۔ اس پر نہی وارد ہو۔

لاتقربوا الزنا

زنا کے قریب نہ جاؤ

ولاتا کلو اموالکم بینکم  
بالباطل  
تم ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقہ سے  
نہ کھاؤ

۲۔ اس عمل کے بارے میں لفظ تحریم و حرام وارد ہو۔ مثلاً

حرمت علیکم المیتة  
تم پر مردار حرام کیا گیا ہے  
۳۔ اس فعل کی مذمت یا اس پر عقاب کی وعید ہو۔ مثلاً

من غش فلیس منا  
جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں  
ترک ان تینوں میں سے ایک بھی نہیں لہذا اس سے حرمت کا ثبوت ہرگز نہیں ہوگا۔  
۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما اتکم الرسول فخذوه وما نہکم  
عنه فانتھوا  
اور جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو  
اور جس سے منع فرمائیں اس سے رک  
جاؤ۔

اس میں یہ تو نہیں فرمایا۔

وما ترکہ فانتھوا عنه

جسے آپ نے ترک فرمایا اس سے رک  
جاؤ۔

تو ترک ہرگز مفید تحریم نہیں۔

۳۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

وما امرتکم بہ فانتھوا منه  
ما استطعتم وما نہتکم عنه  
جس کا میں تمہیں حکم دوں اسے اپنی  
طاقت کے مطابق بجا لاؤ اور جس سے

میں منع کروں اس سے بچو۔

فاجتنبوه

آپ نے یہ تو نہیں فرمایا۔

جسے میں ترک کروں اس سے بچو

وما ترکتہ فاجتنبوه

تو اب ترک کسی کی حرمت یہ کیسے وال ہو سکتا ہے؟

۴۔ علماء اصول نے سنت کی تعریف یوں کی ہے۔

ہی قول النبی صلی اللہ علیہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی، فعل اور

وسلم وفعله و تقریرہ

آپ کا کسی عمل کی تائید کرنا

انہوں نے ”ترک“ (آپ نے نہ کیا ہو) نہیں کہا کیونکہ ترک دلیل ہی نہیں بنتا۔

۵۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حکم خطاب اللہ کا نام ہے، اور علماء اصول نے واضح کر دیا ہے

کہ اس پر دال قرآن، سنت، اجماع یا قیاس ہو سکتا ہے، ترک ان میں سے کوئی بھی

نہیں لہذا وہ دلیل نہیں بن سکتا۔

۶۔ یہ بھی پیچھے بیان ہو چکا کہ ترک میں تحریم کے علاوہ متعدد احتمال ہیں اور اصولی

قاعدہ یہ ہے کہ جس دلیل میں احتمال ہو اس سے استدلال ساقط ہو جاتا ہے۔

بلکہ پیچھے یہ بھی گزرا کہ اگر کسی شی کو حضور ﷺ نے ترک فرمایا ہے تو اس

کا یہ مطلب نہیں لیا جاسکتا کہ وہ فعل حرام ہے اور یہ بات تنہا ترک سے استدلال

کے بطلان پر کافی ہے۔

۷۔ ترک اصل ہے کیونکہ یہ عدم فعل کا نام ہے اور عدم اصل ہوتا ہے اور

فعل عارضی ہے اصل نہیں اور اصل کسی شی پر لغۃ اور شرعا دلالت ہی نہیں کرتا کہ

وہ جائز ہے یا ناجائز لہذا ترک ہرگز کسی عمل کی حرمت کا تقاضا نہیں کر سکتا۔

غیر پسندیدہ اقوال

شیخ ابن معانی کہتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ نے کی شی کو ترک فرمایا تو اس

کی اتباع ہم پر لازم ہے اس پر دلیل یہ دی کہ جب آپ نے گوہ سے دست

بارک کھینچ لیا تو صحابہ بھی کھانے سے رک گئے اور آپ سے پوچھ کر کھلایا۔

جواب: ہم کہتے ہیں آپ کا جوابا ”فرمانا کہ یہ حرام نہیں“ دلالت کر رہا ہے کہ

ترک حرمت کا تقاضا نہیں کرتا، حدیث میں ابن سمریٰ کے لیے نہیں بلکہ ان کے خلاف دلیل ہے۔

پہلے یہ بھی تفصیلاً "گزر چکا ہے کہ ترک میں متعدد احتمال ہوتے ہیں تو آپ کی کسی ایسے معاملہ میں متابعت کیسے لازم قرار دی جاسکتی ہے جس میں عادت، سہود وغیرہ کا احتمال ہو۔

### ابن تیمیہ کی گفتگو

ابن تیمیہ سے سوال ہوا، جو شخص زیارت قبور کرتا ہے اور صاحب قبر کو وسیلہ وغیرہ بناتا ہے ان سے تکلیف رفع کے لیے دعا کرواتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس کا انہوں نے بڑا تفصیلی جواب دیا جس میں لکھا۔

"ایسا عمل صحابہ و تابعین میں سے کسی نے نہیں کیا، نہ آئمہ میں سے کسی نے ایسا کرنے کا حکم دیا یعنی انہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ سے دعا کے بارے میں عرض نہیں کیا جیسا کہ وہ آپ کی ظاہری حیات میں عرض کیا کرتے تھے۔

### تحقیقی رد

یہ گفتگو متعدد وجوہ کی بنا پر دلیل نہیں بن سکتی۔

۱۔ صحابہ کا یہ فعل امر اتفاقی ہو اس میں یہاں یہ احتمال ہے کہ یہ عمل ناجائز ہے وہاں اس میں یہ بھی تو احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ عمل جائز تھا مگر انہوں نے افضل کو اختیار کر لیا وغیرہ۔

اور قاعدہ یہ ہے کہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہو گیا۔

ہم یہاں یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے عدم جواز کی وجہ سے یہ عمل ترک نہیں کیا۔

ہماری بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

صحابی رسول حضرت بلال بن حارث المزنی قحط کے سال حضور ﷺ کے مزار مبارک کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرتے ہیں۔



یا رسول اللہ استسق لامتك  
اے اللہ کے رسول اپنی امت کے لیے  
بارش کی دعا فرمائیے۔

آپ ان کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا۔  
اذہب الی عمر واخبرہ انکم  
مسقون وقل له علیک الکیس  
گی اور ان سے کہو خوب محنت اور دانائی  
سے کام لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی تو آپ رو پڑے اور عرض کیا۔  
اللہم ما الوالما عجزت عنہ  
اے اللہ ہر وہ کام جو مجھ سے بھاری ہے  
اس کے علاوہ میں سستی نہیں کرتا۔

حضرت عمر ان کے اس عمل پر ناراض نہ ہوئے اور نہ منع فرمایا اگر یہ عمل  
ناجائز ہوتا تو آپ انہیں ضرور منع فرماتے۔

یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں

امام بخاری نے صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت  
کیا کہ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں  
بنوالیں۔ آپ نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ میں اسے نہیں پہنوں گا  
اور آپ نے اسے پھینک دیا، صحابہ نے بھی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

(البخاری، باب الاقتداء بافعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن حجر نے اس کے تحت فرمایا۔

امام بخاری نے یہاں ایک ہی مثال پر اکتفا کیا ہے کیونکہ یہ صحابہ کی اقتداء فعل  
اور ترک دونوں پر مشتمل ہے۔

جواب: پھینکنے کو مجازاً "ترک" کہا دیا ہے ورنہ پھینکنا فعل ہے اور صحابہ نے فعل  
ہی کی اقتداء کی ترک تو اسے عارض ہوا ہے، اس طرح آپ نے جب نعلین اتارے تو  
صحابہ نے اقتداء میں نعلین اتار دیے تو انہوں نے ایسے فعل میں اقتداء کی جس کا نتیجہ  
ترک ہے اور یہ محل بحث ہی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کب آپ کے افعال کی اقتدا کا انکار کیا ہے بلکہ ہم تو انہی میں فوز و سعادت مانتے ہیں لیکن زیر بحث تو وہ معاملات ہیں جو آپ سے صادر ہی نہیں ہوئے مثلاً مروجہ محفل میلاد، محفل شب معراج وغیرہ ہم انہیں حرام نہیں کہہ سکتے ورنہ یہ تو اللہ کی طرف جھوٹ کی نسبت لازم آئے گی کیونکہ ترک سے تحریم ثابت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اسلاف کا کسی عمل کو ترک کرنا یعنی اسے بجا نہ لانا اس کے ممنوع ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔  
امام شافعی فرماتے ہیں۔

كل ماله مستند من الشرع فليس  
ببدعة ولولم يعمل به السلف  
ہر وہ عمل و فعل جس کی سند شرع میں  
ہو وہ بدعت نہیں ہوا کرتا اگرچہ اس پر  
کسی سلف نے عمل نہ کیا ہو

کیونکہ ان کا اس وقت بجا نہ لانا کسی عذر کی وجہ سے ہو سکتا ہے یا وہ اس سے  
افضل پر عمل پیرا ہوں

ترک کا تقاضا کیا ہے؟

ہم نے سابقاً بیان کیا کہ ترک، حرمت کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ وہ تو متروک کے  
جواز و مشروعیت پر دلالت کرتا ہے، علما حدیث نے ترک کا یہ مفہوم اپنی کتب میں لیا  
ہے مثلاً۔

امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

كان اخر الامر من رسول الله  
صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء  
مما غيرت النار  
آپ ﷺ کا آخری معمول یہ تھا کہ  
آگ کی مس کردہ چیز کے استعمال کے بعد  
وضو نہیں فرماتے تھے۔

واضح رہے انہوں نے یہ قول اس عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔

ترك الوضوء مما مست النار  
(جس شی کو آگ نے چھوا اس کے  
استعمال کے بعد وضو نہ کرنا)

اس مسئلہ پر مذکورہ قول سے استدلال نہایت ہی واضح ہے اگر آگ کی مس کردہ چیز سے وضو لازم ہوتا تو آپؐ اسے ترک نہ فرماتے۔ جب آپؐ نے ترک فرمایا تو واضح ہو گیا کہ وہ لازم نہ تھا۔

امام ابو عبد اللہ تلمسانی نے ”مفتاح الوصول“ میں فرمایا۔  
دلالت میں فعل کے ساتھ ترک بھی شامل ہے کیونکہ جس طرح عدم تحریم پر آپؐ کے فعل سے استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح ترک سے عدم وجوب پر استدلال کیا جاسکتا ہے اس کی مثال وہ استدلال ہے جو ہمارے علماء نے آگ کی مس کردہ چیز سے وضو کے عدم وجوب پر کیا ہے۔

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بکری کی دستی کا گوشت تناول فرمایا پھر نماز ادا فرمائی مگر وضو نہ کیا۔

اسی طرح ہمارے علماء کا یہ استدلال چھپنے لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے چھپنے لگوائے مگر وضو نہ فرمایا۔  
(مفتاح الوصول، ۹۳ مطبوعہ مکتبہ خانگی)

اس سے یہ ضابطہ از خود سامنے آجاتا ہے۔

جائز الترتک لیس بواجب  
جس کا ترک جائز ہو وہ واجب نہیں ہوا کرتا

### اشتباه کا ازالہ

- حضور ﷺ نے جس چیز کو ترک فرمایا اس کی علماء نے دو اقسام بیان کی ہیں۔
- ۱۔ اس فعل کی ضرورت آپ کی ظاہری حیات پیش نہ آئی تھی۔ آپ کے وصال کے بعد اس کی ضرورت پیش آئی یہ جائز ہے۔
  - ۲۔ دوسرا وہ فعل جس کی ضرورت پیش آئی مگر ظاہری حیات میں نہ کیا۔ ترک کی اس قسم کو ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ اگر اس کے بجالانے میں مصلحت ہوتی تو آپ بجالاتے جب آپ نے نہیں کیا تو وہ ناجائز ہوگا۔

## عیدین کے لیے اذان کا بدعت ہونا مسلمہ ہے مگر

اس کی مثال ابن تیمیہ نے نماز عیدین کے لیے اذان کی دی ہے جسے بعد کے حکمرانوں نے ایجاد کیا اس پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا 'اذان جیسے افعال جنہیں حضور ﷺ نے ترک فرمایا باوجود ان کی ضرورت بھی تھی۔

کوئی بھی مبتدع اس سے استدلال کر سکتا ہے کہ اللہ کا ذکر ہے، لوگوں کو عبادت الہی کی طرف بلانا ہے اور اسے اذان جمعہ پر قیاس کرے تو جب آپ نے جمعہ کی اذان کا حکم دیا اور عیدین کی نماز بلا اذان و تکبیر ادا فرمائی تو آپ کا ترک فرمانا اس پر شاہد ٹھہرا کہ ترک اذان سنت ہے تو اب کسی کو اجازت نہیں وہ عیدین کے لیے اذان کا اضافہ کرے۔ الخ

## دو مسائل میں التباس

واضح رہے امام شاطبی، ابن حجر ہمشی وغیرہ نے بھی یہ بات کی ہے حالانکہ ان پر ”مسئلہ ترک اور مسئلہ مقام بیان میں سکوت“ میں التباس ہو گیا ہے۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ عیدین کے اذان بدعت و ناجائز ہے مگر اس وجہ یہ نہیں کہ آپ نے اسے ترک فرمایا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے عیدین میں جو کرنا تھا وہ بیان فرمایا مگر اذان کا ذکر نہ فرمایا تو آپ کا سکوت فرمانا اس پر دال ہے کہ یہ ناجائز ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے ان السکوت فی مقام البیان یفید بوقت بیان، خاموشی حصر کا فائدہ دیتی ہے الحصر

## مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت

جن احادیث میں بوقت بیان سوال سے منع کیا گیا ہے وہ اس قاعدہ کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔

۱۔ امام بزار نے حضرت ابو الدواء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ما احل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافيته فان الله لم يكن ينسى شيئا

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جسے حلال فرما دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا ہے وہ حرام ہے اور جس پر اس نے خاموشی اختیار فرمائی وہ معاف ہے پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عافیت قبول کرنا سیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بھول طاری نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔  
 وما كان ربك نسيا  
 اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔  
 امام موصوف اس روایت کی سند کے بارے میں کہتے ہیں۔  
 اسنادہ صالح و صححه الحاكم  
 اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ امام دارقطنی نے حضرت ابو ثعلبہ الخثنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا  
 صیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله فرض فرائض فلا تضيوها  
 وحد حدودا فلا تعتدوها وحرم  
 اشياء فلا تنتهكوا وسكت عن  
 اشياء رحمة بكم من غير نسيان  
 فلا تبحثوا عنها

اللہ تعالیٰ نے فرائض لازم قرار دیئے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو، حدود مقرر فرما دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔ کچھ اشیاء حرام فرما دی ہیں ان کی بے حرمتی نہ کرو اور جن اشیاء سے وہ خاموش ہے وہ بھول نہ سمجھو بلکہ تم پر رب کی رحمت ہے لہذا ان کے بارے میں بحث ہی نہ کرو۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں قاعدہ مذکورہ کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ یہاں وہ ترک نہیں جو محل بحث ہے اور ایک مسئلہ کا دوسرے کے ساتھ التباس نہیں ہونا چاہیے۔

ہم نے دونوں کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے تاکہ معاملہ اب کسی پر مشتبہ نہ رہے، یہ اہم فائدہ شاید آپ کو اس رسالہ کے علاوہ سے دستیاب نہ ہو۔

تمہ کلام

حضرت عبداللہ بن مبارکؓ کہتے ہیں ہمیں حضرت سلام بن ابی مطیع نے ابن ابی دخیلہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا، میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا تو آپ نے فرمایا۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ عن رسول اللہ ﷺ نے زبیب اور تمر الزبیب والتمر سے منع فرمایا ہے

یعنی ان دونوں کو ملانے سے منع فرمایا، میرے پیچھے سے ایک آدمی نے اس بارے میں کچھ کہا تو میں نے کہا۔

حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ رسول اللہ ﷺ نے تمر اور زبیب التمر والزبیب (کے ملانے کو) حرام قرار دیا ہے

تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

کذبت تو نے جھوٹ کہا۔

میں نے عرض کیا حضرت کیا یہ آپ نے خود نہیں فرمایا؟

نہی رسول اللہ صلی اللہ فہو حرام رسول اللہ صلی اللہ نے منع فرمایا تو یہ حرام ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

انت تشهد بذلك کیا تو اس کا گواہ ہے؟

حضرت سلام کہتے ہیں آپ کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔

مانہی النبی صلی اللہ نہو ادب یہ حضور ﷺ کا منع کرنا بطور کراہت تھا

ذرا غور تو کیجئے حضرت عبداللہ بن عمر (جو فقہاء صحابہ میں سے ہیں) اس شخص کی کس طرح تکذیب فرما رہے ہیں جس نے لفظ ”نہی کی تفسیر“ حرم سے کی، اگرچہ

نہی مفید تحریم ہوتی ہے لیکن ہر جگہ نہیں بلکہ یہ بعض اوقات مفید کراحت ہوتی ہے  
”فہو ادب“ سے حضرت سلام کی مراد بھی کراحت ہی ہے۔

حضرت ابن عمر کے کلام کا معنی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز  
نہیں کہ وہ کتاب و سنت کی واضح دلیل کے بغیر کسی شی کو حرام کہنے کی جرات کرے  
اور اس ضابطہ پر صحابہ، تابعین اور تمام ائمہ عمل پیرا ہوئے۔ امام ابراہیم نخعی تابعی کہتے  
ہیں۔

کأنوا یکرہون اشیاء لایحرمونہا۔ اسلاف امت اشیاء کو مکروہ کہتے حرام  
نہیں کہتے تھے۔

اسی طرح امام مالک، امام شافعی اور امام احمد جب تک کسی شی کے حرام ہونے کا  
یقین نہ ہوتا اس پر حرام کا اطلاق نہ کرتے اگر شبہ ہوتا یا اختلاف وغیرہ تو صرف اتنا کہتے  
میں اسے پسند نہیں کرتا اس پر اضافہ نہ کرتے۔  
امام شافعی فرماتے۔

احشی ان یکون حراما میں اسے حرام کہنے سے ڈرتا ہوں  
وہ کسی عمل و فعل پر یقینی طور پر حرام کا حکم لگاتے ہوئے ڈرتے کہیں اللہ تعالیٰ  
کے اس ارشاد گرامی کے تحت ہم بھی نہ آجائیں۔

ولا تقولوا لما تصف الستنکم اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان  
الکذب هذا حلال وهذا حرام کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے  
لتفتروا واعلی اللہ الکذب کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

ان کا کیا حال ہوگا جو بغیر (کتاب و سنت کی) کسی دلیل کے بہت سے اعمال کو  
حرام کہتے ہیں اور صرف اتنی بات کرتے ہیں انہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا  
حالانکہ آپ پڑھ چکے اس سے عمل کا حرام یا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا تو یہ لوگ آیت  
مذکورہ کے عموم میں شامل ہوں گے۔

ترک کی مثالیں

کچھ ایسے اعمال جنہیں رسول اللہ ﷺ نے نہیں کہا۔

- ۱- مروجہ محافل میلاد۔
- ۲- محفل شب معراج۔
- ۳- شب برات کے موقعہ پر شب بیداری
- ۴- جنازہ کے ساتھ ذکر
- ۵- گھر میں میت پر تلاوت قرآن
- ۶- قبر کے پاس تلاوت قرآن
- ۷- آٹھ رکعت سے زائد نماز تراویح۔

جو شخص ان کو یا ان کی ہم مثل اشیاء کو اس دعویٰ کی بنا پر حرام کہے گا کہ حضور ﷺ نے انہیں نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک مٹ آئے گا۔  
اللہ اذن لکم علی اللہ تفترون : کیا اللہ نے اسکی تمہیں جائز دی یا اللہ پر تھوٹا باندھ دیا ہو۔  
یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان اشیاء کو مباح قرار دینا بھی عموم آیت میں داخل ہے کیونکہ جب تک ان کے بارے میں کوئی نہی وارد نہ ہو جو ان کے حرام یا مکروہ ہونے کا تقاضا کرے تو اصل اباحت ہی ہے آپ کا ارشاد عالی ہے۔

وما سکت عنہ فہو عفو  
اس سے رب تعالیٰ خاموش ہے وہ معاف ہیں (یعنی ان کی اجازت ہے)

یہاں تک ہم نے مسئلہ ترک کو خوب واضح کر دیا ہے، اس سے استدلال کرنے والوں کا بھی ایسے دلائل سے مناسبہ کیا جو کسی منصف کے لیے محل اعتراض نہیں اور کسی مناظر اور مجادل کے لیے محل مفر نہیں۔

در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی حق کہنے والا ہے، اور وہی سیدھے راہ کی رہنمائی فرماتا ہے والحمد للہ رب العالمین

نوٹ: یہ ترجمہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۳ء بروز بدھ جامعہ اسلامیہ لاہور میں شروع ہوا اور اس کی تکمیل دوسرے روز ۱۳ ستمبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب جامع رحمانیہ شادمان لاہور میں ہوئی اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم سے دو دن میں یہ ترجمہ مکمل ہو گیا۔



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله ولي النعم والصلاة والسلام على  
سيد الرب والعجم، سيدنا محمد المخصوص بكامل  
العز والشرف وعلى آله وأصحابه أولي الفضل والكرم.

بعد

فهذه رسالة وجيزة في صفحاتها، مهمة في  
موضوعها، ربجتها يراعة ... العلامة المحدث المحقق  
الشريف سيدي عبدالله بن الصديق الغري الحسيني  
رحمه الله تعالى ونور مرقد، والذي أسعده بجواره  
في ٢٠ شعبان سنة ١٤١٣ هـ وقد استوفى المصنف  
حاثاً لم يسبق إليه، ولم ينب بفضله عليه، وهو  
بحث الترك الذي لا بقتن بأمر أو نهى.

فإننا نجد جمهرة من المتشددین يستدلون  
بالترك على تحريم المتروك، وهي شهادة على نفي /

فما أسرع انهيار صرحها وتهاويه أمام الأدلة  
المذكورة في هذه الرسالة.

وإننا نلفت نظر القارئ الكريم إلى عدم  
التسرع بالحكم بالتحريم لمجرد الترك فإن في ذلك  
استحداثاً في الدين، وشهادة على النفي، وافتئاتاً على  
الشرع.

وقد أشار المصنف رحمه الله تعالى إلى مسألة  
الترك في كتابيه «اتقان الصنعة في تحقيق البدعة»،  
وفي «الرد المحكم المتين على كتاب القول المبين»  
وكلاهما سارت بهما الركبان.

والله نسأل أن ينفع بها وبسائر مصنفاًته وأن  
يتغمده برحمته والحمد لله رب العالمين والصلاة  
والسلام على سيد الأولين والآخرين.

عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري

## تقديم

الترك ليس بحجة في شرعنا  
لا يقتضي منعاً ولا إيجاباً  
فمن ابتغى حظراً بترك نبينا  
ورآه حكماً صادقاً وصواباً  
قد ضل عن نهج الأدلة كلها  
بل أخطأ الحكم الصحيح وخابا  
لا حظر يمكن إلا إن نهى أتى  
متوعداً لمخالفه عذاباً  
أو ذم فعل مؤذن بعقوبة  
أو لفظ تحريم يواكب عاباً

## بسم الله الرحمن الرحيم

أحمد لله الذي هدانا لهذا السبيل ، ووفقنا لمعرفة الحجة  
والدليل ، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله الأكرمين ،  
ورضى الله عن صحابته والتابعين .

أما بعد : فقد طلب مني تلميذنا الفاضل الأستاذ محمود سعيد  
أن أحرر رسالة في مسألة الترك ، تزيل عن قارئها كل حيرة  
وشك ، وذكر أنه وبعد في ( إتقان الصنعة ) إشارة إليها موجزة ،  
فأجبت طلبه وأسعفت رغبته ، وكتبت هذا المؤلف محرراً ليكون  
قارئه في ميدان الاستدلال على بصيرة من أمره ، ويعرف الدليل  
المقبول من غيره ، والله الموفق وإلهادي وعليه اعتمادي .

## المقدمة

الأدلة التي احتج بها أئمة المسلمين جميعا هي :  
الكتاب والسنة - لا خلاف بينهم في ذلك - وإنما اختلفوا في  
الاجماع والقياس ، فالجمهور احتج بهما وهو الراجح لوجوه مقررّة  
في علم الأصول . وتوجد أدلة مختلف فيها بين الأئمة الأربعة ،  
وهي الحديث المرسل ، وقول الصحابي ، وشرع من قبلنا ،  
والاستصحاب ، والاستحسان ، وعمل أهل المدينة والكلام  
عليها مبسوط في كتاب الاستدلال من جمع الجوامع للسبكي .

### ما هو الحكم الشرعي؟

الحكم هو خطاب الله المتعلق بفعل المكلف ، وأنواعه خمسة :  
(١) الواجب أو الفرض : وهو ما يثاب فاعله ويعاقب تاركه  
مثل الصلاة والزكاة وصوم رمضان وبر الوالدين .  
(٢) الحرام : وهو ما يعاقب فاعله ويثاب تاركه ، مثل الربا  
والزنا والعقوق والخمر .  
(٣) المندوب : وهو ما يثاب فاعله ولا يعاقب تاركه ، مثل  
نوافل الصلاة .

(٤) المكروه : وهو ما يثاب تاركه ولا عقاب على فاعله ، مثل صلاة النافلة بعد صلاة الصبح أو العصر .

(٥) المباح أو الحلال : وهو ما ليس في فعله ولا تركه ثواب ولا عقاب مثل أكل الطيبات والتجارة . فهذه أنواع الحكم التي يدور عليها الفقه الاسلامي . ولا يجوز لمجتهد صحابياً كان أو غيره أن يصدر حكماً من هذه الأحكام إلا بدليل من الأدلة السابقة ، وهذا معلوم من الدين بالضرورة لا يحتاج الى بيان .

### ما هو الترك؟

نقصد بالترك الذي ألفنا هذه الرسالة لبيانه :

أن يترك النبي ﷺ شيئاً لم يفعله أو يتركه السلف الصالح من غير أن يأتي حديث أو أثر بالنهي عن ذلك الشيء المتروك يقتضي تحريمه أو كراهته .

وقد أكثر الاستدلال به كثير من المتأخرين على تحريم أشياء أو ذمها ، وأفرط في استعماله بعض المنتطعين المتزمطين . ورأيت ابن تيمية إستدل به واعتمده في مواضع سيأتي الكلام عليها بحول الله .

### أنواع الترك

إذا ترك النبي ﷺ شيئاً فيحتمل وجوهاً غير التحريم :

(١) أن يكون تركه عادة : قدم إليه بصحة صب مشوي فمد يده الشريفة ليأكل منه فقيل : إنه صب ، فأمسك عنه ، فسئل : أحرام هو؟ فقال : لا ، ولكنه لم يكن بأرض قومي فأجدني أعافه! .. والحديث في الصحيحين وهو يدل على أمرين : أحدهما : أن تركه للشيء ولو بعد الاقبال عليه لا يدل على تحريمه .

والآخر : أن استقذار الشيء لا يدل على تحريمه أيضاً .

(٢) أن يكون تركه نسياناً ، سهواً بصحة في الصلاة فترك منها شيئاً فسئل : هل حدث في الصلاة شيء؟ فقال : «إنما أنا بشر أنسى كما تنسون، فإذا نسيت فذكروني» .

(٣) أن يكون تركه مخافة أن يفرض على أمته ، كتركه صلاة التراويح حين اجتمع الصحابة ليصلوها معه .

(٤) أن يكون تركه لعدم تفكيره فيه ، ولم يخطر على باله . كان بصحة يخطب الجمعة الى جذع نخلة ولم يفكر في عمل كرسي يقوم عليه ساعة الخطبة ، فلما اقترح عليه عمل منبر يخطب عليه وافق وأقره لأنه أبلغ في الاسماع . واقترح الصحابة أن ينوا له دكة من طين يجلس عليها ليعرفه الوافد الغريب ، فوافقهم ولم يفكر فيها من قبل نفسه .

(٥) أن يكون تركه لدخوله في عموم آيات أو أحاديث ، كتركه

صلاة الضحى ، وكثيراً من المندوبات لأنها مشمولة لقول الله تعالى ﴿ وافعلوا الخير لعلكم تفلحون ﴾ وأمثال ذلك كثيرة .

(٦) أن يكون تركه خشية تغير قلوب الصحابة أو بعضهم .  
قال عليه السلام لعائشة : «لولا حداثة قومك بالكفر لنقضت البيت ثم لبنيته على أساس ابراهيم عليه السلام فإن قريشاً استقصرت بناءه» وهو في الصحيحين . فترك عليه السلام نقض البيت وإعادة بناءه حفظاً لقلوب أصحابه القريبي العهد بالاسلام من أهل مكة . . . ويحتمل تركه عليه السلام وجوهاً أخرى تعلم من تتبع كتب السنة . ولم يأت في حديث ولا أثر تصريح بأن النبي عليه السلام ترك شيئاً لأنه حرام .

### الترك لا يدل على التحريم

قررت في كتاب ( الرد المحكم المتين ) أن ترك الشيء لا يدل على تحريمه ، وهذا نص ما ذكرته هناك :

والترك وحده إن لم يصحبه نص على أن المتروك محظور لا يكون حجة في ذلك بل غايته أن يفيد أن ترك ذلك الفعل مشروع . وإما أن ذلك الفعل المتروك يكون محظوراً فهذا لا يستفاد من الترك وحده ، وإنما يستفاد من دليل يدل عليه .

ثم وجدت الإمام أبا سعيد بن لب ذكر هذه القاعدة أيضاً ، فإنه قال في الرد على من كره الدعاء عقب الصلاة : غاية ما يستند إليه منكر الدعاء أدبار الصلوات أن إلزامه على ذلك الوجه لم يكن



من عمل السلف ، وعلى تقدير صحة هذا النقل ، فالترك ليس  
بموجب لحكم في ذلك المتروك إلا جواز الترك وانتفاء الحرج فيه ،  
وأما تحريم أو لصوق كراهية بالمتروك فلا ، ولا سيما فيما له أصل  
جملي متقرر من الشرع كالدعاء .

وفي (المحلى) ج : ٢ ص : ٢٥٤ ذكر ابن حزم احتجاج  
المالكية والحنفية على كراهية صلاة ركعتين قبل المغرب بقول  
ابراهيم النخعي أن أبا بكر وعمر وعثمان كانوا لا يصلونها . ورد  
عليهم بقوله : لو صح لما كانت فيه حجة ، لأنه ليس فيه أنهم  
رضي الله عنهم نهوا عنها .

قال أيضاً : وذكروا عن ابن عمر أنه قال . ما رأيت أحداً  
يصليها . ورد عليه بقوله : وأيضاً فليس في هذا لو صح نهى  
عنها ، ونحن لا ننكر ترك التطوع ما لم ينه عنه .

وقال أيضاً في (المحلى) ج ٢ ص ٢٧١ في الكلام على ركعتين  
بعد العصر : وأما حديث علي ، فلا حجة فيه أصلاً ، لأنه ليس  
فيه إلا إخباره بما علم من أنه لم ير رسول الله ﷺ صلاهما ، وليس  
في هذا نهى عنها ولا براهة لها ، فما صام عليه السلام قط شهراً  
كاملاً غير رمضان وليس هذا بموجب كراهية صوم شهر كامل  
تطوعاً . أم . فهذه نصوص صريحة في أن الترك لا يفيد كراهية  
فندلاً عن الحرمة .

وقد أنكر بعض المنتظعين هذه القاعدة ونفى أن تكون من علم

الأصول فدل بانكاره على جهل عريض ، وعقل مريض .

وها أنذا أين أدلتها في الوجوه الآتية :

أحدها : إن الذي يدل على التحريم ثلاثة أشياء :

(١) النهي ، نحو « ولا تقربوا الزنا . ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل » .

(٢) لفظ التحريم ، نحو « حرمت عليكم الميتة » . . .

(٣) ذم الفعل أو التوعد عليه بالعقاب ، نحو « من غش فليس منا » . والترك ليس واحداً من هذه الثلاثة ، فلا يقتضي التحريم .

ثانيها : إن الله تعالى قال : ﴿ وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا ﴾ ولم يقل : وما تركه فانتهوا عنه ، فالترك لا يفيد التحريم .

ثالثها : قال النبي ﷺ : « ما أمرتكم به فأتوا منه ما استطعتم وما نهيتكم عنه فاجتنبوه » ولم يقل : وما تركه فاجتنبوه . فكيف دل الترك على التحريم ؟

رابعها : أن الأصوليين عرفوا السنة بأنها قول النبي ﷺ وفعله وتقريره ولم يقولوا : وتركه ، لأنه ليس بدليل .

خامسها : تقدم أن الحكم خطاب الله ، وذكر الأصوليين : أن

الذي يدل عليه قرآن أو سنة أو إجماع أو قياس ، والترك ليس واحداً منها فلا يكون دليلاً .

سادسها : تقدم أن الترك يحتمل أنواعاً غير التحريم ، والقاعدة الأصولية أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال ، بل سبق أيضاً أنه لم يرد أن النبي ﷺ ترك شيئاً لأنه حرام ، وهذا وحده كاف في بطلان الاستدلال به .

سابعها : أن الترك أصل لأنه عدم فعل ، والعدم هو الأصل والفعل طارئ والأصل لا يدل على شيء لغة ولا شرعاً ، فلا يقتضي الترك تحريماً .

### اقوال غير محررة

قال ابن السمعاني : إذا ترك الرسول ﷺ شيئاً وجب علينا متابعتة فيه ، واستدل بأن الصحابة حين رأوا النبي ﷺ أمسك يده عن الضرب توقفوا وسألوه عنه . . .

قلت : لكن جوابه ﷺ بأنه ليس بحرام - كما سبق - يدل على أن تركه لا يقتضي التحريم . فلا حجة له في الحديث ، بل الحجة فيه عليه .

وسبق أن الترك يحتمل أنواعاً من الوجوه ، فكيف تجب متابعتة في أمر محتمل لأن يكون عادة أو سهواً أو غير ذلك مما تقدم؟!!

## كلام ابن تيمية

سئل عمن يزور القبور ويستنجد بالمقبور ، في مرض به أو بفرسه أو بغيره ويطلب إزالة الذي بهم أو نحو ذلك ؟

فأجاب بجواب مطول وكان مما جاء فيه قوله :

ولم يفعل هذا أحد من الصحابة والتابعين ولا أمر به أحد من الأئمة ، يعني أنهم لم يسألوا الدعاء من النبي ﷺ بعد وفاته كما كانوا يسألونه في حالة حياته .

وقلت في الرد عليه : وأنت خير بأن هذا لا يصح دليلاً لما يدعيه وذلك لوجوه :

أحدها : أن عدم فعل الصحابة لذلك يحتمل أن يكون أمراً إتفاقياً ، أي اتفق أنهم لم يطلبوا الدعاء منه بعد وفاته . ويحتمل أن يكون ذلك عندهم غير جائز ، أو يكون جائزاً وغيره أفضل منه فتركوه إلى الأفضل . . . . ويحتمل غير ذلك من الاحتمالات . . . والقاعدة أن ما دخله الاحتمال سقط به الاستدلال انتهى المراد منه .

قلت : ويؤيد أنهم لم يتركوه لعدم جوازه أن بلال بن الحارث المزني الصحابي ذهب عام الرمادة إلى القبر النبوي وقال : (يا رسول الله استسق لأمتك) فأتاه في المنام وقال له : « اذهب إلى عمر وأخبره أنكم مسقون وقل له : عليك الكيس الكيس » . فأخبر عمر فبكى وقال : (اللهم ما آلو إلا ما عجزت عنه) ولم يعنفه على ما فعل ، ولو كان غير جائز عندهم لعنفه عمر .

## حديث صحيح لا يرد قولنا

قال البخاري في صحيحه:

(باب الاقتداء بأفعال النبي ﷺ) وروى فيه عن ابن عمر قال: (اتخذ النبي ﷺ خاتماً من ذهب فاتخذ الناس خواتيم من ذهب. فقال: إني اتخذت خاتماً من ذهب). فنبذوه وقال: (إني لن ألبسه أبداً) فنبذ الناس خواتيمهم. قال الحافظ: اقتصر على هذا المثال لاشتماله على تأسيهم به في الفعل والترك.

قلت: في تعبيره بالترك تجوز، لأن النبد فعل، فهم تأسوا به في الفعل، والترك ناشئ عنه.

وكذلك لما خلع نعله في الصلاة، وخلع الناس نعاهم، تأسوا به في خلع النعل، وهو فعل نتيجته الترك. وليس هذا محل بحثنا كما هو ظاهر.

وأيضاً فإننا لا ننكر اتباعه ﷺ في كل ما يصدر عنه، بل نرى فيه الفوز والسعادة لكن ما لم يفعله كالاحتفال بالمولد النبوي وليلة المعراج، لا نقول إنه حرام، لأنه افتراء على الله، إذ الترك لا يقتضي التحريم.

وكذلك ترك السلف لشيء - أي عدم فعلهم له - لا يدل على أنه محذور. قال الامام الشافعي: (كل ما له مستند من الشرع فليس ببدعة ولو لم يعمل به السلف). لأن تركهم للعمل به قد

يكون لعذر قام لهم في الوقت ، أو لما هو أفضل منه أو لعله لم يبلغ جميعهم علم به .

### ماذا يقتضي الترك؟

بيننا فيما سبق أن الترك لا يقتضي تحريماً ، وإنما يقتضي جواز المتروك ، ولهذا المعنى أورده العلماء في كتب الحديث . فروى أبو داود والنسائي عن جابر رضي الله عنه قال : (كان آخر الأمرين من رسول الله ﷺ ترك الوضوء مما غيرت النار).

أوردوه تحت ترجمة : (ترك الوضوء مما مست النار). والاستدلال به في هذا المعنى واضح ، لأنه لو كان الوضوء مما طبخ بالنار واجباً ما تركه النبي ﷺ وحيث تركه دل على أنه غير واجب . قال الإمام أبو عبد الله التلمساني في مفتاح الوصول : (ويلحق بالفعل في الدلالة ، الترك . فإنه كما يستدل بفعله ﷺ على عدم التحريم يستدل بتركه على عدم الوجوب . وهذا كاحتجاج أصحابنا على عدم وجوب الوضوء مما مست النار به).

روى أنه ﷺ أكل كتف شاة ثم صلى ولم يتوضأ ، وكاحتجاجهم على أن الحجامة لا تنقض الوضوء ، بما روى أنه ﷺ احتجم ولم يتوضأ وصلى . انظر مفتاح الوصول ص : ٩٣ طبعة مكتبة الخانجي ومن هنا نشأت القاعدة الأصولية : جائز الترك ليس بواجب .

## إزالة اشتباه

قسم العلماء ترك النبي ﷺ لشيء ما ، على نوعين : نوع لم يوجد ما يقتضيه في عهده ثم حدث له مقتض بعده ﷺ . فهذا جائز على الأصل .

وقسم تركه النبي ﷺ مع وجود المقتضي لفعله في عهده ، وهذا الترك يقتضي منع المتروك ، لأنه لو كان فيه مصلحة شرعية لفعله النبي ﷺ ، فحيث لم يفعله دل على أنه لا يجوز .

ومثل ابن تيمية لذلك بالأذان لصلاة العيدين الذي أحدثه بعض الأمراء وقال في تقريره : فمثل هذا الفعل تركه النبي ﷺ مع وجود ما يعتقد مقتضياً له مما يمكن أن يستدل به من ابتداعه ، لكونه ذكر الله ودعاء للخلق إلى عبادة الله وبالقياس على آذان الجمعة . فلما أمر الرسول ﷺ بالأذان للجمعة ، وصلى العيدين بلا أذان ولا إقامة ، دل تركه على أن ترك الأذان هو السنة ، فليس لأحد أن يزيد في ذلك . . . إلخ كلامه .

وذهب إلى هذا أيضاً الشاطبي وابن حجر الهيثمي وغيرهما ، وقد اشتبهت عليهم هذه المسألة بمسألة السكوت في مقام البيان . صحيح أن الأذان في العيدين بدعة غير مشروعة ، لا لأن النبي ﷺ تركه ولكن لأنه ﷺ بين في الحديث ما يعمل في العيدين ولم يذكر الأذان ، فدل سكوته على أنه غير مشروع .

والقاعدة : أن السكوت في مقام البيان يفيد الحصر .

والى هذه القاعدة تشير الأحاديث التي نهت عن السؤال ساعة  
البيان .

روى البزار عن أبي الدرداء قال : قال رسول الله ﷺ : « ما  
أحل الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو  
عفو فاقبلوا من الله عافيته فإن الله لم يكن لينسى شيئاً ثم تلا ﴿ وما  
كان ربك نسياً ﴾ .

قال البزار : إسناده صالح ، وصححه الحاكم .

وروى الدارقطني عن أبي ثعلبة الخشني عن رسول الله ﷺ  
قال : « إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها ، وحد حدوداً فلا  
تعتدوها وحرم أشياء فلا تنتهكوها ، وسكت عن أشياء رحمة بكم  
من غير نسيان فلا تبحثوا عنها » .

في هذين الحديثين إشارة واضحة الى القاعدة المذكورة . وهي  
غير الترك الذي هو محل بحثنا في هذه الرسالة ، فخلط إحداهما  
بالأخرى مما لا ينبغي .

ولذا بينت الفرق بينهما حتى لا يشتبهها على أحد . وهذه فائدة  
لا توجد إلا في هذه الرسالة والحمد لله .

\* \* \*



## تميم

قال عبد الله بن المبارك : أخبرنا سلام بن أبي مطيع عن ابن أبي دخيلة عن أبيه قال : كنت عند ابن عمر فقال : (نهى رسول الله ﷺ عن الزبيب والتمر يعني أن يخلطاً).

فقال لي رجل من خلفي ما قال ؟ فقلت : (حرم رسول الله ﷺ التمر والزبيب). فقال عبد الله بن عمر : (كذبت) ! فقلت : (ألم تقل نهى رسول الله ﷺ عنه ؟ فهو حرام) فقال : (أنت تشهد بذلك) ؟ قال سلام كأنه يقول : ما نهى النبي ﷺ فهو أدب .

قلت : أنظر الى ابن عمر - وهو من فقهاء الصحابة - كذب الذي فسر نهى بلفظ حرم ، وإن كان النهي يفيد التحريم . لكن ليس صريحاً فيه بل يفيد الكراهة أيضاً وهي المراد بقول سلام : فهو أدب . ومعنى كلام ابن عمر : أن المسلم لا يجوز له أن يتجراً على الحكم بالتحريم إلا بدليل صريح من الكتاب أو السنة ، وعلى هذا درج الصحابة والتابعون والأئمة .

قال إبراهيم النخعي وهو تابعي : كانوا يكرهون أشياء لا يجرمونها . وكذلك كان مالك والشافعي وأحمد كانوا يتوقون إطلاق لفظ الحرام على ما لم يتيقن تحريمه لنوع شبهة فيه ، أو اختلاف أو نحو ذلك ، بل كان أحدهم يقول أكره كذا ، لا يزيد على ذلك . ويقول الامام الشافعي تارة : أخشى أن يكون حراماً ، ولا

يجزم بالتحريم يخاف أحدهم إذا جزم بالتحريم أن يشمله قول الله تعالى : ﴿ ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب ﴾ .

• فما لهؤلاء المتزمتين اليوم يجزمون بتحريم أشياء مع المبالغة في ذمها بلا دليل إلا دعواهم أن النبي ﷺ لم يفعلها ، وهذا لا يفيد تحريماً ولا كراهة ، فهم داخلون في عموم الآية المذكورة .

### نماذج من الترك

هذه نماذج لأشياء لم يفعلها النبي ﷺ :

(١) الاحتفال بالمولد النبوي .

(٢) الاحتفال بليلة المعراج .

(٣) إحياء ليلة النصف من شعبان .

(٤) تشييع الجنازة بالذكر .

(٥) قراءة القرآن على الميت في الدار .

(٦) قراءة القرآن عليه في القبر قبل الدفن وبعده .

(٧) صلاة التراويح أكثر من ثمان ركعات .

فمن حرم هذه الأشياء ونحوها بدعوى أن النبي ﷺ لم يفعلها فإتلى عليه قول الله تعالى ﴿ الله أذن لكم أم على الله تفترون ﴾ .

لا يقال : وإباحة هذه الأشياء ونحوها داخلية في عموم الآية لأننا

نقول : ما لم يرد نهى عنه يفيد تحريمه أو كراهته ، فالأصل فيه  
الاباحة لقول النبي ﷺ : «وما سكت عنه فهو عفو» أي مباح .

وبعد : فقد أوضحنا مسألة الترك ، وأبطلنا قول من يحتج به بما  
بديناه من الدلائل التي لم تدع قولاً لمنصف ولا تركت هرباً  
لصاحب جدر وخاج .

والله يقول الحق وهو يهدي السبيل ، والحمد لله رب العالمين .



تعلیم مصطفیٰ کا چرک بگڑتا ہوگا؟؟؟

# انتخابِ رسول ﷺ کی عظیم تئیں

از افادات  
محقق العصر حضرت علامہ  
مفتی محمد خان قادری  
مدظلہ العالی

مرتبہ  
منظور حسین اختر

تحفظ ناموس رسالت محاذ



لسان العرب میں ابن منظور نے لفظ "النبی" کے تحت ایک مفہوم یہ بیان فرمایا ہے کہ النبی: المرزق اور المرزق تفتح۔  
 نبی وہ ہوتا ہے جو خود بھی بلند مرتبے والا ہو اور جس کو چاہے اسے بلند مرتبہ عطا کرنے والا بھی ہو۔ یعنی جس چیز کو نبی سے نسبت  
 صل ہو جائے وہ بھی بلند مرتبہ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کو آقا حضور ﷺ سے گہری نسبت ہونے کی بدولت  
 بلند مرتبہ عطا ہوا کہ کروڑوں ولی، قطب، غوث، ابدال اکٹھے ہو جائیں کسی ایک صحابی کے برابر نہیں ہو سکتے بلکہ حضور ﷺ  
 نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرو تو تم صحابہ کے ایک مندا یا  
 اس سے آدھا صدقہ کے ثواب کو بھی نہ پاسکو گے۔ (بخاری و مسلم) یہ ساری عظمتیں نسبت مصطفیٰ ﷺ کی مرہون منت  
 ہیں۔ اور یہ نسبت کا فیضان ہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا محبوب! میں تو مکہ کی بھی قسم اسی لئے کھاتا ہوں کہ تو اس میں تشریف فرما  
 ہے (سورہ بلد) یہی نہیں اللہ کریم نے کسی چہرے کی قسم نہیں کھائی۔ اور اگر کھائی ہے تو "ربخ والضحیٰ" کی۔ کسی حسین سے حسین  
 ف کی قسم نہیں اٹھائی، اگر قسم اٹھائی ہے تو "والیل اذا سجدی" کی۔ کسی کے انداز تکلم نے اللہ کریم کو نہیں لہمایا، لیکن اس بے  
 زخدانے "وقبلہ" فرما کر محبوب کی گفتار کی بھی قسم اٹھائی اور زمانے سارے ہی اللہ کریم نے پیدا فرمائے، آدم علیہ السلام سے  
 پہلے سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام زمانوں کی خالق وہی ذات کریم ہے لیکن اس نے کسی زمانے کی قسم نہیں اٹھائی، ہاں  
 مائی ہے تو "والعصر" کہہ کر محبوب ﷺ کے زمانے کی قسم اٹھائی۔ اس خالق کائنات کے سامنے کتنی عظیم شخصیات نے  
 ریں گزاریں۔ تمام انبیاء و اولیاء و صلحاء سب کی عمریں گزریں، لیکن خدانے "لعمروک" فرما کر واضح کیا کہ جس عمر مبارک کو  
 بوب سے نسبت ہے وہ عمر بھی ہمیں پیاری ہے۔ گویا بروہ شے جسے محبوب کریم سے نسبت ہو وہ رب کریم کو بھی پیاری ہے اور  
 ب کریم کو ماننے والے مسلمانوں کو بھی پیاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا حضور نبی کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والے تبرکات  
 زمانے میں محفوظ رہے اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ ان تبرکات کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ اور یہ تو سب پر عیاں ہے کہ صحابہ  
 کرام آقا حضور ﷺ کے بال مبارک، لعاب مبارک، خون مبارک، حتیٰ کہ بھل مبارک کی عظمت جانتے تھے اور انہیں جان  
 سے زیادہ عزیز رکھتے۔ آئندہ صفحات میں یہ واضح ہو جائے گا کہ کس طرح صحابہ کرام نے تبرکات نبوی کی حفاظت کی اور وقت  
 سال بھی ان کے متعلق دستیں فرمائیں اور ہمیں یہ عقیدہ دیا کہ "اگر بگڑی بنے گی تو انہی تبرکات کی وجہ سے بنے گی۔"

حضور نبی کریم ﷺ کے تبرکات شریف میں نطلین شریف کا ایک ممتاز مقام ہے۔ اور جنہوں نے حضور ﷺ  
 کے نطلین سے محبت کی ان میں سے سرفہرست حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے اسماء ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود  
 کا لقب ہی "صاحب نطلین مصطفیٰ ﷺ" ہے، کہ جب بھی حضور ﷺ نطلین شریف اتارتے آپ انہیں جلدی سے اٹھا کر  
 تیلے میں ڈال دیتے اور ان کی حفاظت فرماتے اور اس محبت اور حفاظت کا انعام اللہ کریم نے انہیں یوں دیا کہ انہیں "حمر الامہ"  
 اور "معلم امت" کا لقب عطا ہو گیا اور حضور ﷺ نے قرآن یکینے کے متعلق جن چار صحابہ کے نام ارشاد فرمائے ان میں سے  
 ایک نام حضرت عبداللہ بن مسعود کا بھی ہے۔ گویا نطلین کی حفاظت کا انعام، علم کی صورت میں ملا اور وہ بھی قرآن کا علم۔ اور یہ تو  
 دنیا کا انعام تھا نہ جانے آخرت میں کیا بلند مرتبہ ملا ہوگا۔

31 جولائی 2002 پاکستانی تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جب بادشاہی مسجد میں زیارت کے لئے رکھے گئے نطلین

مصطفیٰ ﷺ کا ایک حصہ چوری ہو گیا (ایک نعل مقدس)۔ اور اس سے آگے کیا لکھیں کہ دل غم سے پھنسا جا رہا ہے، جذبات قابو سے باہر ہو رہے ہیں، آنکھیں خون برس رہی ہیں، دماغ صدمے سے ٹڈھال ہو رہا ہے، اگر قلم کی زبان ہوتی تو یہ ”چوری“ کا لفظ لکھتے ہوئے چیخ اٹھتا۔ یہ داستان غم سیاہی کی بجائے آنسوؤں سے رقم ہوتی۔ ان صفحات پر ٹکڑوں کی صورت میں دل بکھرا ہوا نظر آتا۔ ہاں ہاں!!! ہر شے نوحہ کننا ہے۔ ہر دل مغموم ہے۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔ ہر دماغ پریشاں ہے۔ کہ ہم۔ ہماری متاع چھن گئی۔ ہماری دولت لٹ گئی۔ ہماری ثروت کھو گئی۔ گویا ہم آسمان سے زمین پر پٹخے گئے۔ گویا ہماری رفعتیں پہلے میں بدل گئیں۔ ہمارا سب کچھ ہی تو لٹ گیا۔ یہ اونچی اونچی بلڈنگیں، یہ سرسبز باغات، یہ شیشے جیسی شاہراہیں، یہ خوبصورت گھر سب کسی کام کے نہیں۔ اگر ہمارے پاس ہمارے نبی ﷺ کے نعلین نہیں۔ ہاں ہاں خدا کی قسم!!! ہم سے سب کچھ لے لو، گھر لٹانے کو تیار ہیں۔ ہم اولاد قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ”فداک ابی و امی یارسول اللہ ﷺ“ ہم تو مصطفیٰ ﷺ کے نعلین شریف پر ماں باپ بھی قربان کرتے ہیں۔ خدا را! ہم سے سب کچھ لے لو۔ مگر ہمیں ہمارے پیارے ﷺ کے نعلین واپس کر دو۔ کہ ان کے سوا ہمارا ہے ہی کیا؟ صاحبو! کبھی محبت بھی بچی جاتی ہے؟ کبھی پیار بھی فروخت کیا جاتا ہے؟ کبھی یاد محبوب بھی سر بازار بکتی نظر آتی ہے؟ نہیں نہیں۔ ایک محبت کے پاس سوائے محبوب کی یاد کے اور ہوتا ہی کیا ہے؟ وہ تو زندگی ہی سہارے پہ گزارتا ہے۔ وہ تورات کی تنہائیاں، ذکر محبوب کی انجمن میں گزارتا ہے۔ ایک محبت کیسے برداشت کرے گا کہ محبوب سے منسوب کوئی شے دور ہو جائے۔ وہ تو اسے دیکھ کر تسکین حاصل کرتا ہے۔

نعلین پاک کے متعلق ہی تو مولانا حسن رضا خان بریلویؒ نے فرمایا تھا کہ

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور ﷺ تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں!

گویا آج ہمارے سر سے ہمارا تاج اتر گیا۔ ہماری تاجدار ختم ہو گئی۔ ہم کیوں نہ روؤں؟۔ ہمارا جگر کیوں پھٹے؟۔ ہم یہ کیسے برداشت کریں؟؟؟ ہاں ہاں! یہ کوئی معمولی شے نہیں۔ یہ تو نعلین مصطفیٰ ﷺ تھے۔ جن کو اٹھا کر حضرت اللہ بن مسعود جیسے صاحب علم فخر کرتے تھے، ان کی حفاظت کرتے تھے، گویا نعلین شریف کی حفاظت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سنت ہے۔ یا خدا! ہماری غلطیوں کو معاف فرمادے، تیرے محبوب کے نعلین کی حفاظت میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی۔ مولا! معاف فرمادے۔ ہمیں علم ہوتا تو اس کے گرد پہرہ دیتے۔ دن رات سینے سے لگائے رکھتے۔ مگر، مگر۔ ہمیں کب علم تھا۔ حکومت پر مطمئن تھے۔ مولا! ہماری متاع ہمیں واپس کر دے۔ ہمیں محبوب کی یاد سے محروم نہ کر، اے رب قدر! تو قادر۔ علیم بذات الصدور ہے، ہم کمزور ناتواں ہیں۔ ہماری مدد فرما۔ ہماری مدد فرما۔ ہماری مدد فرما۔ یا مولا کریم!

زیر نظر صفحات میں صحابہ و ائمہ امت کے حوالے سے تبرکات نبوی ﷺ اور خصوصاً نعلین شریف کے متعلق روایات نقل کی گئی ہیں تاکہ ہم پر تبرکات شریفہ اور نعلین مقدسہ کی فضیلت واضح ہو۔

ڈاکٹر منظور حسین اختر



سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی نسبت مصطفیٰ ﷺ سے محبت :-

مجھے انہیں ہاتھوں سے غسل دینا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیان ہے جب حضرت ابو بکرؓ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے مجھے بلایا۔ اور یہ وصیت کی کہ مجھے اپنے ان ہاتھوں سے غسل دینا جن سے رسول اللہ ﷺ کو دیا تھا مجھے محبوب خدا کے پہلو میں دفن کرنا:

ابن سعید حضرت عروہ اور قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ وصال کے وقت آپ نے اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو وصیت فرمائی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہو گیا تو ان کی قبر اس طرح تیار کی گئی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھے مبارک کے برابر تھا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ عائشہؓ کو یہ وصیت فرمائی مجھے آپ ﷺ کے پہلو میں دفن کرنا جب ان کا وصال ہو تو ان کی قبر اس طرح بنائی گئی کہ ان کا سر رسول اللہ ﷺ کے کندھے کے برابر تھا (تاریخ الخلفاء ۸۵)

حضرت علیؓ کی تبرکات مصطفیٰ ﷺ سے محبت :-

میرے کفن و جسم کو یہ خوشبو لگانا :-

حضرت ابو دائل، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں۔ ان کے پاس خوشبو تھی فرمایا اس کے ساتھ کفن کو معطر کیا جائے اور ساتھ فرمایا یہ حضور ﷺ کے کفن کو لگائی گئی خوشبو سے بچی ہوئی ہے۔ (المستدرک، ۱: ۵۱۵)

حافظ ابن ایثر نے یہی وصیت ان الفاظ میں نقل کی ہے۔

حضرت علیؓ کے پاس حنوط رسول ﷺ سے بچی ہوئی خوشبو تھی وصیت کرتے ہوئے فرمایا میرے کفن کو یہی خوشبو

لگائی جائے۔

امام بدر الدین عینی نے میت کو خوشبو لگانے پر دلائل دیتے ہوئے اس وصیت کا ذکر بھی کیا ہے۔ "حضرت علیؓ نے خوشبو لگانے کی وصیت کی اور فرمایا یہ خوشبو رسول اللہ ﷺ سے بچی ہوئی ہے یہی مجھے لگائی جائے۔

اس وصیت کی تفصیل شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ یوں فرماتے ہیں

"منقول ہے کہ غسل کے وقت پانی کے قطرات آپ ﷺ کی پلکوں اور ناف میں جمع ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے منہ لگا کر انہیں چوس لیا۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میری قوت حفظ اور کثرت علم اس پانی کی برکت سے ہے۔ جب غسل مکمل ہو گیا تو آپ ﷺ کے اعضاء سجدہ پر خوشبو لگائی تین بار کفن کو دھونی دی گئی اس کے بعد جسد اطہر کو چار پائی پر رکھا گیا یہ بھی منقول ہے کہ اس خوشبو کا کچھ حصہ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹوں کے سپرد کرتے ہوئے بتایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خوشبو میں سے ہے اسے محفوظ کر لو اور میرے کفن کو اسی خوشبو سے معطر کرنا۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تبرکات نبوی سے محبت:

آپ نے وصال کے وقت دوسری وصیتوں کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا "یہ رسول اللہ ﷺ کا مبارک قمیض ہے اس مبارک کڑتے کو میرے سینے پر رکھ کر مجھے دفن کرنا شاید میں اس کی برکت سے عذاب قبر سے نجات پاؤں۔ (اتحاف السادة المتقين: ۱۰، ۳۳۳)

نوٹ فرمائیں! حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہمیں یہ عقیدہ دیتی ہیں کہ بگڑی ہمیشہ حضور ﷺ کی نسبت سے ہی بنتی ہے۔

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی تبرکات نبوی سے محبت:

محمد بن ابراہیم التیمی آپ کے مرض وصال کے احوال میں بیان کرتے ہیں "آپ نے وصیت فرمائی مجھے رسول اللہ ﷺ والی چار پائی پر لے جانا اور اس پر پاکی کی شکل بنالینا۔" (ابن سعد: ۸، ۱۰۹)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آثار رسول ﷺ سے محبت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان درختوں کو ہمیشہ پانی دیا کرتے تھے جن کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ ان کے نیچے سرکارِ دو جہاں ﷺ تشریف فرما ہوئے پوچھنے پر بیان کرتے یہ اس لئے کرتا ہوں تاکہ میرے آقا ﷺ کی یادیں تروتازہ رہیں۔ "صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کیکر کے درخت کی زیارت کے لئے جاتے جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے اس کے نیچے بیٹھتے اور پانی دیتے کہ کہیں یہ سوکھ نہ جائے۔" (کنز العمال میں ابن عساکر کے حوالے سے حضرت نافعؓ سے یہ الفاظ مروی ہیں "حضرت ابن عمرؓ ان تمام مقامات کی زیارت کرتے جہاں جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی۔ یہاں تک کہ آپؐ اس درخت کے پاس ہمیشہ جاتے جس کے نیچے رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تھے اور اسے پانی دیتے تاکہ کہیں یہ سوکھ نہ جائے۔" (کنز العمال، ۱۳: ۴۷۸، سیر اعلام: ۳، ۲۱۳)

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ہجر و فراق کی وجہ سے ان کے اپنے معمولات زندگی کی عجیب کیفیت تھی۔ حضرت عمرؓ بن دینار کا بیان ہے مجھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بتایا "میں نے وصال حبیب ﷺ کے بعد نہ کوئی تعمیر کی ہے اور نہ ہی کوئی بھجور کا درخت لگایا ہے۔" یعنی ہجر محبوب میں اپنے پودے لگانے تو ترک کر دیئے مگر محبوب کے تبرکات کو تروتازہ رکھنا اپنا مشغلہ بنالیا۔

خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ کی آثار شریفہ سے محبت:

حضرت انسؓ کے شاگرد حضرت ثابتؓ البنانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت انسؓ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے یہ وصیت کی، اے ثابت! یہ میرے آقا ﷺ کے مقدس بال لے لو جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے

نیچے رکھ کر مجھے دفن کرنا۔ ”چنانچہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں مرقوم ہے کہ آپؐ نے فرمایا ”میرے آقا ﷺ کا بال مبارک ہے سب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا میں نے آپؐ کی وصیت کے مطابق وہ بال آپؐ کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور آپؐ کو اس حال میں دفن کیا گیا کہ بال آپؐ کی زبان کے نیچے تھا۔“ (الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ۱: ۷۱)

پسینہ محبوب سے کفن کو معطر کرنا:

امام محمد بن عبد اللہ انصاری اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ثمامہ نے حضرت انسؓ سے بیان کیا کہ میری والدہ حضرت ام سلیمؓ آپ ﷺ کا بچھونا بچھاتی آپ ﷺ اس پر قیلولہ فرماتے جب آپ ﷺ سو جاتے تو وہ آپ ﷺ کا پسینہ اور بال مبارک ایک شیشی میں جمع کر لیتی تھیں۔ جب حضرت انسؓ کے وصال کا وقت آیا تو وصیت کی میرے کفن کو حضور ﷺ کے محفوظ پسینہ سے خوشبو لگائی جائے لہذا ان کی وصیت کے مطابق پسینہ مبارک کو ہی خوشبو کے طور پر کفن پر لگایا گیا۔ (ابن خاری۔ کتاب الاستیذان، المسلم۔ باب طیب عرق النبی التبرک بہ) طبقات میں روایت کے الفاظ یہ ہیں ”میرے جسم و کفن کو اس خوشبو سے معطر کرنا جس میں آپ ﷺ کا مبارک پسینہ اور بال شریف ہیں۔“ (ابن سعد، ۲۵)

### امام محمد بن سیرین تابعیؒ اور تبرک نبوی ﷺ سے محبت:

امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے بھی حضرت انسؓ کی والدہ سے مبارک پسینہ کا عظیم تحفہ حاصل کیا۔ ”میں نے حضرت ام سلیمؓ سے وہ خوشبو مانگ لی انھوں نے مجھے اس میں سے حصہ عطا فرمایا۔ اسی طرح حضرت ایوب کا بیان ہے کہ میں نے مبارک پسینہ امام محمد بن سیرین سے حاصل کیا۔“ میں نے وہ پسینہ امام محمد بن سیرین سے طلب کیا تو انھوں نے مجھے حصہ عطا فرمایا جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔“

معلوم ہوا تبرکات نبویؐ کو حاصل کرنا اور پھر ان کی حفاظت کرنا شروع سے ہی سلف صالحین کا طریقہ ہے۔

### کفن بھی اسی مبارک پسینہ سے معطر ہوا:

فرماتے ہیں ”جب امام محمد بن سیرین کا وصال ہوا تو ان کے کفن کو اسی پسینہ مبارک سے معطر کیا گیا۔“ (سیر اعلام النبلاء، ۲: ۳۰۷) ابن سعد میں ہے امام ابن سیرین میت کو اسی سے خوشبو لگانا پسند کرتے۔ ”امام محمد بن سیرین یہ پسند کرتے کہ میت کو اس مبارک پسینہ سے معطر کیا جائے۔“ (الطبقات، ۳: ۴۲۸)

حضور علیہ السلام کی چھڑی مبارک میرے ساتھ دفن کرنا:

سنن بیہقی اور ابن عساکر میں امام محمد بن سیرین سے حضرت انس بن مالکؓ کے بارے میں مروی ہے ”ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کی مبارک چھڑی تھی جو ان کے ساتھ ان کے پہلو اور قمیض کفن کے درمیان دفن کی گئی۔“ (کنز العمال،

(۲۸۹، ۱۳)

حافظ ابن اثیر آپؒ کے احوال میں تحریر کرتے ہیں ”ان کے پاس حضور ﷺ کی مبارک چھڑی تھی وصال کے

اوقت فرمایا دفن کے وقت اسے میرے پہلو اور قمیص کے درمیان رکھ دینا۔“ (اسد الغابہ: ۱۵۲)

## حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آثار نبوی ﷺ سے محبت:

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو کہنے لگے ایک دفعہ میں صفا کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے بال مبارک کٹوانے کا ارادہ فرمایا ”میں نے قینچی لے کر آپ کے بال بنائے اور مبارک بال حاصل کر لئے جب میں فوت ہو جاؤں تو ان بالوں کو میرے منہ اور ناک پر رکھ دینا۔“ (تاریخ ابن عساکر: ترجمہ معاویہ بن ابی سفیان)

ناخن مبارک مصطفوی ﷺ اور حضرت معاویہؓ کی آنکھیں:

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے آپ ﷺ کے مبارک ناخنوں کے تراشے پاس رکھے ہوتے تھے ان کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا ”ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ناخن اور بال کاٹنے میں نے انھیں جمع کر لیا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو انھیں میرے منہ اور ناک پر رکھ دینا۔ میں نے ایک شیشی میں آپ کے ناخن آج کے لئے محفوظ کیئے تھے میری موت کے بعد انھیں میری آنکھوں پر رکھ دینا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔“ (تاریخ اسلام للذہبی ۲-۳۹۳)

توجہ فرمائیے! حضرت معاویہؓ بھی ہمیں یہ عقیدہ دے رہے ہیں کہ تبرکات نبوی ﷺ کی بدولت اللہ کا رحم نازل ہوتا ہے۔

ناخن پیس کر انھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنا دینا:

امام شمس الدین محمد بن عثمان الذہبی نے آپؐ کی وصیت یوں بیان کی ہے ”میں رسول اللہ ﷺ کو وضو کروایا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے قمیص مبارک اتار کر مجھے پہنا دیا۔ میں نے وہ قمیص اور آپ ﷺ کے ناخن مبارک محفوظ کر لئے تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں قمیص مبارک کو میرے جسم پر رکھ دینا اور ناخن مبارک کو پیس کر انھیں میری آنکھوں کا سرمہ بنا دینا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے گا۔“ (سیر اعلام النبلا، ۳: ۱۶۰)

ناخن مبارک رکھ کر مجھے سپرد خدا کر دینا:

امام نووی نے آپؐ کی یہی وصیت ان الفاظ میں بیان کی ہے۔ ”ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کے ناخن مبارک تھے انھوں نے یہ وصیت کی انھیں پیس کر میری آنکھوں اور منہ پر رکھ دینا اور کہا ایسا کر کے مجھے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے کے سپرد کر دینا۔“ (تہذیب الاسماء واللغات ۲: ۱۰۳)

تبرک نبوی ﷺ مرنے کے بعد بھی جدا نہ ہو:

حضرت امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ نے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے بیان کیا کہ ”میں سرور عالم

ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا آپ ﷺ حاجت کے لئے تشریف لے گئے میں پانی کا کوزہ لے کر حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اپنے جسد اقدس کا ایک کپڑا مجھے پہنا دیا میں نے اس کپڑے کو آج کے دن کے لئے محفوظ کر لیا تھا۔“

امام نووی نے اسے ان الفاظ میں نقل کیا ہے جب حضرت معاویہؓ کے وصال کا وقت آیا تو ”انہوں نے وصیت کرتے ہوئے کہا مجھے اس قمیص میں کفن دینا جو مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنائی تھی اور اسے میرے جسم سے ملا کر رکھنا۔“

تہذیب الائمہ ۲: ۱۰۳

امام ابن عبد البر نے وصیت کے یہ الفاظ ذکر کئے ہیں۔ ”اس قمیص کو میرے کفن کے نیچے جسم سے متصل کر کے رکھنا

اگر کوئی نفع مند چیز ہے تو یہی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہی معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“ (الاستیعاب ۳: ۳۹۹)

حضرت معاویہؓ کے یہ الفاظ ذرا غور سے پڑھیں کہ ”اگر کوئی نفع مند چیز ہے تو یہی ہے“ گویا ساری دنیا اور اس کے خزانوں میں سب سے زیادہ قیمتی اور فائدہ مند چیز تمہارے نبوی ﷺ ہیں، بد قسمت ہیں وہ لوگ جو انہیں کھو کر اطمینان کی نیند سو رہے ہیں۔

دولت قربان کر کے حضور ﷺ کا تبرک حاصل کرنا:

حضور انور ﷺ نے حضرت کعب بن زہیر بن ابی اسلمی شاعر کو کمال شفقت فرماتے ہوئے جو چادر عنایت کی

تھی حضرت معاویہؓ نے اسے ان کی اولاد سے بیس ہزار درہم دے کر حاصل کر لی تھی۔ (السيرۃ الحلبیہ ۳: ۳۳۲)

ساری دولت ایک طرف حضور ﷺ کا تبرک شریف ایک طرف:

حضرت معاویہؓ نے حضرت کعب سے کہا تھا کہ وہ چادر جو حضور ﷺ نے انہیں عطا کی تھی وہ انہیں معاوضہ

عنایت کر دیں تو حضرت کعب نے جواب دیا ”میں حضور ﷺ کے مبارک کپڑے پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔“

یہی وہ چادر تھی جس سے خلفا بنو امیہ اور پھر خلفاء بنو عباس تبرک حاصل کرتے اور عیدین کے موقع پر اسے پہنتے۔

السيرۃ الحلبیہ ۳: ۳۳۲

معلوم ہوا پہلے مسلمان حکمران حضور نبی اکرم ﷺ کے آثار شریفہ کی حفاظت اور ان سے تبرک حاصل کرتے،

یہی وجہ تھی کہ مسلمان ساری دنیا پر حکمران تھے، کاش ہم اپنا کھویا ہوا مقام پھر حاصل کر سکیں۔

یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے میں کفن دیجئے!

طبرانی، ایوب مخزومی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ولید بن ولید مکہ میں مجبوس تھے انہوں نے ہجرت کے وقت سارا

مال بیچ دیا اور حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام کے ساتھ پیدل ہجرت کی۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں

حاضر ہو کر عرض کیا ”میری تمنا ہے جب فوت ہو جاؤں تو آپ ﷺ مجھے اپنے مبارک جسم سے مس ہونے والے کپڑے میں

کفن دیں۔ جب اس صحابی کا وصال ہوا تو حضور ﷺ نے اپنے قمیص میں کفن دیا۔ (الاصابہ، ۳: ۶۴۰)

## حضور ﷺ سے ایک صحابی کا کفن کے لئے چادر مانگنا:

حضرت اہل بن سعد الساعدی سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں دھاری دار چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنی ہے اس لئے لائی ہوں تاکہ آپ ﷺ کو اوڑھاؤں۔ آپ ﷺ پہن کر تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! یہ چادر کتنی خوبصورت ہے آپ مجھے اوڑھا دیں۔ فرمایا ٹھیک ہے آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے اور وہ چادر اسے بھجوا دی۔ دیگر صحابہ نے ان پر یہ اعتراض کیا تجھے علم ہے آپ ﷺ کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ آپ ﷺ کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی پھر تو نے سوال کر ڈالا، ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس صحابی نے جواباً عرض کیا ”اللہ کی قسم میں نے چادر پہننے کے لئے نہیں لی، ہاں میں نے اس لئے مانگی ہے تاکہ موت کے دن میرا کفن بنے۔“ ابن جریر نے اس صحابی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں ”اللہ کی قسم مجھے اس سوال پر صرف اس بات نے ابھارا ہے کہ میں اس چادر سے برکت حاصل کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے پہنا اور میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔“ (الرسول، ۱: ۱۳۹)

حضرت اہل فرماتے ہیں ان کی وصیت کے مطابق وصال کے دن وہی مبارک چادر ان کا کفن بنی۔ (مسند احمد: ۲۳۳-۵) علماء کے نزدیک یہ صحابی حضرت عبدالرحمن بن عوف یا حضرت سعد بن ابی وقاص ہیں۔

## ایک صحابیہ کا آثار شریفہ سے محبت کرنا:

حضرت امیہ بنت ابی الصلت قبیلہ بنو غفار کی ایک خاتون کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ اس نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے خیبر میں فتح دی اور مال غنیمت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ ہار جو میرے گلے میں آپ دیکھ رہے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمایا بلکہ میرے گلے میں پہنایا تھا۔ اللہ کی قسم میں اسے کبھی بھی اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گی۔ راوی کا بیان ہے جب ان کا وصال ہوا تو وہ ہاران کے گلے میں تھا پھر انھوں نے یہ وصیت بھی کی کہ اس ہار کو میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔

## حضرت ابو محذورہ الجمعی اور نسبت مصطفیٰ ﷺ کا ادب:

حضرت ابو محذورہ الجمعی کو حضور ﷺ کے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت بلال صہبہ نبوی کے مؤذن اور یہ حرم کعبہ کے مؤذن تھے۔ انھیں جب حضور ﷺ نے اذان کی تعلیم دی تو ان کے سر کے اگلے حصہ پر آپ ﷺ نے مبارک دست اقدس رکھا۔ احترام نبوی کے پیش نظر زندگی بھر وہ بال نہ منڈوائے اور نہ کٹوائے وہ بال اتنے بڑھ گئے تھے کہ جب بیٹھتے تو بال زمین پر پھیل جاتے۔ لوگ جب پوچھتے! آپ انھیں کٹوا کیوں نہیں دیتے؟ آپ فرماتے رسول اللہ ﷺ نے ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا تھا موت تو آسکتی ہے مگر میں انھیں منڈوانا نہیں سکتا۔ راوی کا بیان ہے انھوں نے بال نہ منڈوائے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔ (المستدرک، ۳: ۵۸۹)

ابوداؤد میں آپ کے بیٹے سے یہ الفاظ مروی ہیں ”ابو محذورہ نے اپنے بال نہ کبھی منڈوائے نہ ان میں مانگ نکالی

کیونکہ ان پر رسول اللہ ﷺ نے دست اقدس رکھا تھا۔ (ابوداؤد: باب الاذان)

## حضرت خالد بن سعید بن العاص اور آثار نبوی ﷺ:

حضرت خالد بن سعید بن العاص کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے تو انہوں نے انگوٹھی پہنی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ انگوٹھی بنوائی ہے فرمایا دکھاؤ، انہوں نے پیش کی تو وہ لوہے کی تھی فرمایا اس کا نقش کیا ہے عرض کیا "محمد رسول اللہ" حضور ﷺ نے وہ انگوٹھی لے کر انہیں پہنائی تو جب موت آئی تو وہ انگوٹھی ان کے ہاتھ میں تھی۔ (المستدرک ۳: ۲۷۹)

## حضور ﷺ کا عصا مبارک میرے کفن میں رکھ دینا:

مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن امیس کے بیٹے سے مروی ہے کہ والد گرامی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا اطلاع ملی ہے خالد بن سفیان مقام عنہ پر ہمارے خلاف لڑائی کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تم جاؤ اور اسے قتل کر دو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کا حلیہ بیان کر دیجئے تاکہ اسے پہچان سکوں فرمایا اس کا جسم زمین کی طرح سخت ہوگا میں تلوار چھپا کر مقام عنہ پہنچا عصر کا وقت تھا جب میں نے اسے دیکھا تو اسی طرح تھا جیسے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا تھا اب خوف لاحق ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نماز ادا کروں تو یہ نکل جائے میں نے رکوع و سجود سر کے اشارے سے کیا اس کے پاس پہنچا تو اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا عرب میں سے ہوں سنا ہے تو کسی شخص کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے تو میں بھی آ گیا ہوں۔ کہنے لگا ہاں درست ہے میں تھوڑی دیر اس کے ساتھ چلا جب مجھے اس پر قدرت حاصل ہو گئی تلوار سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا یہ چہرہ کامیاب ہے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے قتل کر دیا ہے فرمایا تم سچ کہہ رہے ہو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ چلنا شروع فرمایا حتیٰ کہ آپ اپنے گھر داخل ہوئے پھر اپنا عصا مبارک عطا کیا اور فرمایا اے عبد اللہ ابے اپنے پاس محفوظ رکھو۔ میں عصا مبارک لے کر باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا یہ عصا تمہارے ہاتھ میں کیسے ہے؟ میں نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے عنایت فرما کر کہا ہے اسے اپنے پاس رکھو۔ لوگوں نے کہا کیا ایسا نہیں ہو سکتا تو واپس جا کر آپ ﷺ سے عرض کرے کہ عصا عطا کرنے کی حکمت کیا ہے؟ میں نے واپس حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس کرم فرمائی کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:۔ یہ روز قیامت میرے اور تیرے درمیان ملاقات کی علامت ہوگا۔ حضرت عبد اللہ نے اس عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ محفوظ کر لیا ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے حتیٰ کہ وصال کے وقت وصیت کی اسے میرے کفن میں رکھ دینا پھر تلوار اور عصا ان کے کفن میں رکھ دیئے گئے۔

امام طبرانی نے حضرت محمد بن کعب قرظی کے حوالے سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے وہ عصا دیا جس کے ساتھ آپ ٹیک لگایا کرتے تھے اور فرمایا اے عبد اللہ! اس کے ساتھ ٹیک لگاؤ یہاں تک کہ تم مجھے روز قیامت ملو وہ عصا ان کے جسم پر رکھ کر کفن دیا اور ان کے ساتھ انہیں دفن کر دیا گیا۔ (سیدنا محمد رسول اللہ: ۴۰۰)

نبی کریم ﷺ نے اپنے تبرکات خود بھی تقسیم فرمائے:

آپ ﷺ نے اپنے غلاموں پر یہ کرم بھی فرمایا کہ اپنے تبرکات اپنے چاہنے والوں میں تقسیم فرمادیتے تاکہ تمہیں ان کے ذریعے برکات حاصل کر لیں اور ان کی زیارت سے اپنے من کی دنیا کو آباد رکھیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ تبرکات نبوی ﷺ سے فیضیاب ہونا درحقیقت حضور انور ﷺ کے حکم کی بجا آوری ہے۔

حضرت انسؓ اس مقدس خیرات کی تقسیم کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب آقائے دو جہاں حج کے موقع پر منی تشریف لائے۔ حجرۃ العقبہ کو کنکریاں ماریں اور اس کے بعد قربانی دے کر اپنے خیمے میں تشریف لائے۔ تو آپ نے حجام کو طلب فرمایا حجام نے پہلے آپ کے سر اقدس کی دائیں جانب کے بال تراشے۔ آپ ﷺ نے ابوطلحہ انصاریؓ کو بلا کر ان کو یہ بال عنایت فرمائے۔ پھر حجام نے بائیں جانب کے بال تراشنے کی سعادت حاصل کی۔ آپ ﷺ نے ابوطلحہؓ کو عطا کئے اور فرمایا یہ لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (بخاری و مسلم)

ساری دنیا ایک طرف، نسبت محبوب ﷺ ایک طرف:

صحابہؓ آپ کے تبرکات کو حاصل کر کے محفوظ کر لیتے اور فخر کرتے کہ ان کے پاس سید کونین ﷺ سے منسوب ہے۔ مشہور تابعی محمد بن سیرینؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ سلمانیؓ کو بتایا کہ ہمارے پاس رسالت مآب ﷺ کے مبارک بال ہیں جو ہمیں آل انس سے ملے ہیں۔ اس پر حضرت عبیدہؓ نے فرمایا ”میرے پاس آقا علیہ السلام کے ایک بال کا ہونا مجھے دنیا دماغھا سے بڑھ کر محبوب ہے۔“ (بخاری)

تبرکات نبوی ﷺ کی فکر اور حضرت خالد بن ولیدؓ:

جنگ یرموک کے موقع پر حضرت خالد بن ولیدؓ کا مقابلہ ”نسطورہ“ نامی ایک پہلوان سے ہو رہا تھا کہ آپ کی ٹوپی زمین پر گر پڑی۔ آپ اس کے مقابلے کی بجائے ٹوپی کی طرف لپکے اور رفقہ کو بھی پکار کر کہا کہ خدا تم پر رحم کرے میری ٹوپی مجھے دو۔ اتنے میں بنی مخزوم کی قوم میں سے ایک آدمی نے آپ کی ٹوپی پکڑادی۔ آپ نے پہن کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ آپ نے نسطورہ کو قتل کر دیا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو اہل لشکر نے آپ سے سوال کیا کہ اتنے کڑے وقت میں آپ ٹوپی کی طرف متوجہ کیوں ہوئے؟ اگر وہ اس وقت سر پر نہ بھی ہوتی تو اس سے کیا فرق پڑتا؟ اس پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے بیان فرمایا تمہیں کیا معلوم اس میں کیا ہے؟ ”میں نے یہ فکر اپنی ٹوپی کی وجہ سے نہیں کی، بلکہ اس میں رسالت مآب ﷺ کا مبارک بال تھا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں اس کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں اور یہ کافروں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔“ (الشفاء، ۲: ۶۱۹)

حضور ﷺ کے تبرکات کی بے ادبی کفر ہے:

سیدنا علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے اپنا موئے مبارک ہاتھ میں پکڑ کر ارشاد فرمایا ”جس نے میرے ایک بال کی بھی بے ادبی کی اس پر جنت حرام ہے۔“ (کنز العمال، ۲: ۲۷۶) اسی وجہ سے علماء امت نے تصریح کی



ہے کہ جس چیز کی نسبت آپ ﷺ کی طرف معروف و مشہور ہو اس کا احترام لازم ہے۔ حضرت ملا علی قاری شرح شفاء میں لکھتے ہیں "ان تمام اشیاء کا ادب کیا جائے گا جس کی نسبت آپ ﷺ کی طرف معروف ہے۔"

نسبت کے لئے شہرت ہی کافی ہے:

مندرجہ بالا عبارت پر مولانا عبدالعلیم (والد گرامی مولانا عبدالحی لکھنوی) حاشیہ میں لکھتے ہیں "منسوبات کے لئے

صرف شہرت ہی کافی ہے اگرچہ اس کا ثبوت نہ ہو۔" (نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمن، ۷۷)

## خصوصاً نعلین شریف کے متعلق صحابہ کرام اور بزرگوں کے اقوال

صرف نعلین شریف کے موضوع پر علمائے امت کی تقریباً 50 تصنیفات منظر عام پر ہیں اور ایک مکمل کتاب تو صرف نعلین شریف کے "تمہ مبارک" کی فضیلت پر مبنی ہے۔ علماء مشائخ میں سے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی نعلین شریف پر لکھا ہے اس میں سے چند قابل ذکر نام مندرجہ ذیل ہیں۔

امام ابو بکر ابن العربی، حافظ ابو الربیع بن سالم الکلائی، الکاتب الحافظ ابو عبد اللہ بن لا بار، ابو عبد اللہ بن رشید القمیری، ابو عبد اللہ محمد بن جابر الوادی آشی، خطیب الخطباء ابو عبد اللہ بن مرزوق التلمسانی، ابن البراء التوسی، الشیخ الوالی الصالح الشحیر ابو الاسحاق ابراہیم بن الحاج اسلمی الاندلسی المغربی ابو الحکم مالک بن البرجل ابن ابی الخصال ابن عبد المالك ابن عسا کر بدر فارتی، حافظ عراقی، حافظ امام سخاوی، سیوطی، امام قسطلانی وغیرہ۔

امام نغم ونثر الشیخ فتح اللہ بن الزاهد الورع العابد الشیخ محمود البیلونی کے اس موضوع پر سو سے زائد تصانیف ہیں امام احمد المقری نے فتح المتعال فی مدح المعال میں 230 سے زائد تصانیف جمع کیا ہے۔

## حضرت عبد اللہ بن مسعود اور نعلین نبوی ﷺ:

محمد بن یحییٰ حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں، جب نبی اکرم ﷺ بیٹھے حضرت عبد اللہ بن مسعود کھڑے ہو جاتے اور آپ ﷺ کے نعلین مبارک پاؤں سے اتارتے اور اپنی استیوں میں چھپا لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو نعلین پہناتے اور آپ ﷺ کے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے یہاں تک کہ آپ ﷺ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔

## نعلین شریف کے نقش کی برکات

ورد کافی الفور ختم ہو جانا:

امام ابو اسحاق ابن الحاج یعنی امام ابراہیم بن محمد بن ابراہیم اندلسی سلمیٰ اور ان سے اس کو ابو الیسمن ابن عسا کر اور دیگر کئی حضرات نے ذکر کیا کہ ہم کو قاسم بن محمد نے خبر دی انہیں ابو جعفر احمد بن عبد الحمید (جو کہ شیخ کامل صالح عالم باعمل اور متقی

ہیں) نے خبر دی کہ میں نے ایک طالب علم کے لئے یہ نقش بنوایا وہ ایک روز میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے گذشتہ رات اس نقش کی ایک عجیب برکت دیکھی میں نے پوچھا تو نے اس کی کون سی برکت دیکھی تو کہنے لگا کہ میری بیوی کے اتفاقاً سخت درد ہوا کہ وہ مرنے کے قریب ہو گئی تو میں نے یہ نقش نعلین پاک اس کے درد والی جگہ پر رکھ عرض کی "اللہم ارننا صاحب هذا النعل فشفاهما للہ للحبین" (یا الہی مجھ کو صاحب نعلین شریف کی برکت دکھلا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت شفا عنایت فرمادی)

### خزینہ برکات و دافع البلیات:

ابو اسحاق ابی الحاج نے یہ بھی بیان فرمایا کہ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس نقش مبارک کی آزمائی ہوئی برکات میں سے یہ ہے کہ جو شخص اس نقش کو اپنے پاس تبرک رکھے وہ ظالموں کے ظلم سے دشمنوں کے غلبہ سے، شیطان مردود کے شر سے، ظالم سلطان کے ظلم سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے امان میں رہے اور اگر کوئی حاملہ عورت اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھے تو درد زہ کی شدت سے بفضل الہی نجات ہو۔

### نظر اور جادو سے نجات:

اور ان برکات میں سے یہ ہے کہ نظر بد اور جادو ٹونہ سے آدمی امان میں رہتا ہے جیسا کہ امام شرف الدین طنوبی کے کلام میں بھی مذکور ہے۔

### زیارت رسول ﷺ کا وسیلہ:

اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنے والے کے لئے بعض آئمہ نے بیان فرمایا کہ اس کو قبول تام حاصل ہو جاتا ہے اور دنیا میں اس کی عزت و وقار بلند ہوتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے حامل کو خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت ہوگی یا پھر وہ گنبد حضرت ا کی حاضری سے مستفید ہوگا (فتح المتعال فی مدح المتعال)

### حفظ و امان کی ضمانت:

بے شمار علماء نے صراحت فرمائی کہ یہ نقش پاک جس لشکر میں ہو اس کو کبھی شکست نہ ہوگی۔ جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے گا جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا اور جس سامان میں ہو وہ سامان چوری نہیں ہوگا اور جس کشتی میں ہو وہ کشتی غرق ہونے سے بچی رہے گی اور جو کوئی صاحب نعل سے کسی حاجت میں توسل کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔ (فتح المتعال فی مدح المتعال)

### وقار و عزت کا حصول:

امام احمد المقری فرماتے ہیں کہ جو کوئی اس نقش پاک کو ہمیشہ اپنے پاس رکھے وہ اپنی تمام امیدوں اور آرزوؤں کو حاصل کرے گا اور اگر کوئی شخص اس کو تعویذ بنا کر عمامہ میں اس ارادے سے رکھے گا کہ وہ اپنے تمام ہم جنسوں سے ترقی کر جائے

اور کوئی شخص علم میں اس کی ہدایت نہ کر سکے تو وہ شخص ان امور کو پالے گا۔ اور ہر وہ چیز حاصل کرے گا جس کا وہ طلب گار ہوگا۔ حتیٰ کہ عظیم مرتبہ وغیرہ کا بھی وہ اپنے ہم عمروں سے زیادہ احق ہوگا۔ بشرطیکہ یہ عمل حسن و صدق نیت اور یقین سے کرے تو وہ عزت پائے۔ اگرچہ یہ ایسے امور نہیں جن کی طرف اختیار متوجہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اغیار سے محفوظ رکھے۔ (فتح المتعال فی مدح المتعال)

### شفائے بیماروں:

امام احمد المقری فرماتے ہیں مجھے ایک ثقہ شخص نے خبر دی کہ اس کو ایک شدید مرض لاحق ہو گیا کہ وہ قریب ہلاکت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام فرمایا کہ میں نقش نعلین مصطفیٰ ﷺ سے توسل کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا اللہ تعالیٰ نے فضل و کرم فرمایا اور مجھے شفا بخش دی۔ خود امام احمد المقری اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں جزائر کے سفر میں تھا تو یہ نقش میرے پاس تھا تو ہر مقیم و مسافر میری عزت کرتا تھا اور اماکن شریف کی زیارت کا عزم کیا تو اس کے صدقے سرسبز زمین اور پانی کے چشمے دستیاب ہوئے۔ (فتح المتعال فی مدح المتعال)

ابن الرشید نے (ملی العیوب) میں مدرسہ اشرفیہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان مدارس میں ایک عمارت بہت بلند و بالا اور خوبصورت ہے اور اس میں نبی اکرم ﷺ کی ایک نعل مبارک ہے اور میں نے تبرک حاصل کرنے اور اپنی بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لئے اس کا قصد کیا، پس میں نے اس سے برکت حاصل کی اور وہاں میں نے ایک اور مریض اسی ارادے سے آئے ہوئے پائے جن کا اسم گرامی شیخ زین الدین عبد اللہ الفارقی شافعی ہے (فتح المتعال فی مدح المتعال)

### ساری دولت نعلین شریف پر تصدق:

جامعہ اشرفیہ دمشق کی نعلین شریف کے متعلق لکھتے ہوئے امام احمد المقری فرماتے ہیں کہ اس نعل مبارک کے یہاں پہنچنے کے بارے میں مجھے ابو عبد اللہ محمد بن مقصاب نے خبر دی کہا اکیس شعبان المکرم ۶۲۷ء کی تاریخ کو یہ نقش مبارک اس نقش سے بنوایا گیا جو کہ شیخ ابو یعقوب المحاسنی کے پاس تھا اور وہ نقش مبارک اس نعلین مبارک سے بنائی گئی جو حضرت ام المومنین حضرت میمونہ بنت الحارث کے پاس تھی اور وہ آپ ﷺ کے ترکہ سے حضرت میمونہ کو ملی تھی۔ تو یہ اسی طرح وراثتاً چلتی چلتی بنو ابی الحدید کے پاس پہنچی اور اسی طرح یہ متوارثاً آخر تک آئی تو اس نے اپنی وراثت میں تیس ہزار درہم اور یہ نعل مبارک چھوڑی اور اس کے دو بیٹے تھے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ ہم میں سے ایک آدمی تیس ہزار درہم لے لے اور دوسرا یہ نعل پاک لے لے تو ان میں سے ایک نے تو مال لے لیا جبکہ دوسرے نے وہ نعلین مبارک لے لی اور نعلین شریف لے کر ملک عجم کی طرف چلا گیا اور یہ نعلین مبارک حکمرانوں اور بادشاہوں کے پاس لے جاتا اور وہ اس سے برکت حاصل کرتے حتیٰ کہ وہ واپس اخلاط شہر میں آیا اور اس نعلین مبارک کو الملک الاشرف ابن العادل کے پاس لے گیا تا کہ وہ اس سے برکت حاصل کرے تو بادشاہ نے اس سے ایک قطعہ حاصل کرنے کی بہت کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم ایک بزرگ آدمی ہو اس کو اپنے پاس رکھ کر کیا کرو گے؟ مجھ سے اس کے عوض ایک جاگیر لے لو اور یہ نعلین مبارک مجھے دو دو۔ تو بادشاہ الملک العادل الاشرف نے اس شخص

سے یہ نعلین مبارک حاصل کر لی وہ بادشاہ ملک شام کے شہر دمشق میں رہتا تھا اس لئے اس نے یہاں ایک دارالحدیث بنایا اور اس مدرسہ کے لئے بے شمار زمین وقف کی اور قبلہ کی جانب نماز کی ادائیگی کے لئے ایک خوبصورت عالی شان مسجد بنوائی اور مسجد کے محراب کے مشرق میں ایک کمرہ اس نعلین مبارک لئے بنوایا اور اس میں آبنوس کا تابوت بنا کر اس میں یہ نعلین مبارک رکھی۔ اس پر چاندی کے کیل لگوائے اور اس تابوت کو چاندی کا تالہ لگوایا اور اس پر تین قسم ہنر سرخ اور پیلے رنگ کے غلاف چڑھائے اس پر ایک شخص کو چالیس تا صری درہم وظیفہ کے طور پر دئے جاتے تاکہ وہ اس دروازے کو ہر پیر اور جمعرات کے روز لوگوں کے زیارت کرنے کے لئے کھولے۔ (فتح المتعال فی مدح المتعال)

ابن الرشید السبئی کہتے ہیں کہ میں جب اپنے شہر سبتہ میں واپس گیا تو میں نے نقش نعلین پاک نظم و نثر کے ماہر اپنے شیخ قاسم الکھوری کو دکھائی تو انہوں نے اس کی شان میں ایک مکمل قصیدہ تحریر فرمایا اس قصیدہ کے چند اشعار کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

- ۱- میں نے اس نعل مبارک کا نقش دیکھا جس نعلین مبارک کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے مبارک قدم آتے اور جاتے تھے۔
- ۲- اور خیر خلق ﷺ کے آثار مبارک دیکھ وہ ساری مخلوق سے حسین ہیں اور ہر صاحب ہمت کے لئے رحمت و مہربانی کی دلیل ہیں۔
- ۳- پس اللہ کی طرف سے اس نقش کے ساتھ ہر محبت کرنے والے کو خوشخبری ہو اور اس کا منہ اس کے بوسے لینے سے نہ تھکے۔
- ۴- میں نے اپنے اعضاء و جوارح اس کے ساتھ مس کئے اور بے شمار غم و الم سے نجات پائی۔
- ۵- اور اپنے نفس سے کہوں کہ اب خوشیاں منا کہ فضل رب سے تجھے بہت بڑی نعمت ملی ہے۔
- ۶- اور اے نقش نعل دیکھنے والے! اس سے خوشیاں حاصل کر اور زندگی تمام آزمائشوں سے پاک گذار۔

۷- یہ مجھے کتنی ہی نعمتوں کے بعد حاصل ہوئی ہے اور میں نے اس کے حصول کے لئے بہت اہتمام کیا اور مجھے ملنے کے بعد تمام غموں سے راحت نصیب ہوئی۔

اہل دمشق مصائب کے وقت اس نعل پاک کی طرف رجوع کرتے:

اہل دمشق نزول مصائب کے وقت اس نعل مبارک سے شفاعت پکڑتے اور اس کی زیارت کر کے برکت حاصل کرتے۔ اہل دمشق کو ایک مرتبہ ناصر محمد بن قلاؤن کے دور میں ایک عظیم سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جب اس نے اپنے نائب --- سیف الدین کرامی کو دمشق کا حاکم بنا کر اہل دمشق پر مسلط کر دیا تو اس نے ڈیڑھ ہزار ایرانیوں کو اہل دمشق پر مقرر کر دیا اور آنے والے ایرانیوں سے اہل دمشق عاجز آگئے۔ اور انہوں نے شہر کو بند کر دیا کیونکہ یہ مصیبت اہل بازار اور شہر میں وارد ہونے

الے اور ان کے املاک اور چوکوں سب سے نازل ہوئی تھی۔ اور نائب مذکورہ نے یہ حکم نامہ جاری کر دیا تھا کہ بازار، اچواک اور دمشق کی ساری املاک اور اس کے وظیفے ایرانیوں کی تنخواہوں کے لئے ہے تو اہل دمشق اس ظلم پر چیخ اٹھے اور قاضیوں، خطباء اور آئمہ سے شکایت گزار ہوئے کہ تمام لوگ نائب مذکورہ کے پاس جائیں تو جب پیر شریف کا دن جمادی الاولیٰ کی تیرہ تاریخ 711ھ کا دن آیا تو خطیب جلال الدین القزویٰ صاحب ”تلخیص المنصاح والایضاح“ نے ایک ہاتھ میں مصحف مبارک اور دوسرے میں نعل نبی ﷺ کو دار الحدیث اشرفیہ سے پکڑا اور جامع مسجد میں کہ جہاں تمام خطباء جمع تھے تشریف لائے اور باب الفرج سے نکلے اور ان کے ساتھ تمام علماء فقہا قراء، موزن، آئمہ اور عامۃ الناس تھے۔ جب وہ نائب کے پاس پہنچے اور استغاثہ پیش کیا۔ جب امام قزویٰ نے اس کو سلام کیا تو اس نے کہا کہ تجھ پر سلامتی نہ ہو اور لوگوں میں سے سرکردہ لوگوں کو مارا اور مصحف شریف کو پھینک دیا۔ اور نعل شریف کی بے ادبی کی اور لوگوں نے اس وقت پتھر پھینکے اور جلال الدین القزویٰ کو پکڑ کر محل سے لے آئے اور مصحف شریف اور نعل مبارک کو اس سے آزاد کرایا اور دوبارہ شہر میں داخل ہوئے۔ ابھی دس دن ہی گزرے تھے اللہ نے اس نائب کو پکڑ لیا اور وہ نائب الناصر محمد ب قلاوون کے حکم سے قید کر دیا گیا اور اس کو یہ سزا جیسا کہ مشہور ہے مصحف شریف اور نعل نبویہ ﷺ کی بے ادبی کے سبب ملی اور اہل دمشق اللہ تعالیٰ کے اس انتقام سے جو کہ اس نے اس نائب سے لیا، بہت زیادہ خوش ہوئے۔ (فتح المتعالیٰ فی مدح النعال)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جس شے کو حضور نبی اکرم ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ کس قدر عالی مرتبت ہو جاتی ہے اور کس طرح صحابہ کرام، اولیاء عظام و علماء امت نے ان منسوب اشیاء سے محبت کی خصوصاً نعلین شریف، کہ اکابرین اپنی مشکلات میں ان نعلین پاک یا ان کے نقش سے توسل کرتے۔ تو غور طلب امر یہ ہے کہ ایسی متبرک و عظیم شے سے غفلت کس قدر بڑا جرم ہے چاہئے تو یہ تھا کہ حکمران اس نعلین شریف کے توسل سے ملک پاکستان کی ترقی چاہتے لیکن افسوس کہ ایسی بیش قیمت شے کے کھوجانے پر حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رہیگی، کیا اس سے بڑھ کے بھی دینی بے حس کا دور ہوگا؟ کیا ہمیں قبر میں مصطفیٰ کریم ﷺ کے سامنے پیش نہیں ہونا؟ کیا بروز حشر مصطفیٰ کریم ﷺ کی شفاعت سے فیض یاب نہیں ہونا اور اگر آقا کریم ﷺ کے بغیر کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا اور یقیناً نہیں ہو سکتا تو آج ہم سب کو اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اس عظیم سانحہ پر کوئی کردار انجام دیا ہے یا نہیں؟ اگر کل حضور نبی کریم ﷺ نے اس معاملہ کے متعلق استفسار فرمایا تو کیا جواب دیں گے؟ اٹھیے! نعلین مقدس کی بازیابی کی تحریک میں اپنا فرض ادا کریں تاکہ کل قبر و حشر میں ہم آقا حضور ﷺ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

نوٹ: اس مقالہ کی تیاری میں محقق عصر مفتی محمد خان قادری کی مندرجہ ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔

۱۔ خصائل نعلین حضور، ۲۔ صحابہ کی وصیتیں، ۳۔ شاہکار ربوبیت۔

لہذا تفصیل کے لیے ان کتب کا مطالعہ مفید رہے گا۔



اسلام  
اور  
خدمتِ خلق



تصنیف

مفتی محمد خان قادری

کاروانی اسلام رحمانیہ مسجد

205 شادمان لاہور

۲۸۷

فصل فی شرح حدیث  
میں ہے کہ جو شخص  
کوئی نیک عمل کرے  
وہ اس کے ثواب سے  
بھی حصہ لے گا



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

اسلام وہ دین کامل و اکمل ہے جو نہ صرف دینی اور دنیوی ضابطہ حیات ہے بلکہ اس کی تعلیمات قیامت تک بنی نوع انسان کی راہنمائی کرتی رہیں گی اسلام بنیادی طور پر اخوت و محبت کا دین ہے یہ ہمیں محبت و الفت اور ایثار و ہمدردی کا سبق دیتا ہے۔ اور ہمیں ایسے معاشرتی اصول بتاتا ہے جن پر عمل پیرا ہونے سے معاشرے میں اخوت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور انسان ایک دوسرے کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسلام کے بتائے ہوئے انہیں زریں اصولوں میں سے ایک خدمت خلق بھی ہے قرآن و حدیث میں خدمت خلق کے متعدد پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے بلکہ اسلام نے مخلوق کی خدمت کو خالق کی خدمت سے تعبیر کیا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث پاک میں اس حقیقت کو بہت ہی موثر اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری مزاج پر سی نہیں کی بندہ عرض کرے گا اے پروردگار! میں آپ کی بیمار پر سی کیسے کرتا جب کہ آپ تو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بند بیمار ہوا اور تو نے اس کی مزاج پر سی نہیں کی کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کی بیمار پر سی کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا اور تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا بندہ عرض کرے گا پروردگار! میں آپ کو کھانا کیسے کھلاتا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں ارشاد ہو گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اس کا ثواب میرے ہاں پاتا۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں پلایا بندہ عرض کرے گا

پروردگار! میں آپ کو پانی کیسے پلاتا جبکہ آپ تو رب العالمین ہیں ارشاد ہو گا میرے فلاں  
 ہندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے اس کو پانی نہیں پلایا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اگر تو  
 اس کو پانی پلاتا تو اس کا ثواب تجھے میرے ہاں ملتا۔ (مسلم شریف)

اسلام ہی انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ وہ اس طرح زندگی بسر کرے کہ اس  
 کی ذات سے ہر حال میں خیر کے چشمے جاری ہوں وہ جہاں بیٹھے امن و سلامتی کا پیغام  
 بکھیرتا رہے دوسروں کی مشکلات کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کرے اس کی  
 جسمانی و ذہنی صلاحیتیں اور مالی وسائل دوسرے انسانوں کے کام آئیں کیونکہ اسلام کے  
 نزدیک انسانوں کی خدمت اور ان کی فلاح و بہبود کی ہر کوشش عبادت ہے اگر آج بھی ہم  
 اسلام کے انہیں ذریعہ اصولوں کو اپنائیں تو ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ بن سکتا  
 ہے

اسلام اور خدمت خلق کے حوالے سے عالم اسلام کے نامور محقق حضرت  
 علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ نے خوبصورت مقالہ تحریر فرمایا ہے  
 اللہ رب العالمین حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری صاحب کے علم و عمل  
 میں برکت عطا فرمائے۔ آمین جہا النبی الکریم ﷺ

والسلام

عمر حیات قادری  
 ڈائریکٹر صفحہ اکیڈمی

لاہور

## اسلام اور خدمت خلق

اللہ تعالیٰ نے انسان کا مقصد تخلیق اپنی عبادت قرار دیا ہے ارشاد فرمایا  
وما خلقت الجن والانس  
الا ليعبدون  
ہم نے جن و انس کو فقط اپنی عبادت  
کے لئے پیدا فرمایا ہے

یہ مقصد تب ہی پورا ہو سکتا ہے جب انسان کی زندگی کا ہر لمحہ اپنے مولیٰ اور  
خالق و مالک کی خاطر بسر ہو اس کی ہر حال میں یہ کیفیت ہو

ان صلواتی و نسکی و محیای  
ومماتی لله رب العالمین  
میری نماز، قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا  
فقط اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا  
پروردگار ہے

جو لمحات و اوقات اس مقصد سے ہٹ کر بسر ہوئے وہ بے مقصد، لغو اور  
غفلت میں بسر ہونگے

اسلام جہاں نماز کو عبادت قرار دیتا ہے وہاں والدین کی خدمت کو بھی عبادت  
قرار دیتا ہے جہاں روزہ عبادت ہے وہاں پڑوسی کے حقوق کی ادائیگی بھی عبادت ہے  
جہاں حج فریضہ و عبادت ہے وہاں اولاد کی اعلیٰ تعلیم و تربیت بھی فریضہ اور عبادت  
ہے جہاں اپنے ایمان و اعمال کی حفاظت ضروری اور لازم ہے اس طرح دوسروں کی  
خیر خواہی بھی لازم ہے انسانیت کی بھلائی اور خیر خواہی اسلام کا طرہ امتیاز ہے حالانکہ  
ہمارے معاشرے سے یہ چیزیں ختم ہوتی جا رہی ہیں

آج ہم نے نماز، روزہ اور حج کو تو عبادت سمجھ رکھا ہے۔ مگر انسانیت کی بھلائی  
اور خیر خواہی کی طرف توجہ ہی نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے جب اس چیز کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے آئیے اس سلسلہ میں  
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات علیہ سامنے لاتے ہیں تاکہ  
ہمارے لوہاں بھی ان اہم امور کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں

۱۔ مسلمان سے تکلیف دور کرنا

1- ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من نفس عن مسلم کربہ من کرب اللذیہ نفس اللہ عنہ کربہ من کرب یوم القیامہ (المسلم)  
جس نے کسی مسلمان کی دنیا میں تکلیف دور کرنے کے لئے کوشش کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس سے تکلیف دور فرمائے گا

2- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من فرج عن مسلم کربہ فرج اللہ عنہ بہا کربہ من کرب یوم القیامہ (بخاری و مسلم)  
جس نے کسی مسلمان سے تکلیف کو دور کر کے اسے کشادگی دی اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اسے قیامت کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمائے گا

تکلیف دور کرنے پر اللہ تعالیٰ کی بخشش و مغفرت کا یہ عالم ہے کہ امام بخاری اور مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ایک آدمی نے راستہ میں

وید غض شوک فاحرہ فتکرہ اللہ لہ فغفر لہ  
کانٹے دار شلخ پائی اس نے اسے وہاں سے ہٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی

۲۔ تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ومن يسر علي معسر  
اللہ علیہ فی الدنیا والآخرہ  
جس نے کسی تنگ دست کو آسانی دی  
اللہ تعالیٰ اس پر دنیا و آخرت میں  
آسانی پیدا فرمائے گا  
(المسلم)

### ۳۔ مسلمان کے عیوب پر پردہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا

من ستر مسلما سترہ اللہ یوم  
القیامہ (بخاری و مسلم)  
جس نے کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ  
ڈالا اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کے

عیوب پر پردہ ڈالے گا

دوسری روایت میں ہے جس نے دنیا میں کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالا اللہ  
تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیوب پر پردہ ڈالے گا

### ۴۔ مسلمان بھائی کی مدد

1۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا

اللہ فی عون العبد ما کان العبد  
فی عون اخیه (المسلم)  
اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس بندہ کی مدد  
میں رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی  
کی مدد میں رہتا ہے

2۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے سرور دو جہاں صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من کان فی حاجہ اخیه کان  
اللہ فی حاجتہ (بخاری و مسلم)  
جو شخص کسی بھائی کی حاجت و ضرورت  
پورا کرنے میں رہے اللہ تعالیٰ اس کی  
حاجت کو پورا کرنے میں رہتا ہے۔

۳۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا يزال الله في حاجة العبد  
مادام العبد في حاجة احيه  
اللہ تعالیٰ بندے کی حاجت میں اس  
وقت رہتا ہے جب تک وہ کسی بھائی  
(المعجم الكبير للطبرانی)  
کی حاجت روائی میں رہتا ہے  
دس سالہ اعتکاف سے بہتر

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اعتکاف میں تھے وہاں ایک شخص آیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا آپ نے فرمایا میں تمہیں غمزہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں وجہ کیا ہے؟ عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زلو بھائی میں اس لئے پریشان ہوں کہ فلاں کام میں نے قرض دینا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اس صاحب مزار کی قسم میں اس قرض کی ادائیگی پر قادر نہیں ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا اس سے میں تیری سفارش کروں؟ عرض کیا آپ جیسے مناسب سمجھیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس وقت جو تاپہنا اور مسجد سے باہر تشریف لائے اس نے عرض کیا حضرت آپ اعتکاف میں ہیں کہیں آپ بھول تو نہیں گئے فرمایا

لا ولكني سمعت صاحب  
هذا القبر صلي الله عليه وآله  
وسلم والعهد قريب فلسعت  
عيناه وهو يقول من مشي  
في حاجة احيه وبلغ فيها  
كان خيرا له من اعتكاف  
میں بھولا نہیں بلکہ میں نے اس  
صاحب مزار صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا  
اور ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا یہ کہنا تھا  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی  
آنکھیں بھر آئیں آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے بھائی کے  
کسی کام کے لئے نکلے اور اس کے

عشر سنين ومن اعتكف  
يوما ابتغاء وجه الله جعل الله  
بين وبين النار ثلث  
خنادق بعد ممابين  
الخافقين  
(المعجم الاوسط للطبرانی)

لئے کوشش کرے اس کے لئے دس  
سال اعتکاف سے افضل ثواب ہے اور  
جو شخص ایک دن رضائے الہی کے لئے  
اعتکاف کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور  
دو رخ کے درمیان تین خندقیں بنا دیتا  
ہے جن کی مسافت آسمان اور زمین  
کی درمیانی مسافت سے بھی چوڑی ہے

یعنی جب ایک دن اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کا کیا  
مقام ہو گا؟ مستدرک میں یہ الفاظ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو  
کسی بھائی کی حاجت برآری کے لئے نکلا پھر ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا  
افضل من ان يعتكف في  
مسجدى هذا شهرين  
وہ افضل ہے اس سے کہ وہ میری اس  
مسجد (نبوی) میں دو ماہ اعتکاف کرے

پچھتر فرشتوں کا دعا کے لئے تقرر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ  
سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی بھائی کی  
حاجت و ضرورت پورا کرنے کے لئے نکلا یہاں تک کہ وہ پوری ہوگی  
اظله الله عزوجل بخمسه  
وسبعين ملك يصلون عليه  
ويدعون له ان كان صباحا  
حتى في وان كان مساء حتى  
يصبح

اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر فرشتوں کو مقرر  
فرما دیتا ہے جو اس کے لئے دعائے  
رحمت کرتے ہیں اگر صبح ہو تو شام  
تک اور اگر شام ہو تو صبح تک وہ دعا  
کرتے ہیں

(کتاب الثواب لابن السبیح)

ہر قدم پر گناہ معاف اور درجہ بلند

مذکورہ انہی دو صحابیوں سے مروی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی بھائی کی ضرورت پوری کرنے کی کوشش میں نکلا ولا یرفع قدمہ الا احط اللہ عنہ اس کے ہر قدم پر گناہ معاف اور ہر ہا خطیئہ و رفع له بہا درجہ قدم پر درجہ بلند ہوتا ہے

### گناہوں سے پاکیزگی

محدث ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے لکھتا ہے

کتب اللہ له بكل خطوہ سبعین حسنہ ومحاعنہ سبعین سنیہ الی ان یرجع من حیث فارقه فان قضیت حاجتہ علی یدیہ خرج من زنوبہ یوم ولاقہ الہ وان ہلک فیما بین ذلک دخل الجنہ بغير حساب

اللہ تعالیٰ اس کے قدم پر ستر نیکیاں لکھتا ہے اور ستر برائیاں ختم فرماتا ہے یہاں تک کہ وہ واپس ہو کر جب اس سے جدا ہوتا ہے اگر حاجت پوری ہوگی تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے کہ اسے آج ملنے جنتا اور اگر وہ اس درمیان فوت ہو گیا تو وہ جنت میں بلا حساب داخل ہو جائے گا

### روز قیامت ثابت قدمی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔



من اعان عبدافى حاجته ثبت  
 اللہ له مقامه يوم نزول الاقدام  
 جس نے کسی کی حاجت میں مدد کی اللہ  
 تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدمی عطا  
 فرمائے گا جس دن قدم پھسل رہے  
 ہونگے

اللہ کے عذاب سے محفوظ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو مخلوق کی حاجت پوری کرنے کے  
 لئے پیدا کیا ہوتا ہے۔

يفزع الناس اليهم فى  
 حوائجهم لوئك الامنون من  
 عذاب الله  
 لوگ اپنی حاجتیں لے کر ان کی طرف  
 رجوع کرتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ  
 کے عذاب سے محفوظ و مامون ہوتے

(المعجم الكبير للطبراني) ہیں

دوزخی کے لئے شفاعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
 بیان فرمایا روز قیامت لوگوں کو صفوں میں کھڑا کیا جائے گا پھر لٹل جنہ کو وہاں سے  
 گزارا جائے گا ایک جنتی دوزخی کے پاس سے گزرے گا تو وہ اسے پہچان جائے گا  
 اور کہے گا اے فلاں کیا تجھے وہ دن یاد نہیں۔

استقيت فسقینک شربہ؟ تو نے پیاس میں پانی مانگا تھا تو میں نے  
 پانی پلایا تھا

تو وہ کہے گا ہاں پھر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا  
 ایک شخص کہے گا میں نے تجھے وضو کے لئے پانی دیا تھا اس کی بھی شفاعت کی  
 جائے گی ایک کہے گا میں تیری حاجت کے لئے فلاں فلاں جگہ گیا تھا

تو اس کی بھی شفاعت کی جائے گی۔

فیشفعہ (ابن ماجہ)

نعمتوں، چھین جانا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کو اپنے بندوں کے نفع لئے نعمتیں عطا کیں ہوتی ہیں۔

یقرہم فیہا ما بذلواھا فاذا  
منعواھا نزعھا منہم فحولھا  
الی غیرہم  
(الحجم الکبیر للطبرانی)

جب تک وہ ان پر خرچ کرتے رہتے  
ہیں انہیں لور دتا رہتا ہے جب وہ  
روک لیں لور خرچ نہ کریں تو اللہ  
تعالیٰ وہ نعمتیں ان سے چھین کر  
دوسروں کو دے دیتا ہے

بھوکے کو کھانا کھلانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اللہ کے بندوں کی یہ شان ہوتی ہے وہ اپنے  
رب کی محبت میں مخلوق خدا کو کھلاتے پلاتے ہیں۔

ویطعمون الطعام علی حبه  
مسکینا ویتیمًا واسبیرا

وہ اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور  
قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں

دوسری جگہ پر اسلام کا تعارف ان کلمات سے فرمایا۔

فیک رقبہ لو اطعام فی یوم ذی  
سقبہ یتیمًا ذلقربہ  
لو مسکینا ذلقربہ

گردن آزلو کرنا قحط کے دنوں میں کھانا  
کھلانا یتیم کو پانہ

سب سے بہتر اسلام

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ہے ایک شخص نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کون سا اسلام بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَظْعَمُ الطَّعَامَ وَنَقْرَأُ السَّلَامَ      یہ کہ تو کھانا کھائے اسلام کے اس پر  
عَلَى مَنْ عَرَفْتَهُ وَمَنْ لَمْ      جسے تو جانتا ہے یا نہیں جانتا  
تَعْرِفْتَهُ سَلَامٌ عَلَى سَائِرِ النَّاسِ

اعْبُدُوا الرَّحْمَنَ وَاطْعَمُوا الطَّعَامَ      رَمَنَ كِي عِبَادَتِ كَرِيءِ مَخْلُوقِ كُو كَهَانَا  
وَأَفْشُوا السَّلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ      كَهَانَا سَلَامِ پَهِيَلَاؤُ لُورِ سَلَامَتِي كِي  
بِسَلَامٍ      سَاكُو جَنَّتِ مِيں دَاخِلُ هُو جَاؤُ

جنت میں اعلیٰ رہائش

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جنت میں ایک ایسی رہائش ہے جس کا ظاہر اندر سے اور اندر باہر سے  
دکھائی دیتا ہے

أَعَدَّهَا اللَّهُ تَعَالَى لِمَنْ أَطْعَمَ      اِسَ اللّٰهُ تَعَالَى نِي لِن لُوكُوں كِي لِي  
الطَّعَامَ وَأَفْشَى السَّلَامَ وَصَلَّى      تِيَارِ فَرِيَا هِي جُو مَخْلُوقِ كُو كَهَانَا مِيں سَلَامِ  
وَالنَّاسَ نِيَامَ (صحیح ابن حبان)      پَهِيَلَاؤُ لُورِ لُوكُوں كِي سُونِي كِي  
وَقْتُ نَمَازِ لُوكُوں كَرِيں

جنت میں داخلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے اپنے کریم آقا صلی اللہ علیہ  
وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی عمل

تائیں جسے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا کھاؤ، سلام کثرت کے ساتھ کہو، صلہ رحمی کرو، جب لوگ سو جائیں تو رات کو نماز پڑھو۔

فدخل الجنة سلام

اور جنت میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ

(المستدرک)

گناہ جھڑتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چیزیں جو گناہوں کے جھڑنے کا سبب بنتی ہیں وہ تین ہیں۔

اطعام الطعام و افشاء السلام  
والصلاه باللیل والناس نیام  
کھانا کھانا، سلام کی اشاعت اور لوگوں کے سو جانے پر رات کو نماز ادا کرنا  
(المستدرک)

سب سے افضل صدقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الصدقہ ان تشبع کبدًا جائعہ (شب الامان یہی) سب سے افضل صدقہ کسی بھوکے مخلوق کو کھانا کھانا ہے۔

جنت کے خصوصی دروازہ سے داخلہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی بھوکے مومن کو سیر کر کے کھانا کھلایا۔

لادخله اللہ بابا من ابواب الجنة  
لا یدخله الا من کان مثله  
اللہ تعالیٰ اسے جنت کے اس خصوصی دروازے سے جنت میں داخل فرمائے گا جس سے اس کی مثل ہی داخل ہو  
(البرقانی)

گ

## دخول جنت کا سبب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔

لن من موجبات الجنه لطعام  
المسلم الشبان  
بھوکے کو کھانا کھلانا دخول جنت کا ذریعہ  
ہے۔

(کتاب الثواب)

مندرک میں بھوکے کو کھانا کھلانے کو رحمت کا سبب اور شعب الایمان میں  
مغفرت و بخشش کا سبب بھی قرار دیا گیا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم مجھے کوئی عمل بتائیے جو مجھے جنت میں لے جائے آپ نے فرمایا مخلوق اور  
غلاموں کو آزاد کرو اور اگر اس کی طاقت نہیں۔

فاطعم الجائع واسق الظمان  
(صحیح ابن حبان)  
تو بھوکے کو کھانا اور پیاسے کو پانی پلاؤ۔

لقمہ پہاڑ کی مانند

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جب کوئی بندہ ایک لقمہ اور روٹی کا ٹکڑا صدقہ کرتا ہے۔

تربو عند اللہ عزوجل حسی وہ اللہ بزرگ و برتر کے ہاں پہاڑ کی  
نکون مثل احد  
مانند بڑھ جاتا ہے۔

کھانا کھلانے سے تمیں آدمی جنتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے اللہ تعالیٰ مسکین کے لئے روٹی  
کے لقمہ یا مٹھ کھجور یا اس کی مثل نافع شے دینے سے تمیں آدمیوں کو جنتی بنا دیتا

الامر یہ والزوجه المصلحه له  
والخادم الذی یناول  
المسکین

اس صدقہ کا حکم دینے والا اس پر  
تعاون کرنے والی بیوی اور مسکین تک  
پہنچانے والا خادم

(اعتراف)

اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے

حضرت حسن بھری سے مرسلًا "روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا۔

ان اللہ یناہی ملائکتہ بالذین  
یطعمون الطعام من عبیدہ

اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں میں ایسے لوگوں  
پر فخر فرماتا ہے جو اپنے ملازمین کو کھانا  
کھلاتے ہیں (کتاب الثواب)

دوزخ اور سات خندقیں

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جس نے کسی بھوکے بھائی کو سیر کر کے کھلایا اور پیاسے کو سیر کر کے پانی  
باعده اللہ من النار سبع غنادق

اللہ تعالیٰ اسے دوزخ سے سات  
خندقیں دور فرماتا ہے جبکہ وہ خندقوں  
مابین کل خندقین سیرہ  
خمیس مائہ عام (المستدرک)  
کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت  
ہے

اللہ تعالیٰ کا محبوب عمل

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو یہ عمل سب سے محبوب ہے کسی مسلمان کو خوش کیا  
جائے یا اس سے کسی تکلیف کو دور کیا جائے۔

او تهرده عنه جوعاً او تقضى  
عنه ديناً (كتاب الثواب)

يا اس سے بھوک کو دور کیا جائے يا  
اس کا قرض چکا دیا جائے

### جنت کا پھل

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جو کوئی کسی بھوکے مومن کو کھلائے گا  
اطعمہ اللہ یوم القیامہ من  
ثمرة الجنة (ابوداؤد)  
روز قیامت، اللہ تعالیٰ اسے جنتی پھل  
کھلائے گا

### عرش کا سایہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا جس میں تین چیزیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اسے سایہ رحمت عطا فرما کر  
جنت میں داخل فرمائے گا

رفق بالضعیف وشفقہ علی  
الوالدین واحسان الی  
المملوک  
کنزور کے ساتھ نرمی، والدین کے  
ساتھ پیار اور ملازمین کے ساتھ احسان

اور جس میں یہ تین چیزیں ہوں گی انہیں اللہ تعالیٰ اس دن عرش کا سایہ عطا  
فرمائے گا جبکہ کوئی اور سایہ نہ ہو گا ناپسندیدگی کی حالت میں وضو، تریکیوں میں  
مسجد کی طرف چل کر جانا

بھوکے کو کھانا کھلانا

واطعام الجائع

(كتاب الثواب)

### جنتی خصائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

و سلم نے فرمایا آج تم میں سے کس نے روزہ رکھا ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج تم میں سے کسی نے مسکین کو کھانا کھلایا انہوں نے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج جنازہ میں کسی نے شرکت کی ہے عرض کیا بندہ نے فرمایا آج مریض کی عیادت کس نے کی ہے عرض کیا میں نے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ما اجتمعت هذه الخصال قط  
فی رجل الإدخل الجنة  
یہ خصائل فقط اس میں جمع ہوتے ہیں  
جو جنت میں داخل ہو گا  
(صحیح ابن خزیمہ)

رب کریم کا فرمان مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے روز قیامت اللہ تعالیٰ فرمائے گاے بندے میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی؟ بندہ عرض کرے گا تم تو رب العالمین ہو میں تمہاری عیادت کیسے کرتا؟ فرمان ہو گا اگر تو فلاں بندے کی عیادت کرتا تو مجھے وہاں پالیتا پھر فرمائے گا بندے تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا؟ عرض کرے گا رب العالمین میں آپ کو کیسے کھلا سکتا ہوں؟ فرمائے گا۔

لما علمت انک لواطعمته  
لوجدت ذلک عندی (المسلم)  
اگر تو فلاں بندے کو کھلاتا تو آج وہ تو  
میرے پاس اسے پاتا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے مروی فرمایا میرے لئے ایک یادو صلح کھانے پر مسلمان بھائیوں کو جمع کرنا اس سے افضل ہے  
لن ادخل سوقکم فاشتری  
رقبہ فاعتتها  
کہ میں بازار جا کر غلام خریدوں اور  
اسے آزاد کروں



امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہے فرمایا کسی بھائی کو اللہ تعالیٰ کی خاطر لقمہ

کھلانا

حب الی من ان التصلق علی مسکین درہم

مجھے کسی مسکین پر ایک درہم خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے

مخلوق خدا کو پانی پلانا

جس طرح مخلوق خدا کو کھانا کھلانا عبادت اور ثواب کا عمل ہے اس طرح اسے پانی پلانا بھی نہایت ہی اجر و ثواب کا عمل ہے

پیاسا کتا اور بخشش

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا وہ سفر میں تھا اس نے گرمی محسوس کی کتوں تلاش کیا اس میں داخل ہو کر پانی پیا جب باہر نکلا تو فاذا کلب یلہث ویاکل الثری من العطش ایک کتا ہانپ رہا تھا اور پیاس کی وجہ سے مٹی چاٹ رہا تھا

اس آدمی نے سوچا اسے بھی پیاس کی وجہ سے میری ہی طرح تکلیف ہو رہی ہے وہ دوبارہ کنویر میں اترتا

فملاء خفه ماء ثم اسکھ بغیہ حتی رقی فسقی الکتب اس پر

اپنا بتو پانی سے بھرا اور اسے اپنے منہ سے پکڑ کر باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا

فشکر اللہ له فغفر له اللہ نے اسے بدلہ عطا فرماتے ہوئے بخش دیا

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لنا فی البھائم لاجرا کیا چار پایوں کی خدمت میں ہمارے لئے اجر ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ہر ذی روح کی خدمت سے اجر ملتا ہے  
فی کل کبد رطبہ اجر<sup>۱</sup>  
پانی کا صدقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
نے فرمایا

لیس الصدقہ اعظم اجرا<sup>۱</sup> من پانی پلانے سے برہہ کر بڑا کوئی صدقہ  
ماء (شعب الایمان)  
مخلوق کو پانی پلاؤ  
نہیں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں عرض کیا میری والدہ کا وصل ہو گیا وہ کوئی وصیت نہ کر سکیں اگر میں  
ان کی طرف سے صدقہ کروں کیا انہیں فائدہ ہو گا؟ فرمایا

نعم وعلیک بالماء  
ہاں فائدہ ہو گا تم مخلوق کو پانی پلاؤ  
(البرانی)

پانی کا انتظام

حضرت سعد بن عبدالہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا وصل ہو گیا۔

فای الصدقہ افضل؟  
کون سا صدقہ افضل ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی، انہوں نے کنواں کھودوا دیا اور  
اس کا نام بئرام سعد (سعد کی ماں کا کنواں) رکھ دیا (ابوداؤد)

پانی کے انتظام پر ثواب

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
فرمایا

من حفر ماء لم تشرب منه  
 بکلاصری من جن ولا انس  
 ولا طائر الا اجره الله يوم  
 القيامة (صحیح ابن حبان)

جس نے کنواں (پانی کا انتظام) کھودوایا  
 اس سے جس جن، انسان اور چرند و  
 پرند نے پانی پیا روز قیامت اللہ تعالیٰ ہر  
 ایک پر اجر عطا فرمائے گا

### نو چیزوں کا صدقہ جاریہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے ہے  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو موت کے بعد بھی جن اعمال و  
 حسنت کا ثواب ملتا رہتا ہے وہ یہ ہیں علم کی اشاعت، نیک اولاد، کسی کو قرآن دیا،  
 مسجد بنائی، مسافر خانہ بنایا، نہر کھودائی، درخت لگایا، کنواں کھودا یا کوئی بھی حالت  
 صحت میں صدقہ کیا

(ابن ماجہ، مسند بزار)

### ننگے کو کپڑا پہنانا

جس طرح کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا نہایت ہی اجر و ثواب کا  
 عمل ہے اسی طرح کسی ننگے کو کپڑے پہنانا بھی قرب خداوندی کا ذریعہ ہے  
 حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ایمان مسلم کسا مسلما ثوبا  
 علی عری کساه الله من  
 خضر الجنة

جس نے کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنایا  
 اللہ تعالیٰ اسے جنت میں لباس عطا  
 فرمائے گا

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے میں نے حبیب خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا۔  
 کان فی حفظ اللہ مادام علیہ وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے  
 منہ خرقہ (الترمذی)  
 جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی اس پر  
 ہوتا ہے

امام حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے  
 لم یزل فی ستر اللہ مادام علیہ وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہتا ہے جب  
 منہ خیط او سلک (المستدرک) تک اس کے بدن پر اس سے ایک  
 دھاگہ یا لڑی رہے گی

امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا  
 حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا لباس پہنا تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے کہا تمام  
 حمد اللہ کے لئے جس نے مجھے جسم چھپانے کے لئے کپڑا عنایت فرمایا اور مجھے زندگی  
 میں اس کے ذریعے زینت بخشی اس کے بعد فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے سن رکھا ہے جس نے نیا کپڑا پہنا مذکورہ دعا کی اور پرانا کپڑا صدقہ کر دیا  
 کان فی کنف اللہ وفی حفظ دنیاوی اور اخروی زندگی میں وہ اللہ  
 اللہ وفی ستر اللہ حیاً ومیتاً تعالیٰ کی پناہ اس کی حفاظت اور اس کی  
 مشغفت میں ہو جاتا ہے۔

مسلمان کو خوش کرنا

کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا یہ اہم فریضہ ہے حضرت ابن عباس رضی  
 اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
 ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کو فرائض کے بعد کسی کا دل  
 بعد الفرائض ادخل السرور خوش رکھنا پسندیدہ عمل ہے

علی المسلم  
(الحجم الكبير للطبرانی)

بخشش کا ذریعہ

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
بخشش کے اسباب میں سے ایک یہ ہے  
ادخالک السروور علی اخیک  
المسلم  
کہ تم مسلمان بھائی کے دل کو خوش  
رکھو

افضل عمل

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
افضل عمل یہ ہے

ادخال السروور علی المومن  
خواہ یہ کپڑا پہنا کر ہو یا اس کی بھوک کو دور کر کے یا اس کی کسی بھی ضرورت  
کو پورا کر کے ہو

اللہ تعالیٰ کی خوشی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ ایسے ملا کہ وہ اس  
سے اسے خوشی ہوئی

سیرۃ اللہ عزوجل یوم القیامہ  
روز قیامت اللہ اسے خوشی عطا فرمائے  
(الطبرانی) کا

# مقالات کی فہرست

جلد اول میں یہ ۹ مقالات ہیں:

- ۱۔ جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
- ۲۔ صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
- ۳۔ آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
- ۴۔ تبسم نبوی ﷺ
- ۵۔ مزاج نبوی ﷺ
- ۶۔ شفاعت نبوی ﷺ
- ۷۔ محبت رسول ﷺ
- ۸۔ کیا حضور ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
- ۹۔ مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات و جذب و مستی

## جلد سوم میں مقالات

جلد سوم میں مندرجہ ذیل ۱۱ مقالات ہیں

۱۔ نور سے ذاتِ مصطفیٰ ﷺ مراد لینا  
(اہل سنت کا موقف نہ کہ اہل بدعت کا)

۲۔ رفعتِ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ

۳۔ درود و سلام کی فضیلت

۴۔ تحفہ درود و سلام

۵۔ حدیث تو سل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں

۶۔ ارض خدا ملکیتِ مصطفیٰ ﷺ

۷۔ مسئلہ ترک (کیا رسول اللہ ﷺ کا کسی عمل کو

ترک کرنا حرام ہونے کی دلیل ہے)

۸۔ آثار رسول ﷺ کی عظمتیں

۹۔ اسلام اور خدمتِ خلق

۱۰۔ مولانا عبدالحی لکھنوی کی حیات و خدمات

۱۱۔ کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟

قاضی القضاة امام ابو عبد اللہ محمد سعدی

مصری اخنائی مالکی (ت: ۷۵۰)

۱۲۔ المقالة المرضیة فی الرد علی

من ینکر الزیارة المحمدیة

## جلد دوم میں مقالات

جلد دوم میں یہ ۱۲ مقالات ہیں:

۱۔ اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُورِكُمْ كَمَا صَحیح مفہوم

۲۔ صحابہ اور علم نبوی ﷺ

۳۔ وسعت علم نبوی ﷺ

۴۔ قرآن اور روحانی علوم

۵۔ ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ

۶۔ قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

۷۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے

(طرح السقط للسیوطی کا ترجمہ)

۸۔ حضور ﷺ کے ظاہر و باطن پر فیصلے

(شعلة نار للسیوطی کا ترجمہ)

۹۔ سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

۱۰۔ نعل پاک حضور ﷺ

۱۱۔ کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں؟

۱۲۔ نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر



مولانا عبدالحی لکھنوی

کی

حیات و خدمات

تصنیف

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز لاہور

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ 1، میلاد سٹریٹ گلشن رحمان ٹھوکر نیاں بیگ لاہور

042,35300353...0300.4407048

۳۱۳



# علامۃ الہند مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

## حیات و خدمات

تحریر: مفتی محمد خان قادری

فقہ حنفی پر دیگر مسالک ثلاثہ کی طرح عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں بہت کام ہوا ہے۔ برصغیر میں اس موضوع پر جن اہل علم نے اہم خدمات سر انجام دیں ان میں علامہ مولانا عبدالحی لکھنوی بھی ہیں۔ عرب کے مشہور فاضل شیخ عبدالفتاح ابو غدہ مرحوم نے اپنے استاذ امام زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر علامہ پر خوب کام کیا ان کی متعدد کتب پر نہایت ہی علمی و قیمتی حواشی تحریر کر کے انہیں شائع کیا۔ اسی وجہ سے بحمد اللہ عالم عرب بھی علامہ کے نام سے محض متعارف ہی نہیں ہوا بلکہ مستفید بھی ہوا ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے ۱۴۱۳ ہجری میں جامعہ سکندریہ میں ڈاکٹر مصطفیٰ الصاری الجوبینی کی رہنمائی میں علامہ کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کیا اس کا عنوان تھا ”الامام عبدالحی اللکھنوی وجہودہ فی علوم الحدیث“۔ اس مقالہ کا نصف حصہ دمشق سے الامام عبدالحی اللکھنوی کے نام سے ۱۴۱۵ کو شائع ہو گیا۔ بقیہ حصہ بقول مصنف عنقریب شائع ہو جائے گا، بندہ نے زیادہ استفادہ اس مطبوعہ مقالہ سے کیا ہے۔ آئیے اختصاراً علامہ کی حیات و خدمات کا جائزہ لیتے ہیں۔

### خاندانی پس منظر:

آپ کا خاندان مدینہ طیبہ سے ہر اہ، وہاں سے لاہور، پھر سہالی اور پھر لکھنؤ منتقل ہوا۔ آپ کے اجداد میں سے حضرت عبداللہ انصاری ابو منصور بن ابویوب انصاری، حضرت عثمان رضی اللہ کے دور خلافت یعنی ۳۱ ہجری میں شہر مدینہ سے خراسان کے علاقہ میں جہاد کے لئے تشریف لائے وہاں سے ہرات منتقل ہوئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔ سب سے پہلے جو شخص اس خاندان میں سے ہرات سے ہندوستان آئے ان کا اسم گرامی ملا جلال الدین بن خواجہ علیم ہے۔

### علمی خاندان:

آپ کا خاندان نہایت ہی علمی ہے آپ کے آباء و اجداد میں سے اکثر اپنے وقت کے

علماء فتویٰ میں شامل تھے۔ مثلاً آپ کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم اپنے وقت کے مسلمہ اور جید عالم ہیں اس طرح آپ کے جد اول شیخ امین حافظ قرآن تھے اور فتویٰ تحریر فرمایا کرتے۔ آپ کے جد ثانی ملا محمد اکبر، جد ثالث مفتی احمد ابو الرحم عظیم فقیہ و عابد تھے آپ کے جد سادس ملا محمد عبدالعزیز، فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب و تدوین میں شامل تھے۔ ۱۔

علماء کامر کز:

آپ کا تعلق لکھنؤ شہر سے ہے اور اس شہر میں آپ کے علاوہ تقریباً ۲۵۰ سے زائد علماء پیدا ہوئے جو فقہ، حدیث، تفسیر، لغت، منطق اور فلسفہ وغیرہ کے ماہر تھے۔ ۲۔  
ان اہل علم میں سے ملا نظام الدین بن ملا قطب الدین شہید بھی ہیں جو مدارس نظامیہ کے موجودہ نصاب کے بانی اور مؤسس ہیں۔ سید غلام آزاد کہتے ہیں۔

هو عالم خبير فاضل نحريرو هو مؤسس الدرسي النظامي الذي مازال يطبق في مدارس شبه القارة الهنديه۔ ۳۔

”وہ بہت بڑے فاضل اور جید عالم ہیں۔ وہ اس نصاب درس نظامی کے بانی ہیں جو اب ہندوستان میں رائج ہے۔“

مولانا عبدالحی حسنی رقمطراز ہیں:

جاء الشيخ نظام الدين السهالوي واحداث في دروس الهند نظاما جديدا تلقاه الناس بالقبول ولم ينقص الى الان منه شئ۔ ۴۔

”شیخ نظام الدین سہالوی کا دور آیا تو انہوں نے ہندوستان کے مدارس کے لئے نیا نصاب مرتب کیا اسے قبول کیا گیا اور اب تک اس میں کسی قسم کی کوئی کمی و ترمیم نہیں کی گئی۔“

انہی علماء میں سے ملا عبدالعلی بن ملا نظام الدین ہیں، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے انہیں بحر العلوم کا لقب دیا ہے۔ ۵۔ رسائل الارکان جیسی عظیم کتاب انہی کی تصنیف ہے۔

آپ کے والد اور استاذ مولانا عبدالحلیم لکھنؤی:

مولانا محمد عبدالحلیم بن شیخ محمد امین آپ کے والد گرامی ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے استاد بھی ہیں سب سے زیادہ تعلیم انہی سے حاصل کی۔ موصوف کی ولادت ۱۲۳۹ ہجری کو لکھنؤ میں ہوئی، دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا اس کے بعد دیگر علوم دینیہ کے حصول

میں مشغول ہوئے۔ ابتدائی کتب اپنے والد گرامی شیخ محمد امین سے پڑھیں۔ ۱۲۵۳ میں ان کے وصال کے بعد اپنی والدہ کے دادا مولانا محمد ظہور اللہ المتوفی ۱۲۹۰ اور اپنے چچا مفتی یوسف بن محمد اصغر المتوفی ۱۲۸۶ سے حاصل کیے۔ حدیث کی تعلیم، شیخ محدث حسین احمد ملیح آبادی اور شیخ محدث مرزا حسن علی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی۔

### آغاز تدریس:

علوم نقلیہ و عقلیہ کے حصول کے بعد اپنے شہر میں ہی تدریس شروع کی۔ ۱۲۶۰ھ میں شہر باندہ کی طرف سفر کیا وہاں نواب ذوالفقار دولہ کے مدرسہ میں چار سال تک تدریس فرمائی پھر واپس اپنے شہر لکھنؤ آئے ایک سال تک وہاں رہے۔

### مدرسہ امامیہ حنفیہ میں:

پھر شہر جونپور کے رئیس محمد امام بخش (المتوفی ۱۲۷۸ھ الملکہ المکترمہ) نے اپنے مدرسہ امامیہ حنفیہ میں تدریس کے لئے بلایا وہاں نو سال تک تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ کثیر تعداد میں اہل علم نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۱۲۷۶ھ میں وطن لوٹے ایک سال تک لکھنؤ رہے۔

### مدرسہ نظامیہ میں:

پھر شجاع الدولہ مختار الملک النواب تراب علی خاں المتوفی ۱۳۰۰ھ نے حیدرآباد میں مدرسہ نظامیہ میں تدریس کے لئے عرض کیا تو وہاں تشریف لے گئے۔

### زیارت حرمین شریفین:

۱۲۷۹ھ میں حرمین شریفین کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے اس مبارک سفر میں وہاں کے اہل علم سے ملاقات اور سند حدیث لینے کا شرف ملا۔

۱۔ محدث مفسر شیخ محمد جمال بن عمر حنفی المتوفی ۱۲۸۲ (۲)۔ محدث مفسر شیخ احمد بن زینی دحلان المتوفی ۱۳۰۴ (۳)۔ مولانا محمد بن محمد عرب شافعی مدرس مسجد نبوی (۴)۔ محدث شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی (۵)۔ مولانا عبدالرشید بن احمد سعید مجددی، حیدرآباد میں عدالت نظامیہ کے ناظم بھی رہے۔

### وصال:

۱۲۸۵ھ ماہ شعبان میں حیدرآباد میں وصال ہوا اس وقت ان کی عمر چھیالیس برس تھی۔

## تصانیف:

تدریس کے ساتھ ساتھ گراں قدر تصانیف بھی یادگار چھوڑیں، شیخ محمد عنایت اللہ فرنگی محلی نے ان کے حواشی اور تصانیف کی تعداد چوبیس تحریر کی ہے۔ ۶۔  
ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ القول الحسن فیما یصلق بالنواقل والسمع۔ ۲۔ نظم الدرودنی سلک شق القمر۔ ۳۔ خیر الکلام فی مسائل الصیام۔ ۴۔ رسالہ فی الاشارة بالسبابہ۔ ۵۔ قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار۔ ۶۔ حاشیہ ہدایہ آخرین۔ ۷۔ نور الایمان فی آثار حبیب الرحمان

## علامہ کی ولادت:

علامہ عبدالحی لکھنوی کی ولادت ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۳ ہجری بروز منگل بمقام باندا ہوئی۔ آپ کے والد گرامی مولانا عبدالحلیم لکھنوی ان دنوں وہاں نواب ذوالفقار الدولہ کے مدرسہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ شیخ الطاف الرحمن نے احوال علما فرنگی محل میں آپ کی ولادت کا سن ۱۲۶۵ قرار دیا ہے جو درست نہیں کیونکہ علامہ نے خود تصریح کی ہے۔ ولدت فی بلدہ باندا فی السادس والعشرون من ذی القعدہ یوم الثالث من السنۃ الرابعۃ والستین بعد الالف والمائتین۔ ۷۔

”بندہ ۲۶ ذوالقعدہ ۱۲۶۳ کو منگل کے روز مقام باندا میں پیدا ہوا۔“

## نام:

والد گرامی نے ولادت کے ساتویں روز آپ کا نام ”عبدالحی“ رکھا۔ حضور ﷺ کے اسم گرامی سے حصول برکت کے لئے اپنے نام کے ساتھ ”محمد“ لکھا کرتے۔

## کنیت:

آپ کی کنیت ابو الحسنات ہے اس کے بارے میں خود رقمطراز ہیں۔  
کنیتی ابو الحسنات کنانی بہ والدی بعد بلوغی<sup>۹</sup>  
”میری کنیت ابو الحسنات ہے میرے بلوغ کے بعد والد گرامی نے مجھے یہ کنیت عطا کی۔“

## نسب:

نسبی طور پر آپ کا سلسلہ میزبان رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے

۔ اسی وجہ سے انصاری کہلائے، صحابی رسول اللہ اور آپ کے درمیان ۴۳ واسطے ہیں۔ ۱۰

## لکھنؤی:

یہ شہر لکھنؤ کی طرف نسبت ہے۔ ہندوستان میں لکھنؤ مشہور شہر کا نام ہے۔ فرنگی محل اس کے ایک محلہ کا نام ہے جسے ایک فرانسیسی تاجر نے آباد کیا تھا۔

## تعلیم و تربیت:

آپ نے ایک نہایت ہی علمی خاندان اور گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے بچپن میں ہی علم دین کی تعلیم شروع کر دی۔

## حفظ قرآن:

پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ شروع کیا۔ پہلے حافظ قاسم علی لکھنؤی سے آری پارہ پڑھا۔ پھر وہاں سے آپ کے والد جو نپور میں مدرسہ امامیہ حنفیہ میں تدریس کیلئے تشریف لے گئے تو وہاں حافظ ابراہیم مرحوم سے بقیہ قرآن مجید حفظ کیا۔ دس سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل ہوا، اسی سال تراویح میں قرآن کریم سنانے کا شرف ملا۔ خود لکھتے ہیں:

وصلیت اماما فی التراویح و کان عمری عشر سنین۔ ۱۱

”میں نے تراویح میں امامت کی، حالانکہ اس وقت میری عمر دس سال تھی۔“

## تحصیل علوم:

حفظ قرآن پاک کے بعد عمر کے گیارہویں سال میں علوم دینیہ و درسیہ کی تعلیم شروع کی جن میں صرف نحو، معانی، منطق، حکمت، طب، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، حدیث، اصول حدیث اور تفسیر شامل ہیں۔

## سترہ سال کی عمر میں فراغت:

ان علوم درسیہ سے فراغت اور تکمیل کے وقت علامہ کی عمر ۱۷ سال تھی خود

رقطر از ہیں:

ففرغت من جمیع الکتب معقولا و منقولا حین کان عمری سبع عشرة

سنة ”میں جب تمام کتب معقول و منقول سے فارغ ہوا تو اس وقت میری عمر ۱۷ سال تھی۔“ ۱۲

## والد گرامی سے حصول علم:

آپ نے اپنے والد گرامی سے ہی زیادہ تحصیل علم کیا۔ ان کے علاوہ مولانا محمد نعمت اللہ المتوفی ۱۲۹۰ اور مولانا خادم حسین سے علم ریاضی اور حساب کی تعلیم لی۔

## تدریس و تالیف سے محبت:

آپ کو اللہ تعالیٰ نے علوم دینیہ کی تدریس و تالیف سے وافر محبت عطا فرمائی تھی، زندگی بھر ان کا یہی مشغلہ رہا حتیٰ کہ زمانہ طالب علمی میں بھی تدریس کرتے تھے ایک جگہ یہ لکھتے ہیں۔

وقد القی اللہ فی قلبی من عنفوان الشباب بل فی زمن الصبامحبة التدریس

و التالیف فلم اقرء کتابا درستہ بعدہ ۱۳

”اللہ تعالیٰ نے ابتداء جوانی بلکہ بچپن سے ہی میرے دل میں تدریس و تالیف کی محبت پیدا فرمادی میں نے جو کتاب بھی پڑھی بعد میں میں نے اسے پڑھایا بھی“۔  
دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ومن منحه تعالیٰ علی انہ القی محبة العلم فی قلبی و اخراج الفة امور  
الریاسة منی حتی ان الوالد العلام ادخله اللہ فی دار السلام لما توفی فی حیدر آباد من  
مملکہ الدکن و کان ناظما للعدالة اصرمنی جمیع الاحباب ایثار عهدة القضاء  
فتفقرت منها ظنامنی ان ایثاره مع مافیہ من خطر الحساب یعقوقنی عن الاشتغال  
بالتدریس و التصنیف فقنعت بالیسیر و ترکت الكثير ۱۳

”مجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ اس نے میرے دل میں علم کی محبت ڈال دی اور اس نے حکومت کی ہوس ختم فرمادی حتیٰ کہ میرے والد علامہ (اللہ تعالیٰ انہیں جنت عطا فرمائے) جب فوت ہوئے تو حیدر آباد کن میں عدالت کے ناظم تھے مجھے بھی تمام احباب نے یہ عہدہ قبول کرنے کے لئے کہا لیکن میں نے بیزاری کا اظہار کیا اس لئے کہ ایک تو اس کا حساب دینا مشکل ہے اور دوسرے مجھے یہ تدریس و تالیف سے مشغول رکھے گا اس لئے میں نے تھوڑے پر اکتفا کرتے ہوئے کثیر کو ترک کر دیا“۔

فرماتے ہیں میں نے ایسی کتب بھی طلبہ کو پڑھائی ہیں جو میں نے کسی استاذ سے نہیں پڑھی تھیں۔ مثلاً شرح اشارات للطوسی، الافق المبین، قانون الطب اور رسائل عروض ۱۵



## مطالعہ سے محبت:

مطالعہ کتب کا یہ عالم تھا کہ ان کے شاگرد مولانا محمد حفیظ اللہ کا بیان ہے استاذ گرامی اکثر فرمایا کرتے:

انی لما اكون مریضا فمن علامات صحتی شوقی الی مطالعة کتب العلوم  
”میں جب کبھی بیمار ہوتا تو میری صحت کی علامت مطالعہ کتب علوم کا شوق ہے“  
خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ جب استاذ گرامی کی والدہ ماجدہ کا وصال ہوا  
لوگ تعزیت کے لئے آپ کے پاس آ رہے تھے۔

فوجدوا مشغولا بمطالعة الكتب فعجبوا منه فلله المشتكى ما حاء عنده  
احد الا تعجب و قام بحيرة النفس ال

”تو انہوں نے آپ کو مطالعہ کتب میں پایا تو حیران ہوئے، اللہ کی شان جو بھی آتا  
دیکھ کر شہد رہ جاتا“۔

تحصیل و خدمت علم میں سردی گرمی اور بھوک و پیاس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

## آدھی رات تک:

مطالعہ، تدریس اور تصنیف کا اندازہ اس سے کیجئے کہ دن کے علاوہ روزانہ نصف  
رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا اس میں کسی قسم کا ملال و تھکاوٹ محسوس نہ کرتے، تصنیف اور  
تالیف کا سلسلہ تو سفر میں بھی جاری رہتا۔

## ۱۲ سال کی عمر میں سلسلہ تصانیف:

ان کی علمی محبت و محنت کا ہی نتیجہ ہے کہ زمانہ طالب علمی کے ابتدائی سالوں یعنی  
بارہ سال کی عمر میں انہوں نے دو کتب تصنیف کیں۔ (۱) البیان فی شرح المیزان (یہ میزان  
الصرف کی شرح ہے) (۲) امتحان الطلبة فی الصیغ المشکله

## عقد نکاح:

۱۲۸۳ میں علامہ کی شادی ان کے چچا حافظ محمد مہدی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس  
وقت علامہ کی عمر انیس سال تھی۔ ۷۱

## زیارت حرین شریفین:

اللہ تعالیٰ نے انہیں دو دفعہ حرین شریفین کی زیارت کا شرف عطا فرمایا، پہلی دفعہ

۱۲۷۹ ہجری میں اپنے والد گرامی کی معیت میں یہ مبارک سفر نصیب ہوا، اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی۔ دوسری دفعہ ۱۲۹۲ میں حاضری ہوئی۔ ۱۸۔  
سفر حج میں ان علماء سے استفادہ کیا۔

۱۔ شیخ احمد زینی دحلان المتوفی ۱۳۰۴۔ (۲)۔ شیخ عبدالغنی دہلوی المتوفی ۱۲۹۶۔ (۳)۔ شیخ محمد عبداللہ حنبلی المتوفی ۱۲۹۵  
علامہ کا مسلک:

علامہ بلاشبہ مسلک حنفی تھے۔ متعدد مقامات پر انہوں نے خود اس بات کی نشاندہی کی ہے۔  
اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

اللکھنوی وطن الانصاری والایوبی القطبی نسباً الحنفی مذهباً و مشرباً  
”میں وطن کے اعتبار سے لکھنوی، نسب کے اعتبار سے انصاری، ایوبی اور قطبی ہوں،  
مذہب اور مسلک کے اعتبار سے حنفی ہوں۔“  
مسلک اعتدال:

لیکن وہ ہمیشہ اعتدال کی راہ پر بڑی سختی سے گامزن رہے۔ افراط و تفریط سے دور رہنے  
کی کوشش کرتے رہے اور کسی بھی اہل علم کی یہی شان ہونی چاہے اسی بارے میں علامہ لکھتے ہیں:  
من منحه انی رزقت التوجه الی فن الحدیث و فقه الحدیث و لا اعتمد علی  
مسألة مالم بوجد اصلها من حدیث او آية وما كان خلاف الحدیث الصحیح  
الصریح اترکه و اظن المجتهد فیہ معذوا بل ماجورا و لکنی لست ممن یشوش  
العوام الذین ہم کالانعام بل اکلم الناس علی قدر عقولہم۔

”مجھے اللہ تعالیٰ نے فن حدیث اور درایت حدیث کے مطالعہ کی توفیق دی ہے میں کسی  
مسئلہ پر آیت یا حدیث کے بغیر اعتماد نہیں کرتا جو حدیث صریح صحیح کے خلاف ہو میں اسے ترک کر  
دیتا ہوں اور مجتہد کو اس میں معذور بلکہ ماجور سمجھتا ہوں لیکن میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو  
عوام کالانعام کو پریشان کرتے ہیں بلکہ میں ان کی عقول کے مطابق ہی گفتگو کرتا ہوں۔“  
آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ومن منحه انه جعلنی سالکا بین الافراط و التفریط لاتاتی مسألة معركة

الاراء بين يدى الا المهت الطريق الوسط فيها ولست ممن يختار التقليد البحث  
 حيث لا يترك قول الفقهاء و ان خالفه الادلة الشرعية ولا ممن يطعن عليهم و  
 يهجر الفقه باكلية ٢٠

”اللہ تعالیٰ کی مجھ پر یہ بھی عنایت ہے کہ میں افراط و تفریط کے درمیان رہتا ہوں  
 کوئی مسئلہ معرکہ الاراء ایسا نہیں جس میں متوسط راہ نہ اپنا سکوں میں اس طرح کا مقلد نہیں  
 ہوں کہ فقہاء کے قول نہ چھوڑوں اگرچہ وہ اولہ شرعیہ کے خلاف ہو اور نہ میں ان لوگوں میں  
 سے ہوں جو فقہاء کرام پر طعن کرتے ہوئے بالکل فقہ کی مخالفت کرتے ہیں۔“

### مخالف کا احترام:

یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں سے ان کا علمی اختلاف تھا آپ اسے ذاتی اختلاف نہیں  
 بناتے تھے بلکہ ان کا احترام و اکرام کرتے، شیخ محمد بشیر سہوانی سے زیارت نبوی کے بارے میں  
 اختلاف تھا لیکن شیخ سہوانی جب بھی لکھنؤ آتے آپ ہی کے مہمان بنتے۔ مولانا عبدالباقی لکھتے ہیں۔  
 كان الشيخ محمد بشير السهواني كلما دخل لکهنو نزل ضيفاً على  
 الشيخ عبدالحى فيستقبله بالاحترام و البشاشة و يمسكه فى ضيافته ايما كثيرة ازيد  
 مما يريد الشيخ -

”شیخ محمد بشیر سہوانی جب بھی لکھنؤ آتے تو شیخ عبدالحی کے مہمان بنتے۔ آپ انہیں  
 بڑے احترام اور خوشی سے ملتے اور شیخ کے ارادے سے بھی زائد ان کی میزبانی کرتے۔“

### نواب صدیق حسن خاں کا اعتراف:

اس بنا پر اختلاف رکھنے والے لوگ بھی آپ کے علم و کمال کے معترف تھے۔ نواب  
 صدیق حسن خاں کے بیٹے علی حسن خاں کا بیان ہے جب میرے والد بزرگوار کو علامہ کے  
 وصال کی خبر پہنچی تو ان کا سر جھک گیا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے دعا کرتے ہوئے کہنے لگے:  
 اليوم غربت شمس العلم ”آج علم کا سورج غرب ہو گیا۔“ ٢٢

ایک مجلس میں شیخ نذیر حسین دہلوی نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا:

انت فرید دهره و وحید عصره ماجاء احدبما جنت به فى هذه المانة

فبارک الله فى حياتک و برکاتک

’آپ اپنے دور میں منفرد و یکتا عالم ہیں اس صدی میں تمہاری مثل سامنے نہیں آیا  
 اللہ تعالیٰ تمہاری زندگی میں برکت عطا فرمائے۔‘ - ۲۳  
خدمت فقہ حنفی:

برصغیر میں جن اہل علم نے فقہ حنفی کی نمایاں خدمات کی ہے ان میں علامہ کا نام بھی  
 ہے۔ آپ نے فقہ اور اصول فقہ حنفی پر تقریباً اکاون کتب تحریر کی ہیں۔ جن میں سے کچھ کا  
 ذکر تصانیف کے عنوان کے تحت آیا ہے۔

یاد رہے اس موضوع پر ان علماء کا کام بھی نہایت اہم اور قیمتی ہے۔

۱۔ مولانا احمد رضا خاں قادری۔ خصوصاً ان کا فتاویٰ رضویہ۔

۲۔ مولانا ظفر احمد تھانوی۔ اعلاء السنن (عربی میں)

۳۔ مولانا امجد علی اعظمی، بہار شریعت (اردو میں)

۴۔ مولانا سید عبداللہ شاہ محدث دکن، زجاجة المصابیح یعنی حنفی مشکوٰۃ

### وصال:

آپ کے عظیم شاگرد ابوالفضل محمد عبداللہ کا بیان ہے کہ ۱۳۰۳ کے وسط میں علامہ  
 کا مرض وصال شروع ہوا۔ ۱۳۰۳ ربیع الاول کے آخر میں آپ نے تمام دوستوں کی دعوت کی  
 جس میں خود شریک ہوئے اور فرمایا:

الصحبہ غنیمہ لا یعلم احد من یبقی بعد ہذا الجلسہ

۱۳۰۳ ہجری میں ربیع الاول پیر کی رات آپ کا وصال ہوا۔

### نماز جنازہ:

تین دفعہ جنازہ ادا کیا گیا، بیس ہزار سے زائد افراد نے جنازہ میں شرکت کی۔ ۲۴

### مزار اقدس:

آپ کا مزار اقدس، باغ انوار الحق لکھنؤ میں ہے۔

### انتالیس سال عمر:

آپ کی کل عمر انتالیس سال چار ماہ ہوئی، اس مختصر عرصہ میں ان کے کام سے آگاہ  
 ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ان پر خصوصی رحمت و فضل تھا۔

## اہل علم و فضل کی نظر میں:

ان کے معاصرین سے لے کر اب تک علماء عرب و عجم نے ان کے علمی مقام کو بڑے شرح صدر کے ساتھ بیان کیا ہے۔

۱۔ نامور مورخ فقیہ شیخ محمد بن عبداللہ مفتی حنابلہ مکہ المکرمہ المتوفی ۱۲۹۵ھ رقمطراز ہیں:  
فانه اية في هذا لزمان و نعمة من الله على انواع الانسان وقد اجتمعت به  
فرايت منه ما يملأ العين قرة و يفعم القلب مسرة من استحضاره للاحاديث النبوية و  
تصوره للنصوص الفقيهية ۲۵

وہ اس دور میں اللہ تعالیٰ کی نشانی اور انسان پر اس کی نعمت ہیں میں ان سے ملا ہوں۔  
ان میں ایسی چیزیں ہیں جو آنکھوں کو ٹھنڈا اور دل کو مسرور کر دیتی ہیں۔ مثلاً احادیث نبوی کا  
استحصار اور نصوص فقیہہ کا حفظ۔

۲۔ علامہ محدث حافظ عبدالحی الکتانی المتوفی ۱۳۲۵ھ یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں:  
انه خاتمة علماء الهند و اكثرهم تاليفاً و اتمهم تحريراً و اطلاعا و انصافاً و

توسطا و كان صاحب مهة لا تعرف الملل ۲۶  
”وہ ہندوستان میں خاتمہ العلماء کا درجہ رکھتے ہیں۔ دیگر علماء سے تالیف میں  
کثرت، تحریر معلومات انصاف اور توسط میں کامل ہیں۔ بڑے باہمت و حوصلہ ہیں، تھکاوٹ و  
ملال کا ان میں نشان نہیں۔“

۳۔ شیخ عمر رضا کمالہ نے عظیم محدث قرار دیتے ہوئے لکھا:

ابو الحسنات عبدالحی محدث مورخ - ۲۷  
”علامہ ابو الحسنات عبدالحی عظیم محدث اور مورخ ہیں۔“  
۴۔ شیخ خیر الدین زر کلی کہتے ہیں:

عالم بالحديث والتراجم من فقهاء الحنفية ۲۸  
”فقہاء حنفیہ میں سے حدیث اور فن رجال کے فاضل ہیں۔“

۵۔ شیخ محمد زاہد لکوثری لکھتے ہیں شیخ محمد عبدالحی لکھنوی

اعلم اهل عصره باحاديث الاحكام ۲۹

”اپنے دور میں احادیث احکام سے سب سے بڑے عالم ہیں۔“

۶۔ علامہ فقیر محمد جہلمی، قدوة المحققین: اردیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

انه كان فقيها محدثا فضلا عديم النظير جامعا للمعقول و المنقول عارفا  
للاصول والفروع قدوة المحققين - ۳۰

”آپ فقیہ، محدث اور بے مثل فاضل تھے۔ معقولات و منقولات کے جامع، اصول و فروع کے عارف اور محققین کے سرخیل کا درجہ رکھتے تھے۔“

۷۔ سید نواب صدیق حسن خان نے آپ کے وصال پر کہا:

اليوم غربت شمس العلم - ۳۱

”آج علم کا سورج غروب ہو گیا۔“

۸۔ علامہ ابراہیم بن عثمان بمصری آپ کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں:

مولانا علامة الزمان و شمس اهل العرفان الصالح الكامل ۳۲

”مولانا زمانہ کے علامہ اور اہل عرفان کے سر تاج تھے۔ نہایت صالح اور کامل تھے“

۹۔ مشہور مورخ عبدالحی حسنی معاصر ہونے کے باوجود کہتے ہیں:

كان متبحرا في العلوم معقولا و منقولا مطالعا على دقائق الشرع و غوامضه  
تبحر في العلوم و تحرى في نقل الاحكام و حرر المسائل و انفر د بالهند بعلم الفتوى  
فسارت بذكره الركبان بحيث ان علماء كل اقليم يشيرون الى جلالته

انه كان من عجائب الزمن و من محاسن الهند ، كان الثناء عليه كلمة

اجماع و الاعتراف بفضله ليس عليه نزاع ۳۳

”معقول و منقول علوم کے تبحر عالم، شرع کے دقائق و غوامض سے آگاہ، علوم میں

راخ، نقل احکام میں صاحب رائے تھے۔ ہندوستان میں علم فتویٰ میں یکتا تھے۔ ان کے تذکرے

اور شہرت کا یہ عالم کہ تمام ممالک میں ان کی جلالت مسلمہ ہے..... اپنے دور کے عجائب

میں سے ہیں اور ہندوستان کی زینت بھی، وہ متفقہ اور مسلمہ عالم ہیں، ان کے فضل کے اعتراف  
میں کوئی اختلاف نہیں۔“

۱۰۔ علامہ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ علامۃ الہند کے بارے میں لکھتے ہیں:

هذا الرجل امام في العلم و امام في كثرة ا لتاليف المفيدة المتقنة مع قصر

العمم فقد عاش تسعا و ثلاثين سنة و اربعة اشهر ٣٢

”یہ شخصیت علم میں امام، اسی طرح تالیفات مفیدہ میں بھی امام ہیں۔ حالانکہ ان کی

عمر اسی سال چار ماہ ہوئی۔“

### تصنیف و تالیف:

علامہ لکھنوی نے متعدد علوم و فنون پر نہایت ہی علمی اور قیمتی تصانیف و کتب تحریر کیں۔ کسی مسئلہ پر جس قدر وہ مواد فراہم کرتے ہیں اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ شیخ عبدالفتاح ابو غدہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اہل علم ان کی کسی کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو محسوس کرتا ہے شاید انہوں نے ایک طویل عمر اس موضوع کے مطالعہ کے بعد ہی اسے تصنیف کیا ہے کیونکہ اس قدر مواد دوسری جگہ ملنا دشوار ہوتا ہے۔ ٣٥

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں علامہ لکھنوی کی تصانیف میں دو چیزیں ایسی ہیں جو اس سے پہلے نہ تھیں۔

۱۔ کتاب کی ابتداء میں مقدمہ، جس میں ماتن و شارح کے احوال اور اس موضوع پر دیگر کتب کا تذکرہ

۲۔ کتاب پر حاشیہ اور تحقیق میں اس کے مختلف نسخوں سے استفادہ ٣٦

### تصانیف کی تعداد:

ان کی تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ان کے شاگرد شیخ محمد عبدالباقی نے ان

کی تعداد ۱۱۲ ذکر کی ہے۔ ٣٧

جب کہ شیخ عبدالفتاح کا کہنا یہ ہے:

الف الامام الکھنوی نحو مائة و خمسة عشر مولفاً

”امام لکھنوی نے تقریباً ۱۱۵ کتب تصنیف کیں۔“ ٣٨

لیکن مقدمہ الرفع و التکمیل میں مصنف کی زبانی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب کی

تعداد ۱۰۷ شمار کیں ہیں۔ ٣٩

ڈاکٹر ولی الدین ندوی نے کتب کے بارے میں یہ تفصیل دی ہے۔ جس کے مطابق

ان کی تعداد ۱۲۰ بنتی ہے۔

| تعداد | موضوع             |     |
|-------|-------------------|-----|
| ۴     | عقائد             | ۱۔  |
| ۸     | حدیث              | ۲۔  |
| ۱     | اصول فقہ          | ۳۔  |
| ۵۰    | فقہ               | ۴۔  |
| ۱     | فرائض             | ۵۔  |
| ۱     | رقاق              | ۶۔  |
| ۱۶    | تاریخ و تراجم     | ۷۔  |
| ۲     | السیرة            | ۸۔  |
| ۳     | الموالید والوفیات | ۹۔  |
| ۲۵    | منطق و حکمت       | ۱۰۔ |
| ۲     | مناظرہ            | ۱۱۔ |
| ۲     | نحو               | ۱۲۔ |
| ۵     | صرف               | ۱۳۔ |
| ۱۲۰   | کل تعداد          |     |
| ۴۰    |                   |     |

ہم یہاں حدیث، اصول فقہ اور فقہ پر تحریر کردہ کتب کے اسماء اور ان کے مختصر تعارف پر اکتفا کر رہے ہیں۔

حدیث کے موضوع پر درج ذیل کتب ہیں:

### ۱۔ الرفع و التکمیل فی الجرح و التذیل :

مسائل جرح و تعدیل پہ عظیم کام ہے۔ ڈاکٹر نور الدین عتر کے بقول:

هو كتاب نفيس جدا في غاية الفائدة ۴۱

”بڑی قیمتی کتاب ہے اور نہایت ہی مفید ہے۔“

علامہ عبدالفتاح ابو غدہ ر قطر از ہیں:

هو اول كتاب الف في موضوعه ولم يسبق اليه على تمادى العصور ووفرة



الحفاظ النقاد المؤلفين في علوم الحديث ۴۲  
 ”اس موضوع پر یہ ایسی کتاب ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثل نہیں حالانکہ علوم  
 حدیث کے بڑے بڑے ماہرین گزرے۔“

۲۔ التعلیق المجد علی موطا لمام محمد:

یہ مشہور حدیث کی کتاب موطا امام محمد کا حاشیہ ہے۔ شیخ عبدالوہاب عبداللطیف اسی  
 موطا پر تعلق میں لکھتے ہیں:

للکهنوی تعلق جيد یسمى التعلیق الممجد ۴۳  
 ”شیخ لکھنوی نے موطا پر عمدہ حاشیہ لکھا ہے جس کا نام التعلیق الممجد ہے۔“  
 شیخ عبدالفتاح ابو غدہ کا کہنا ہے کہ کسی عالم کی لائبریری کا اس کتاب سے خالی

ہونا بڑی محرومی ہے۔ ۴۴

شیخ محمد شاذلی کہتے ہیں:

هذا الشرح من احفل الشروح مشحون بعيون المسال قدم فيه مقدمه

اودع فيها فوائد عديدة۔ ۴۵

”یہ شرح بڑی کامل شرح ہے، قیمتی مسائل سے مالا مال ہے اور اس میں انہوں نے  
 مقدمہ لکھا جو بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔“

۳۔ خیر الخیر فی اذان خیر البشر:

کیا رسالت مابینہما نے نماز کے لئے اذان دی یا نہیں۔ یہ رسالہ اسی موضوع پر ہے۔

۴۔ الاجوبۃ الفاضلہ للاسلۃ العشرۃ الکاملہ:

علوم حدیث سے متعلق دس سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ مثلاً تعارض

احادیث کے موقع پر۔

۱۔ کیا نسخ مقدم ہے یا جمع؟

۲۔ کیا جمع، ترجیح پر مقدم ہے یا ترجیح مقدم ہے؟ ۳۔ وجود ترجیح کیا ہیں؟

۴۔ جب روای اپنے سے مروی روایت کے خلاف عمل کرے تو علماء کا موقف اس

بارے میں کیا ہے؟

۵۔ جب حدیث کے صحابی کا قول یا عمل معارض ہو تو کیا اس میں توقف کیا جائے گا یا نہیں؟  
اسی طرح نہایت ہی اہم دس سوالات کا جواب علامہ نے اس کتاب میں دیا ہے۔  
محقق کتاب شیخ عبدالفتاح ابو غدہ نے خوب کہا:

تضمن هذا الكتاب ابحاثا جامعة محررة لم ينهص للكتابه فيها على  
استكمال و اتقان غير الامام الكهنوي فيما علمت۔ ۳۶

۵۔ الاثار المرفوعة في الاخبار الوضوء:

اس کتاب میں حدیث موضوع سے متعلق مسائل و احکام کا تذکرہ ہے، وضاعین  
اور اسباب وضع پر بڑی تفصیلی گفتگو ہے۔

۶۔ شرح الحصن الحصين:

امام حافظ شمس الدین ابو الخیر محمد بن شافعی المعروف امام ابن جزری المتوفى ۸۳۳ء  
کی کتاب حصن الحصين کی شرح ہے۔

۷۔ ظفر الاماني في مختصر الجرجاني:

سید شریف جرجانی المتوفى ۷۹۲ء نے اصول حدیث پر مختصر کتاب تصنیف کی علامہ  
لکھنوی نے اسے بہتر اختصار قرار دیتے ہوئے اس کی بسیط شرح لکھی۔ آپ کے شاگرد محمد  
عبدالباقی کا بیان ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے حافظ ابن حجر کی کتاب ”نزهة النظر شرح نخبة  
الفکر“ مختصر ہے جب ظفر الامانی تیار ہو جائے گی تو ہم اسے نصاب میں شامل کریں گے۔ ۳۷

۸۔ دافع الوساوس في اثر ابن عباس:

یہ رسالہ اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔

اصول فقہ پر کتب:

صدر شریعہ عبیدی اللہ بن مسعود المتوفى ۷۴۷ ہجری نے اصول فقہ پر ”تنقیح  
الاصول“ تحریر کی۔ پھر اس کی خود ہی شرح لکھی جس کا نام ”التوضیح فی حل غوامض التنقیح“  
رکھا علامہ مسعود بن عمر سعد الدین تفتازانی المتوفى ۷۹۲ء نے اس کی ”التلویح“ کے نام پر مبسوط  
شرح لکھی، یہ کتاب مدارس نظامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ علامہ عبدالحی لکھنوی نے اس پر  
نہایت ہی مفید حاشیہ تحریر فرمایا۔

## فقہ حنفی پر کتب:

فقہ خصوصاً حنفی فقہ پر علامہ نے بڑا کام کیا۔ اس موضوع پر انہوں نے پچاس کتب تصنیف کیں، ان میں سے چند کے نام اور مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱. احکام القنظرة فی احکام البسملہ  
بسم اللہ، کے معنی و مفہوم اور اس کے احکام و مسائل پر مشتمل ہے۔
۲. افادۃ الخیر فی الاستیار بسواک لغیر  
کیا آدمی کسی دوسرے کا مسواک استعمال کر سکتا ہے؟
۳. الافصاح عن شہادۃ المرأۃ فی الارضاع  
ایک خاتون سے کوئی مرد نکاح کرنا چاہتا ہے وہ کہتی ہے کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہے۔ لیکن اس پر گواہ نہیں کیا نکاح ہو سکتا ہے؟
۴. اقامة الحجۃ علی ان الاکثار فی التبعدلیس ببدعة  
اس موضوع پر کام ہے کہ بزرگوں کا کثرت سے عبادت کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت کے تحت آتا ہے۔
۵. امام الکلام فیما يتعلق بالقراءة خلف الامام  
کیا امام کے پیچھے مقتدی پر قرأت لازم ہے یا نہیں؟
۶. الانصاف فی حکم الاعتکاف  
احکام اعتکاف کا بیان ہے۔
۷. تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار  
سنت کے مفہوم اور مسئلہ تراویح پر تفصیلی بحث ہے۔
۸. تحفة الطلبة فی تحقیق مسح الرقبہ  
وضو میں گردن کا مسح جائز ہے یا منع؟
۹. تحفة کلمۃ علی حواشی تحفة الطلبة  
یہ سابقہ کتاب پر حاشیہ و تعلق ہے۔
۱۰. تحفة النبلاء فی جماعۃ النساء  
کیا خواتین کی جماعت جائز ہے؟ علامہ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ عمل جائز ہے۔

اذان کے بعد تھویب، مستحسن ہے

۱۲. تدویر الفلک فی حصول الجماعة بالجن و الملك

انس و جن کی ایک دوسرے کی اقتدار کرنا کیسا ہے؟

۱۳. ترویج الجنان بتشریح حکم شرب الدخان

تمباکو کے استعمال میں اختلاف ہے۔ بعض اہل علم نے اسے حرام، بعض نے مطلقاً جواز کا قول ہے علامہ نے راہ اعتدال اپنانے کی بات کی ہے۔

۱۴. القول الجازم فی سقوط الحدینکاح المحارم

نکاح محارم پر سقوط حد کا بیان ہے۔

۱۵. التعليق علی القول الجازم

سابقہ کتاب پہ حاشیہ بھی تحریر کیا، یہ اصل کتاب کے ساتھ ہی مطبوع ہے۔

۱۶. حاشیہ الہدایہ

امام مرغینانی نے فقہ حنفی پر بڑے مبسوط کتاب ہدایہ کے نام سے مرتب فرمائی ہے

اس کی چار جلدیں ہیں اس پر علامہ نے حاشیہ تحریر کیا ہے۔ ابتدائی دو جلدوں پر ان کا ہے اور آخری دونوں پر ان کے والد گرامی کا حاشیہ ہے۔

۱۷. حسن الولاية بحل شرح الوقایہ

شرح وقایہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے اس پر آپ نے حاشیہ تحریر فرمایا۔

۱۸. السبایة فی کشف ما فی شرح الوقایہ

یہ بھی شرح وقایہ کی مبسوط شرح ہے اسے مکمل نہ کر پائے۔ باب القراۃ تک ہے۔

۱۹. حاشیہ علی الجامع الصغیر

امام محمد نے فقہ حنفی پر الجامع الصغیر مرتب کی ہے۔ علامہ نے اس پر نہایت ہی قیمتی حاشیہ لکھا۔

۲۰. ردع الاخوان عن محدثات اخر جمعه رمضان

کچھ لوگ رمضان کے آخری جمعہ میں قضا عمری پڑھتے ہیں یعنی ایک نماز نفل ادا کرتے ہیں جس کے بعد یہ تصور کر لیتے ہیں کہ اس کے بعد عمر بھر کی نمازوں کی قضا کی ضرورت نہیں رہتی علامہ نے اس کے رد میں کتاب تحریر فرمائی۔

۲۱. زجر ارباب الریان عن شرب الدخان

کچھ لوگوں نے یہ رائے دی کہ دوران روزہ حقہ پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا علامہ

موصوف نے اس کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

۲۲. زجر الشبان عن ارتکاب الغیبه

غیبت بہت بڑا گناہ ہے، مسلمانوں میں اس کی برائی کا احساس ختم ہوتا جا رہا ہے۔

علامہ نے غیبت کے موضوع پر کتاب تحریر فرما کر اہل اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔

۲۳. سباحہ الفکر فی الجہر بالذکر

ذکر میں اختلاف ہے کہ اسے بلند آواز میں کیا جانا چاہیے یا نہیں؟ علامہ نے اس

موضوع پر کام کر کے راہ اعتدال اپنانے کی تلقین کی ہے۔

۲۴. عمدہ الرعاہ فی حل شرح الوقایہ

یہ بھی شرح و قایہ کی شرح ہے۔

۲۵. عمدۃ النصائح فی ترک القبائح

برائیوں کی قباحت پر کام ہے۔ مثلاً حسد، قطع رحمی، بخل، تکبر، جھوٹ، غصہ، وغیرہ

۲۶. غابہ المقال فیما یتعلق بالنعال

نعلین سے متعلق احکام کی تفصیل ہے۔ اس میں رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل

مبارک کے بارے میں بھی کافی مواد موجود ہے۔

۲۷. الفلک الدوار فی رویۃ الهلال بالنہار

اگر تیس شعبان کو دن میں چاند نظر آجائے تو کیا رکھا ہوا روزہ توڑ دیا جائے یا جاری

رکھا جائے۔

۲۸. الفلک المشحون فیما یتعلق بانتفاع المرتہن بالمرہون

کیا مرتہن، مرہونہ شی سے استفادہ کر سکتا ہے؟

۲۹. القول الاشراف فی الفتح من المصحف

کیا مقتدی قرآن کھول کر امام کی قرأت میں لقمہ دے سکتا ہے؟

۳۰. القول المنشور علی القول المنشود

۳۱. القول المنشور فی ہلال خیر الشعوز

دونوں چاند کے بارے میں ہیں۔

۳۲. الکلام الجلیل فیما یتعلق بالمندیل

بضو کے بعد تولیہ کا استعمال جائز ہے؟

۳۳۳

تین حصص پر مشتمل فتاویٰ بھی آپ کی تصانیف میں ہے۔

۳۴۔ نخبہ الانظار علی تحفہ الاخیار

یہ تحفہ الاخیار پر حاشیہ ہے۔

۳۵۔ نزہہ الفکر فی سبحة الذکر

ذکر کے لئے تسبیح کے جواز کا بیان ہے۔

## حواشی

- ۱۔ آثار الاول از محمد قیام الدین ص ۷ (۲)۔ تذکرہ علماء فرنگی محل مولوی عنایت اللہ (۳)۔ سبحة المرجان فی آثار ہندوستان للزبیدی، ج ۲، ص ۳۹ (۴)۔ الثقافة الاسلامیہ فی الہند، ص ۱۶ (۵)۔ علم الحدیث فی الہند، ص ۵۲ (۶)۔ تذکرہ علماء فرنگی، ص ۱۳۰ (۷)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۴۱ (۸)۔ مقدمہ التعلیق المجدد، ص ۲۸ (۹)۔ مقدمہ التعلیق المجدد، ص ۲۸ (۱۰)۔ حسرة العالم بوفاة مرجع العالم، ص ۸۲ (۱۱)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۴۱ (۱۲)۔ النافع الکبیر، ص ۱۵ (۱۳)۔ مقدمہ السعایہ، ص ۴۱ (۱۴)۔ الرفع والتکمیل، ص ۲۷ (۱۵)۔ مقدمہ الدایہ، ص ۱۴ (۱۶)۔ کنز البرکات از محمد حفیظ اللہ بندوی، ص ۹ (۱۷)۔ حسرة العالم، ص ۹۰ (۱۸)۔ مقدمہ تعلیق المجدد، ص ۱۱ (۱۹)۔ القول المشور، ص ۱۰ (۲۰)۔ النافع الکبیر، ص ۱۵۴ (۲۱)۔ کنز البرکات، ص ۳۴ (۲۲)۔ الیاقوت والمرجان فی ذکر علی سہوان ص ۱۰ (۲۳)۔ نزہہ الخطوط، ج ۸، ص ۱۹۳ (۲۴)۔ کنز البرکات، ص ۶ (۲۵)۔ حسرة الفعول بوفاة نائب الرسول، ص ۸ (۲۶)۔ فہرس الفہارس، ج ۲، ص ۲۶۹ (۲۷)۔ معجم الموفین، ج ۱۱، ص ۳۸ (۲۸)۔ الاعلام، ج ۷، ص ۵۹ (۲۹)۔ مقدمہ علی نصب الرایہ، ص ۴۹ (۳۰)۔ حدائق الحنفیہ، ص ۲۸۵ (۳۱)۔ نزہة الخواطر، ج ۸، ص ۱۹۳ (۳۲)۔ مقدمہ الرفع والتکمیل، ص ۳۹ (۳۳)۔ نزہة الخواطر، ج ۸، ص ۲۳۵ (۳۴)۔ مقدمہ التعلیق المجدد، ج ۱، ص ۴۱ (۳۵)۔ مقدمہ التعليقات الحافلہ، ص ۱۴ (۳۶)۔ علم الحدیث بالہند، ص ۶۳ (۳۷)۔ تکملہ خیر العمل، ص ۴۲ (۳۸)۔ مقدمہ علی سباحہ الفکر، ص ۵ (۳۹)۔ امام عبدالرحمن الکھنوی، ص ۱۶۵ (۴۰)۔ منہج الفقہ فی علوم الحدیث، ص ۱۱۵ (۴۱)۔ مقدمہ علی سباحہ الفکر، ص ۵ (۴۲)۔ مقدمہ علی موطا، ص ۲۶ (۴۳)۔ مقدمہ علی التعلیق المجدد، ص ۴۳ (۴۴)۔ مقدمہ علی موطا، ص ۷۱ (۴۵)۔ مقدمہ الاجوبہ، ص ۱۹ (۴۶)۔ حسرة الفعول، ص ۳۹

کیا  
سبب یہ کہ ہلاک ہوئے؟

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلیشرز





# انتساب

سگانِ ضِعْوِ کَوْنِے مدینہ کے نام

سگ سگانِ کَوْنِے مدینہ

محمد خاں قادری

# وجہ تالیف

پانچ چھ ماہ پہلے کی بات ہے کہ سرگودھا سے محترم محمد اختر رضا قادری نے مجلہ الدعوة کے کچھ صفحات کا فوٹو بھیجا جس میں مبشر احمد ربانی صاحب کا ایک مضمون بعنوان ”کیا سگ مدینہ کہلانا جائز ہے؟“ تھا۔ صاحب مضمون کا موقف یہ ہے کہ اپنے آپ کو سگ مدینہ کہنا شرف انسانیت کی توہین و تذلیل ہے۔ اس لیے کسی مسلمان کو یہ کلمات نہیں کہنے چاہئیں۔

کثیر اولیا صلحاء امت نے اپنے آپ کو سگ مدینہ کہا ہے اور جتنے وہ کتاب و سنت سے آگاہ تھے ہم نہیں۔ اس مضمون کے مطابق تو ان سب نے غلط کہا حالانکہ ان تمام بزرگوں کو شریعت سے نا بلد سمجھنا سراسر زیادتی ہے۔

ہم نے اپنے مضمون میں کتاب و سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ بطور تواضع و انکساری اور خوف و خشیت الہی کے پیش نظر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسے گمراہی و جہالت قرار دینا ہرگز مناسب نہیں ہاں جس کیفیت اور نقطہ نظر سے اولیاء امت نے یہ طریق اپنایا اس کو سامنے رکھنا نہایت ہی ضروری ہے، بحمد اللہ زیر بحث مسئلہ کے بہانے اس مقالہ میں تواضع و انکساری پیدا کرنے کے لیے بھی کافی مواد جمع ہو گیا ہے جو خود اپنی جگہ ہم سب کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

سگ سگان مدینہ

محمد خاں قادری

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرات انبیا علیہم السلام، صحابہ کرام اور اولیاء عظام نے اپنے خالق و مالک کے سامنے بطور تواضع و انکساری ہمیشہ اپنے آپ کو پست سے پست اور حقیر سے حقیر بنا کر پیش کیا ہے۔ اپنے رب سے خوف اور خشیت کی بنا پر کبھی بھی اپنے آپ کو بڑا نہیں کہا اور نہ سمجھا بلکہ تمام مخلوق سے حقیر تر تصور کیا کیونکہ انہوں نے قرآنی تعلیمات کی اس روح کو پالیا تھا کہ جو اعتراف کرتے ہوئے ”ربنا ظلمنا انفسنا“ کہے گا اسے بلندی اور قرب خدا نصیب ہوگا اور ”انا خیر منہ“ سے پستی، ذلت اور لعنت کا طوق ملتا ہے۔ حضرات انبیا علیہم السلام نے معصوم ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ظالم کہا۔ صحابہ یہ آرزو کرتے ہیں کاش ہم انسان نہ ہوتے، ہمارا حساب و کتاب نہ ہوتا، ہم درخت ہوتے، ہم چڑیا ہوتے بعض نے کہا کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتے۔ سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کاش ہم چار پاؤں کی مینگنی ہوتے اس کی پیروی میں بہت سے اہل معرفت اور ائمہ امت نے اپنے آپ کو سگ مدینہ وغیرہ کہا۔

ان کا مقصد محض یہ ہے کہ ہمارا مالک پاک ہے ہم ناپاک، وہ گھر والا ہے ہم اس کے دروازے پر دریوزہ گر، جس طرح سگ کو لوگ پہرے اور حفاظت کے لیے رکھتے ہیں کاش ہمیں بھی اللہ و رسول دین کی خدمت اور پہرے کے لیے رکھ لیں۔ کاش ہم اللہ و رسول کی عزت و ناموس پر حملہ آور ڈاکوؤں، لیٹروں اور چوروں پر کسی وفادار سگ کی طرح جان کی پرواہ کیے بغیر لپک پڑیں۔ جس طرح سگ بھوکے ننگے اپنے مالک کے دروازے پر بیٹھے رہتے ہیں، کاش ہمیں بھی اپنے مالک کے دروازے پر اسی انداز میں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے  
مالک دے در راکھی کر دے صابر کھے ننگے  
جس طرح سگ اپنے مالک کے ٹکڑوں پر پلتا ہے اسی طرح ہمیں بھی اپنے  
آقا کے در کے ٹکڑے نصیب رہیں تو بگڑی بن سکتی ہے۔

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال  
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

پھر اہل معرفت نے قرآن و سنت میں سگ اصحاب کف کے بارے میں  
پڑھا کہ وہ نیکیوں کے ساتھ لگ گیا تو سگ ہونے کے باوجود وہ جنتی ہو گیا۔ قرآن  
نے اس کا بار بار تذکرہ کیا اس لیے وہ پکار اٹھے کاش ہمیں اپنے مالک کے ساتھ  
یہی نسبت حاصل ہو جائے۔

جن مخالفین نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ایسا کہنا خلاف شریعت اور  
انسانیت کی تذلیل و بے حرمتی ہے۔ ان کے سامنے قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو تو  
ہے، دوسرا نہیں ہم اس مقالہ میں دونوں پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہتے ہیں تاکہ  
مسئلہ واضح ہو جائے۔

## اللہ ورسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے

ہر مسلمان کے لیے یہ لازم و ضروری ہے کہ وہ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کے ہر حکم پر ایمان لائے اور ان پر عمل پیرا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

یا ایہا الذین امنوا ادخلوا فی السلم  
کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطن  
انه لکم عدو مبین  
(البقرہ، ۲۰۸)

اے اہل ایمان اسلام میں پورے  
پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے  
قدموں کی اتباع نہ کرو یقیناً وہ تمہارا  
اعلانیہ دشمن ہے۔

ان کے کسی حکم کو مان لینا اور کسی حکم کو نہ ماننا کسی مسلمان کے شایان  
شان نہیں بلکہ ایسا کرنے والا تو اللہ کا بندہ نہیں بلکہ خواہش کا بندہ ہوتا ہے اس  
نے تو خواہش نفس کو خدا بنا رکھا ہے۔ قرآن نے ایسے بندے کے بارے میں  
فرمایا۔

افرایت من اتخذ الہہ ہوہ  
(الجاثیہ، ۲۳)

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا  
جس نے اپنی خواہش کو خدا بنا لیا  
ہے۔

اسی بات کی نشاندہی قرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔

افتؤمنون ببعض الكتاب  
وتکفرون ببعض  
(البقرہ، ۸۵)

کیا تم کتاب کا ایک حصہ مانتے ہو  
اور دوسرے حصہ کے ساتھ کفر  
کرتے ہو؟

یعنی ایسا عمل و کردار سراسر ظلم اور اپنی دنیا و آخرت کی بربادی کا سبب ہے۔ کوئی مسلمان ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ قرآن مجید کے کچھ حصہ کو مانے مگر کچھ کو قابل اعتناء تصور نہ کرے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسلام سے اس کا کیا تعلق و واسطہ؟

## فہم قرآن کا اہم اصول

کسی مسئلہ کے بارے میں اگر قرآن مجید نے متعدد مقامات پر گفتگو کی ہے تو اس کے بارے میں صحیح و درست رائے قائم کرنے کے لیے ان تمام مقامات کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے کیونکہ ایک مقام دوسرے مقام کا معنی از خود متعین کیے دیتا ہے نہ یہ کہ کسی ایک مقام کو ہمیشہ پڑھا اور دہرایا جائے مگر دوسرے مقام پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ یا آیت مبارکہ کا کچھ حصہ پڑھا جائے بقیہ ترک کر دیا جائے۔ جیسے کوئی قرآنی الفاظ ”لاتقربوا الصلوٰۃ“ (نماز کے قریب مت جاؤ) پڑھتا ہے مگر ”انتم سکاری“ (جب تم حالت نشہ میں ہو) کے الفاظ چھوڑ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کر کے سمجھتا ہے کہ اس نے قرآن کی خدمت کی ہے تو یہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے یہ تو قرآن میں تحریف کرنا ہے۔ قرآن مجید نے اسے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا۔

من الذین ہادوا یحرفون الکلم  
عن مواضعہ  
پھر ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو  
کلمات کو ان کے مقام سے اٹھاتے  
ہوئے ان میں تحریف کرتے ہیں۔  
(النساء، ۴۶)

## موجودہ دور کی چند مثالیں

ہم یہاں موجودہ دور کی چند مثالیں قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ مدعی بھی واضح ہو جائے اور اس بات سے بھی آگاہی ہو جائے کہ تحریف کا سلسلہ آج بھی کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری ہے۔

## ۱- عورت کی سربراہی

ہمارے دور میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت، حکومت کی سربراہ بن سکتی ہے ان میں سے بعض نے اس پر قرآنی دلیل دیتے ہوئے قرآن کے یہ الفاظ تو نقل کیے

ولهن مثل الذی علیہن  
بالمعروف

اور عورتوں اور مردوں کے حقوق و  
فرائض آپس میں برابر ہیں۔

مگر اگلے الفاظ ترک کر دیئے

وللرجال علیہن درجۃ  
(البقرہ، ۲۲۸)

اور مردوں کو خواتین پر ایک درجہ  
فضیلت حاصل ہے۔

کیونکہ یہ الفاظ ان کے مدعی کے خلاف تھے۔

## ۲- بشریت انبیا علیہم السلام

اس سے کسی مسلمان کو اختلاف نہیں کہ تمام انبیا علیہم السلام بشر اور انسان ہیں۔ ان میں بشریت کے تمام تقاضے اور صفات موجود مگر ان کی بشریت اتنی اعلیٰ و اکمل کہ اس پر تمام نوری مخلوق فدا و قربان، یہی وجہ ہے قرآن نے جہاں بھی کسی نبی کی بشریت کا تذکرہ کیا وہاں کسی نہ کسی ایسی صفت کا اضافہ کر دیا جو اسے دیگر بشروں سے ممتاز کر دیتی ہے۔ کسی جگہ ”بشراً رسولاً“ (بنی اسرائیل - ۹۳) (یہ بشر اللہ کا رسول ہے) کہا، آپ جانتے ہیں اللہ کے بعد رسول ہی کا درجہ ہوتا ہے۔ اس درجہ کو عام بشرپانے کی سوچ بھی نہیں سکتا۔ کسی جگہ اگر انسان و بشر ہونے میں مثلیت کا اعلان کیا تو ساتھ ”یوحی الی“ (الکہف، ۱۱۰) کا اضافہ کیا (مجھ پر وحی الہی کی جاتی ہے) خصوصاً حبیب ﷺ کے بارے میں فرمایا۔

وما ینطق عن الہوی ان ہو الا  
وحی یوحی (النجم، ۳۰-۳)

آپ خواہش نفس سے نہیں بولتے  
آپ کا کلام سراپا وحی ہوتا ہے۔

آپ کی ہر بات کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔

آپ کے دست اقدس کو اپنا ہاتھ فرمایا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی

ید اللہ فوزاً ایدیہم انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان

(الفح، ۱۰) کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یعنی رسول انسان ہونے کے باوجود ہر حال میں اپنے اللہ کی رہنمائی میں زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے باقی تمام مخلوق رسول کی رہنمائی میں چلتی ہے، رسول براہ راست اللہ تعالیٰ سے پاتا ہے اور باقی تمام مخلوق رسول سے لیتی ہے، لینے والا دینے والے کی برابری کا کہاں سوچ سکتا ہے؟

اسی طرح اگر عبد کہا تو ”نعم العبد“ (ص، ۴۴) کہا (بہت ہی خوب بندہ) خصوصاً رسالت ماب ﷺ کی عبدیت کا یہاں بھی تذکرہ کیا اسے نہایت ہی احسن و اعلیٰ انداز میں بیان کرتے ہوئے ”عبدہ“ فرمایا۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیللاً  
(نبی اسرائیل، ۱)  
مقدس و پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرائی۔

دوسرے مقام پر مقام ”اودنی“ پر کیے جانے والے راز و نیاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

فاوحی الی عبدہ ما اوحی  
(النجم، ۱۰)  
پس بات کی اس نے اپنے بندے کے ساتھ جو کرنا تھی۔

جن اہل علم کو یہ بات سمجھ آگئی انہوں نے کہا

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر ما سراپا انتظار او منتظر

عارف کامل حضرت پیر مر علی شاہ گولڑوی سے آپ کی بشریت کے بارے

میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جو جواب عنایت فرمایا وہ جواب من و عن درج



ذیل ہے۔

حامدا ومصليا از نیاز مند اہل اللہ المدعو بمہر علی شاہ الی  
السید المکرم جناب مخدوم صدر الدین شاہ صاحب حفظ اللہ تعالیٰ وامت  
عنايتہ (ملتان)۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ اما بعد عنایت نامہ مشتمل بر تنازع علمائے کرام  
در بار جواز اطلاق بشر بر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و عدم آں و حاضر و ناظر بودن  
حضرت سید البشر و امتنائے آں ملاحظہ سے گزرا۔

میں اس قابل نہیں ہوں کہ اہل علم و فضل کے مابین محاکمہ و مداخلت  
کروں، مگر امثالاً لئامر السامی ما حضر عرض کرنے پر مجبور ہوں۔

مخدوما! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے لیے ذکر آں حضرت ﷺ  
بطریق تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی  
میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت۔ میری ناقص رائے  
میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن کمال ہے مگر چونکہ اس کمال تک ہر کس و  
ناکس سوائے اہل تحقیق و عرفان کے رسائی نہیں رکھتا، لہذا اطلاق لفظ بشر میں  
خواص بلکہ اخص الخواص کا حکم عوام سے علیحدہ ہے۔ خواص کے لیے جائز اور  
عوام کے لیے بغیر زیادت لفظ وال بر تعظیم ناجائز۔

توضیح آدم علی نبینا علیہ السلام کو بشر کس واسطے کہا گیا۔ وجہ اس کی یہ ہے  
کہ آدم علی نبینا علیہ السلام کو شرف مباشرت بالیدین عطا فرمایا گیا ہے۔  
(مامنعک ان لاتسجد لما خلقت بیدی) چونکہ ملائکہ اس کمال آدم سے  
بے خبر تھے۔ ایسا ہی ابلیس بھی فقالوا ما قالوا فرق اتا ہے کہ ملائکہ جتلانے  
کے بعد سمجھ گئے اور معترف بالقصور ہوئے قالوا سبحانک لا علم لنا  
الاما علمتنا اور ابلیس کو علاوہ قصور جہل کے غرور بھی تھا، لہذا ابی واستکبر  
الخ ہکذا قال الشیخ الاکبر قدس سرہ الاظہر بمالہ ونا علیہ فی جواب  
سوال حکیم الترمذی

بشر ہی کو کمال استجماء کے لیے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص  
مظہریت کمال سے محروم ٹھہرے، اور مظاہر اور مرایا کمالات استجمائیہ سے ازگروہ  
انبیاء علیہم السلام سیدنا ابوالقاسم آن حضرت اضالۃ واز جماعت  
اولیاء کرام وارث مصرعہ وانی علی قدم النبی بدر الکمال

سیدنا عبدالقادر وامثالہ رضی اللہ عنہ وراثۃ مظہر اکمل واتم لاسمہ الاعظم  
ٹھہرے۔ بشر ہی کے لیے تنزل اخیر ہونے کے باعث اس قدر اہتمام ہوا کہ ہیئت  
اجتماعیہ و ترکیبات اسمائیہ و اتصالات و اوضاع انی خرت ہیئت آدم سے لے کر تا  
ظہور جسد عصری صلی اللہ علیہ وسلم واتباعہ من الکمل کو متوجہ کیا گیا ہے اور  
خدام بنائے گئے تاکہ من رانی فقد رای الحق کا آئینہ و چہرہ علی وجہ الکمال  
اور پورا حق نما ہو۔ قصہ مختصر بشر ہی ہے کہ جس کو کہ

گر خوابی خدا بینی در چہرہ من بنگر

من آئینہ اویم اونیست جدا از من

ہونے اور کہنے کا استحقاق حاصل ہے۔ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف  
کا بشر کہنا از قبل ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاسماء المعظمہ ہوا۔  
بخلاف غیر عارف کے کہ اس کے لیے بغیر انضمام کلمات تعظیم صرف لفظ بشر ذکر  
کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد ”یوحی الی“ اور تشہد میں  
”عبدہ“ کے بعد ”رسولہ“ اور کلام اہل فضیلت و عرفان میں ہے۔

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر

و انہ خیر خلق اللہ کلہم

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت و الجماعت  
سے ہیں اور ذکر آنحضرت کا بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے  
ہیں، لہذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ کی  
طرح صرف لفظ بشر کا اطلاق جائز کہیں، البتہ ان کا خیال ہے کہ قصد تحقیر لفظ  
بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان

کرچکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم نہ چاہئے کہ بوجہ شیوع عرف و قصد فرقہ ضالہ صرف بشر کہتے ہیں ایہام امر ناجائز کا ہے۔  
(فتاویٰ مرئیہ، ۱۰ تا ۱۲)

لیکن ہمارے معاشرہ میں کچھ ایسے افراد ہیں جو حضرات انبیا علیہم السلام کی بشریت کو ایک عام سطح کی بشریت تصور کرتے ہیں، پھر اس کی تشبیر میں قرآنی الفاظ ”قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی“ کو ”مثلکم“ تک ہی پڑھتے ہیں۔ ”یوحی الی“ کو سامنے لانا مناسب نہیں سمجھتے یعنی ان کی نظر صرف نبی کی اس شان و حال پر رہتی ہے جس کے اعتبار سے وہ مخلوق میں شامل ہے۔ نبی کے اس حال کی طرف توجہ نہیں جاتی جس کے اعتبار میں وہ اپنے اللہ سے واصل رہتا ہے۔

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل  
خواص اس برزخ کبریٰ کو ہے حرف مشدو کا

اسی طرح قرآن مجید کی دوسری آیت مبارکہ

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب  
یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے  
نور اور روشن کتاب آگئی۔  
مبین

(المائدہ، ۱۵)

کبھی بھی ان کی تقریر و خطاب کا موضوع نہیں بنتی حالانکہ جس ذات اقدس کا فرمان ”قل انما انا بشر مثلکم“ ہے یہ فرمان بھی اسی ذات کریم کا ہے، یہ دونوں قرآنی آیات ہیں اور دونوں کو ہی بیان کرنا لازم و ضروری ہے۔ اسی طرح جو لوگ حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں وہ آیات بشریت کے تذکرہ میں جھجک محسوس کرتے ہیں حالانکہ ان کا عقیدہ بشریت کے خلاف نہیں انہیں چاہئے یہاں وہ ”قد جاء کم من اللہ نور“ کو موضوع خطاب بناتے ہیں وہاں ”قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی“ کی تفصیل سے بھی لوگوں کو آگاہ کریں الغرض جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں شانیں عطا فرمائی ہیں۔ تو ان میں

سے کسی ایک پر زور دینے کے بجائے دونوں کو ہی کھلے دل سے تسلیم کیا جائے۔

### ۳۔ مسئلہ علم غیب

غیب اس علم کو کہتے ہیں جسے حواس و عقل کے ذریعہ حاصل نہ کیا جاسکے، یعنی اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا وہ شخص جسے وہ عطا فرمادے، 'جنت'، 'دوزخ'، 'پل صراط'، 'میزان' اور 'حشر و نشر' کے تمام معاملات غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کوئی بھی انہیں اپنے عقل و حواس سے نہیں جان سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انہیں وحی کے ذریعہ ان تمام حقائق سے آگاہ فرمادیا تاکہ وہ تمام لوگوں کو ان سے آگاہ کر سکیں۔ اس حقیقت کو قرآن مجید نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے۔

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء فامنوا باللہ ورسلہ وان تومنوا وتتقوا فلکم اجر عظیم  
(آل عمران، ۱۷۹)

دوسرے مقام پر فرمایا۔

علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین بدیہ ومن خلفہ  
رصد  
(الحج، ۲۷)

ان دونوں آیات میں واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے اور بندوں پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان مقرر فرماتا ہے۔

لائیں کہ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس پر مطلع فرما دیتا ہے۔  
 غیب پر کسی کو مطلع نہ کرنے کی پابندی نہ خود اس نے اپنے اوپر عائد کر رکھی ہے  
 اور نہ کوئی اس پر عائد کر سکتا ہے۔ ان آیات کے باوجود یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ  
 کے بتانے سے بھی کوئی غیب نہیں جانتا سراسر زیادتی ہے۔ فقط انہی آیات کو  
 سامنے لانا جن میں علم الہی کا بیان ہے مثلاً

وعنده مفاتيح الغيب لا يعلمها  
 الا هو  
 غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں  
 انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(الانعام، ۵۹)

قل لا يعلم من في السموات  
 والارض الغيب الا الله وما  
 يشعرون ايان يبعثون  
 (النمل، ۲۶)  
 اے نبی آگاہ کر دیجئے آسمانوں اور  
 زمین کے غیب، اللہ کے سوا کوئی  
 نہیں جانتا اور نہیں جانتے کہ انہیں  
 کس وقت اٹھایا جائے گا۔

حالانکہ ان آیات میں اس بات کو واضح کیا گیا کہ غیب اللہ کے سوا کوئی  
 نہیں جانتا اور اسے اور کوئی کسی طریقہ سے حاصل بھی نہیں کر سکتا رہا یہ معاملہ  
 کہ اللہ تعالیٰ خود اس پر کسی کو آگاہ بھی فرماتا ہے؟ تو سابقہ آیات میں خود باری  
 تعالیٰ نے فرما دیا کہ میں اپنے رسولوں کو اس سے آگاہ کرتا ہوں، اس کے بعد  
 انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی گویا مسئلہ غیب میں اگر قرآن مجید کی تعلیم کے  
 دونوں پہلو سامنے رہیں تو کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔

زیر بحث مسئلہ میں

زیر بحث مسئلہ کا معاملہ بھی یہی ہے اگر قرآنی تعلیمات کے دونوں پہلو  
 سامنے آجائیں تو معاملہ از خود حل ہو جاتا ہے آئیے ہم ان دونوں پہلوؤں کا  
 مطالعہ کرتے ہیں۔

## قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو

۱- انسان مسجود ملائکہ ہے

اگر انسان اپنے رب کریم کا فرمانبردار اور صحیح بندہ بن جائے تو وہ مسجود ملائکہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے کئی مقامات پر تصریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کے لیے فرشتوں کو حکم دیا۔

و اذ قلنا للملائكة اسجدوا لادم  
فسجدوا الا ابليس ابى واستكبر  
وكان من الكافرين  
(البقرہ، ۳۴)

یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے  
فرشتوں کو حکم دیا تم آدم کو سجدہ کرو  
تو تمام نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے  
انکار اور تکبر کیا اور وہ کافر ٹھہرا

۲- انسان کی دیگر مخلوق پر فضیلت

سورہ بنی اسرائیل میں انسانی شرافت و تکریم کو یوں بیان کیا گیا۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملنہم  
فی البر والبحر و رزقنہم من  
الطیبت وفضلنہم علی کثیر  
ممن خلقنا تفضیلاً  
(بنی اسرائیل، ۷۰)

اور یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بزرگی  
دی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری  
میں سواری دی اور ان کو اچھی  
چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان  
کو بستیوں پر جنہیں ہم نے پیدا فرمایا  
بڑی فضیلت دی ہے۔

۳- انسان کی کامل حالت پر تخلیق

ایک مقام پر بگڑے ہوئے انسان کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔

یا ایہا الانسان ما غرک بربک  
الکریم الذی خلقک فسوک  
فعدلک  
(الانفطار، ۶-۷)

اے انسان تجھے اپنے رب کریم کے  
بارے میں کس چیز نے مغرور کر دیا،  
اس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے حکمت

سے بنایا پھر اعتدال و کمال کی حالت  
پر پیدا کیا۔

۴۔ انسان کی تخلیق بہترین صورت پر

سورۃ التین میں خالق و مالک کائنات نے متعدد قسمیں اٹھانے کے بعد  
فرمایا۔

یقیناً ہم نے انسان کو سب سے بہتر  
صورت پر پیدا فرمایا ہے۔  
لقد خلقنا الانسان في احسن  
تقويم۔ (التین، ۴)

یہ شرافت و بزرگی مشروط ہے

یہ قرآنی تعلیمات کا وہ پہلو ہے جس میں انسان کا مقام، شرافت، بزرگی  
اور اس کی تکریم کو بیان کیا گیا ہے لیکن یہ بات ہر ذی شعور پر عیاں و واضح ہے  
کہ یہ تمام صفات و مقامات اسی وقت ہیں جب وہ اپنے رب کریم کا بن کر  
رہے۔ ظاہر و باطن میں اس کا شوق و خوف رکھے، اپنے تن من پر اللہ کا رنگ  
چڑھالے، اسی کی رضا اس کا مقصود و مطلوب ہو جائے۔ اس کے حبیب ﷺ  
اور آپ کی لائی ہوئیں تعلیمات کو حزر جاں بنالے، بارگاہ خداوندی اور بارگاہ  
نبوی کے ادب و احترام کو اپنے ایمان کی بنیاد بنالے اور اگر انسان اپنے رب  
اور رسول کو بھول کر خواہش نفس اور دنیا داری کو منزل و مقصود بنا لیتا ہے تو  
پھر اس نے اپنی انسانیت خود ختم کر دی بقول علامہ اقبال مرحوم۔  
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات  
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

بلکہ اس صورت میں وہ انسان تو کجا وہ تو چوپائے، کتے اور خنزیر سے بھی  
بدتر ہو جاتا ہے آئیے اب ہم قرآنی تعلیمات کے حوالے سے اس کا تذکرہ کرتے  
ہیں۔

## قرآنی تعلیمات کا دوسرا پہلو

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں اس پہلو کو بھی متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے ان میں چند کا تذکرہ ملاحظہ کیجئے۔

### ۱۔ خواہش نفس کی اتباع کرنے والے کو قرآن نے کتے کی مثل قرار دیا

سورۃ اعراف کی ان آیات کو پڑھئے ان میں توحید کو چھوڑنے والے کے بارے میں خود باری تعالیٰ نے فرمایا۔

واتل علیہم نبأ الذی اتینہ ایتنا  
فانسخ منها فاتبعه الشیطن  
فکان من الغوین ولو شئنا لرفعنه  
بها ولکنه اخلد الی الارض واتبع  
هوہ فمثله کمثل الکلب ان  
تحمل علیہ یلہث او تترکہ یلہث  
ذلک مثل القوم الذین کذبوا  
بایتنا

(الاعراف، ۱۷۵، ۱۷۶)

اے نبی ﷺ ان کے سامنے اس شخص کا حال بیان کرو جس کو ہم نے اپنی آیات کا علم عطا کیا تھا مگر وہ ان کی پابندی سے بھاگ نکلا آخر کار شیطان اس کے پیچھے پڑ گیا، یہاں تک کہ وہ بھٹکنے والوں میں شامل ہو کر رہا اگر ہم چاہتے تو اسے ان آیات کے ذریعے بلندی عطا کرتے مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا اور اپنی خواہش نفس کے ہی پیچھے پڑا رہا لہذا اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ تم اس پر حملہ کرو تب بھی زبان لٹکائے رہے اور اسے چھوڑ دو تب بھی زبان لٹکائے رہے یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں۔



ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ہواے نفس کی اتباع کرنے والے کو کتے کی مثل قرار دیا ہے۔

رجل سوء کتے سے بدتر ہوتا ہے

قرآن حکیم کی اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے بھی تصریح کی ہے کہ بدکردار آدمی کتے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ علامہ محمود الوسی اس کے تحت لکھتے ہیں۔

نعم ہوا حسن من الرجل سوء  
ہاں کتا، بدکردار آدمی سے افضل ہوتا ہے۔  
(روح المعانی پ ۹، ۱۱۵)

آگے چل کر شیخ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ قرآن میں بیان کردہ امثلہ میں جو غور کرے گا کہ کفار و مشرکین اور ان کے بتوں کی مثال، بیت عنکبوت اور مکھی وغیرہ سے دی گئی ہیں۔

تحقق له ان علماء السوء اسوا  
وا قبح من ذلك فما الغاه من  
مثل عليهم وما لهم فيه من  
التهالك في الدنيا مالها وجاهها  
والركون الي لذاتها وشهواتها من  
متابعة النفس الامارة وارحاء  
زمامها في مراها  
اس کو معلوم ہو جائے گا کہ علماء سوء ان سے بڑھ کر ہلاکت میں ڈوبے ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے دنیاوی لذتوں، خواہشوں اور نفسانی شہوتوں کے حصول کے لیے اپنے نفس کی بھاگ اور لگام کو کھلا چھوڑ رکھا ہوتا ہے۔

(روح المعانی، پ ۹-۱۱۶)

شیخ شہاب الدین سرودی کا قول

علامہ الوسی نے اس مقام پر وہ خط نقل کیا ہے جو شیخ شہاب الدین سرودی نے امام فخر الدین رازی کے نام تحریر فرمایا تھا، اس کی ایک سطر آپ بھی پڑھ لیجئے۔

قطرة من الهوى تكدر بحرا من العلم (روح المعاني پ ۹، ۱۱۷)

خواہش نفس کا ایک قطرہ علم کے سمندر کو گدلا کر دیتا ہے۔

کتے کے ساتھ تمثیل کی وجہ

امام فخر الدین رازی نے کتے کے ساتھ تمثیل بیان کرنے کی چار وجوہ تحریر فرمائی ہیں۔ ان میں سے ایک نہایت ہی اہم ہے۔

ان الرجل العالم اذا توسل بعلمه الى طلب الدنيا فذاک انما یکون لاجل انه یورد علیہم انواع علومه ویظہر عندهم نفسہ ومناقبہا ولا شک انه عند ذکر تلک الکلمات وتقریر تلک العبارات یدلع لسانہ ویخرجه لاجل ماتمکن فی قلبہ من مرارة الحرص و شدة العطش الى الفوز بالدنیا فکانت حالته بحالة ذلک الکلب الذی اخرج لسانہ ابدا من غیر حاجة ولا من ضرورة بل بمجرد الطبيعة الخسیة

عالم مرد جب اپنے علم کو طلب دنیا کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ پھر اسی کی خاطر لوگوں پر اپنے علوم اور اپنے مناقب و فضائل کی رٹ لگاتا ہے، جب وہ یہ کلمات و عبارات زباں سے نکالتا ہے تو وہ بار بار اپنی زباں کو نکالتا ہے تاکہ اس کے دل میں جو دنیا کو پانے کی حرص اور پیاس ہے وہ ٹھنڈی ہو جائے، تو اس کی حالت کتے کی طرح ہو جاتی ہے جو اپنی زباں ہر وقت خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ اپنی خسیس طبیعت کے پیش نظر نکالے رکھتا ہے۔

(تفسیر کبیر - ۱۵، ص ۵۷)

صاحب تفسیم القرآن کا اہم نوٹ

وہ شخص جس کی مثال یہاں پیش کی گئی ہے۔ آیات الہی کا علم رکھتا تھا یعنی حقیقت سے واقف تھا۔ اس علم کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ اس رویہ سے بچتا۔ جس کو وہ غلط جانتا تھا اور وہ طرز عمل اختیار کرتا جو اسے معلوم تھا کہ صحیح

ہے۔ اسی عمل مطابق علم کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کو انسانیت کے بلند مراتب پر ترقی عطا کرتا، لیکن وہ دنیا کے فائدوں اور لذتوں اور آرائشوں کی طرف جھک پڑا۔ خواہشات نفس کے تقاضوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے اس نے ان کے آگے سپر ڈال دی۔ مالی امور کی طلب میں دنیا کی حرص و طمع سے بالاتر ہونے کی بجائے وہ اس حرص و طمع سے ایسا مغلوب ہوا کہ اپنے سب اونچے ارادوں اور اپنی عقلی و اخلاقی ترقی کے سارے امکانات کو طلاق دے بیٹھا اور ان تمام حدود کو توڑ کر نکل بھاگا۔ جن کی نگہداشت کا تقاضا خود اس کا علم کر رہا تھا، پھر جب وہ محض اپنی اخلاقی کمزوری کی بنا پر جانتے بوجھتے حق سے منہ موڑ کر بھاگا تو شیطان جو قریب ہی اس کی گھات میں لگا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے لگ گیا اور برابر اسے ایک پستی سے دوسری پستی کی طرف لے جاتا رہا۔ یہاں تک کہ ظالم نے اسے ان لوگوں کے زمرے میں پہنچا کر ہی دم لیا جو اس کے دام میں پھنس کر پوری طرح اپنی متاع عقل و ہوش گم کر چکے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص کی حالت کو کتے سے تشبیہ دیتا ہے۔ جس کی ہر وقت لٹکی ہوئی زبان اور ٹپکتی ہوئی زال ایک نہ بھجنے والی آتش حرص اور کبھی نہ سیر ہونے والی نیت کا پتہ دیتی ہے۔ بنائے تشبیہ وہی ہے جس کی وجہ سے ہم اپنی اردو زبان میں ایسے شخص کو جو دنیا کی حرص میں اندھا ہو رہا ہو۔ دنیا کا کتا کہتے ہیں۔ کتے کی جبلت کیا ہے؟ حرص و آز۔ چلتے پھرتے اس کی ناک سوگنھنے ہی میں لگی رہتی ہے کہ شاید کہیں سے بوئے طعام آجائے۔ اسے پتھر مارے تب بھی اس کی یہ توقع دور نہیں ہوتی کہ شاید یہ چیز جو پھینکی گئی ہے۔ کوئی ہڈی یا روٹی کا ٹکڑا ہو۔ پیٹ کا بندہ ایک دفعہ تو لپک کر اس کو بھی دانتوں سے پکڑ ہی لیتا ہے۔ اس سے بے التفائی کیجئے۔ تب بھی وہ لالچ کا مارا توقعات کی ایک دنیا دل میں لیے، زبان لٹکائے، ہانپتا کانپتا کھڑا ہی رہے گا۔ ساری دنیا کو وہ بس پیٹ ہی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کہیں کوئی بڑی سی لاش پڑی ہو۔ جو کئی کتوں کے کھانے کو کافی ہو۔ تو ایک کتا اس میں سے صرف اپنا حصہ لینے پر اکتفا نہ

کرے گا، بلکہ اسے صرف اپنے لیے مخصوص رکھنا چاہے گا اور کسی دوسرے کتے کو اس کے پاس نہ پھٹکنے دے گا۔ اس شہوت شکم کے بعد اگر کوئی چیز اس پر غالب ہے تو وہ ہے شہوت فرج۔ اپنے سارے جسم میں سے صرف ایک شرمگاہ ہی وہ چیز ہے جس سے وہ دلچسپی رکھتا ہے اور اسی کو سونگھنے اور چاٹنے میں مشغول رہتا ہے۔ پس تشبیہ کا مدعا یہ ہے کہ دنیا پرست آدمی جب علم اور ایمان کی رسی چھڑا کر بھاگتا ہے اور نفس کی اندھی خواہشات کے ہاتھ میں اپنی باگیں دے دیتا ہے تو پھر کتے کی حالت کو پہنچے بغیر نہیں رہتا، ہمہ تن پیٹ اور ہمہ تن شرمگاہ۔

## ۲۔ بلکہ کتے سے بھی بدتر

اس سے اگلی آیات میں ایسے انسان کو چوپایوں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے پڑھئے قرآنی الفاظ۔

ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعین لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون

(الاعراف، ۱۷۹)

اور ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے ان کے پاس دل ہیں مگر وہ ان سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر وہ ان سے دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر وہ ان سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے ہوئے

ہیں۔

سورہ الفرقان میں خواہش نفس کے مطیع کے بارے میں فرمایا۔

کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنی  
جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا تو کیا تم  
اس کی نگہبانی کا ذمہ لو گے یا یہ  
سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے یا  
سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے  
بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ۔

ارأيت من اتخذ الهه هوه افانت  
تكون عليه وكيلا ○ ام تحسب  
ان اكثرهم يسمعون او يعقلون ان  
هم الا كالانعام بل هم اضل  
سبيلا ○  
(الفرقان، ٢٣، ٢٤)

سورہ انفال میں ہے۔

بلاشبہ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے  
والوں میں سے وہ بدتر ہیں جو بہرے  
گونگے بن کر نہیں سمجھتے۔

ان شرالدواب عندالله الصم البكم  
الذين لا يعقلون  
(الانفال، ٢٢)

ان آیات قرآنیہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ و رسول کی  
فرمانبرداری سے بھاگنے والے انسان کی انسانیت از خود ختم ہو جاتی ہے اور وہ  
چوپایوں سے بھی بدتر اور گیا گزرا ہو جاتا ہے، کیا چوپایوں میں یہاں بھینس،  
گائے، بکری اور شیر شامل ہیں وہاں کتا و خنزیر شامل نہیں؟ ضرور شامل ہیں اس  
سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا ہے۔

دنیا کا طالب کتا ہے

اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے بھی اسی بات کی نشاندہی اپنے ان الفاظ

میں فرمائی۔

دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے  
ہیں

الدنيا جيفة وطالبها كلاب

۳۔ بگڑا ہوا انسان ذلیل ترین مخلوق

سورۃ التین کے حوالے سے پہلے آپ نے پڑھا کہ انسان کو (ظاہراً و  
باطناً) سب سے اعلیٰ صورت عطا کی گئی ہے مگر ساتھ ہی دوسرا پہلو بھی بیان فرما

دیا۔

پھر ہم نے اسے پستی والوں میں سے  
سب سے زیادہ پستی کی طرف لوٹا دیا  
ہاں جو لوگ ایمان لائے اور نیک  
عمل کیے ان کے لیے نہ ختم ہونے  
والا اجر ہے۔

ثم رددنه اسفل سافلین ○ الا  
الذین امنوا وعملوا الصلحت  
فلهم اجر غیر ممنون  
(التین، ۵-۶)

یہاں ”اسفل سافلین“ کے الفاظ قابل توجہ ہیں، اسفل اسم تفضیل کا صیغہ  
ہے (سب سے پست) یعنی جس سے بڑھ کر پستی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، کھلے  
الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ رب کا نافرمان بندہ تمام مخلوق سے پست اور  
حقیر و ذلیل ہوتا ہے۔

### ۴۔ ناشکرا انسان ظالم ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان گنت اور انمول نعمتوں سے نواز رکھا ہے اس  
کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

اور تمہیں بہت کچھ منہ مانگا دیا اور  
اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو  
گے بے شک آدمی بڑا ظالم ناشکرا  
ہے۔

وانکم من کل ماساً لثموا وان  
تعنوا نعمة الله لا تحصوها ان  
الانسان لظلم کفار  
(ابراہیم، ۳۴)

### ۵۔ انسان ظالم و جاہل ہے

(خلافت ارضی کی) امانت جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں  
پر پیش فرمائی تو انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔  
و حملها الانسان انه كان ظلوما  
جھولا  
مگر اسے انسان نے اٹھ لیا اور وہ  
ظالم و جاہل ہے۔

(الاحزاب، ۷۲)

## شاہ عبدالقادر رقم طراز ہیں

”اللہ تعالیٰ نے خلافت ارضی کی امانت، زمین، آسمانوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی کہ اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کر لیں انہوں نے اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم اس کا حق ادا نہ کر سکیں گے اور اس بار عظیم کی ذمہ داری لینے سے ڈر گئے اور حضرت انسان نے جسے جو ہر عقل اور ارادہ و اختیار کی آزادی عطا کی گئی ہے اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری اپنے سر لے لی واقعی انسان نے اتنا بڑا ذمہ سر لے کر اپنے اوپر ظلم کیا بڑا ہی ناداں ہے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ لگا سکا۔

(تسہیل موضح القرآن، ۵۱۲)

یاد رہے یہاں یہ بات بطور درد و سوز کہی گئی ہے۔

## ۶۔ بے عمل علماء گدھے کی مانند ہیں

اللہ تعالیٰ نے بے عمل علماء کو گدھے کی مثل قرار دیا ہے۔ سورہ جمعہ میں

ارشاد گرامی ہے۔

مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات دی گئی پھر انہوں نے اسے اس گدھے کی طرح اٹھایا جس پر کتابیں لادی گئیں، بری ہے مثال ایسے لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو کامیاب نہیں فرماتا۔

مثل الذین حملوا التوراة ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا بس مثل القوم الذین کذبوا بایت اللہ واللہ لایہدی القوم الظالمین

(الجمعة، ۵۷)

## قرآن اور سگ اصحاب کھف

آئیے ایک ایسے کتے کا تذکرہ کرتے ہیں جو ہم جیسے انسانوں سے کئی درجے افضل ہے۔ قرآن کریم میں ایک سورت ہے جس کا نام ”الکھف“ ہے۔ اس کا

مضمون اصحاب کھف اور ان کے سگ کے بیان پر مشتمل ہے۔ جب اصحاب کھف نے ایمان کی حفاظت کے لیے اپنے علاقے سے ہجرت کی تو ان کے ساتھ ایک کتا بھی شامل ہو گیا۔ جب وہ غار میں جا کر بیٹھے تو کتا غار کے داہنے پر کس طرح بیٹھا قرآن کی زباں سے سنئے۔

وکلہم باسط ذراعیہ بالوصید  
(الکھف، ۱۸)  
ان کا کتا غار کے داہنے پر بازو پھیلا کر بیٹھ گیا

قرآن نے یہاں ان اصحاب کھف کی کیفیات کا تذکرہ کیا وہاں ان کے سگ کی بھی کیفیات کو بیان فرمایا۔

یہ کتا کیسے شامل ہوا؟ اس بارے میں چند آراء درج ذیل ہیں۔

۱۔ چرواہے کے کتے نے اصحاب کھف کا دین اختیار کر لیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ لوگ رات کو نکلے۔

فمروا براء معہ کلب فاتبعہم  
علی دینہم  
(الجامع لاحکام القرآن، ۱۰-۲۲۱)  
وہ ایک چرواہے کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ کتا تھا۔ اس کتے نے اصحاب کھف کی دین میں ان کی اتباع کر لی۔

حضرت عبداللہ کے یہ کلمات نہایت قابل غور ہیں کہ ”اس نے اصحاب کھف کے دین میں اتباع کی۔“ اس سے واضح ہو رہا ہے کہ کتے بھی دین دار ہوتے ہیں اگر آپ تسلیم نہیں کرتے تو اس صحابی رسول سے پوچھئے جو امت میں قرآن کے سب سے بڑے عالم ہیں

۲۔ میں اللہ کے محبوبوں سے پیار کرنے والا ہوں

حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اصحاب کھف ایک کتے کے پاس سے گزرے وہ ان کے ساتھ چل پڑا انہوں نے اسے بار بار بھگانے کی کوشش کی مگر



بھاگنے کے بجائے

فقام الكلب على رجليه ورفع  
يديه الى السماء كهيئة الداعي  
فنطق فقال لا تخافوا مني انا  
احب احباء الله تعالى

اپنے پچھلے قدموں پر کھڑا ہو گیا  
اور ہاتھ آسمان کی طرف کر کے داعی  
کی طرح بول پڑا اور کہنے لگا مجھ سے  
نہ ڈرو میں اللہ تعالیٰ کے محبوب  
بندوں سے محبت کرنے والا ہوں۔

تم سو جانا میں تمہارا پہرہ دوں گا

بات بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔

تم سو جانا میں چوکیداری کا فریضہ ادا  
کروں گا

فنا مواحتى احرسكم  
(القرطبي، ۱۰-۲۴۱)

میں یہاں یہ ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جو انسانیت کے باوجود اپنے  
موتی کے باغی بنے بیٹھے ہیں کاش ہم ایسا کتا ہی بن جائیں۔

قرآن اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والے کتے کا ذکر

یہاں سے اہل اللہ کے مقام سے بھی آگاہی ہوتی ہے کہ جو ان کے ساتھ  
محبت رکھتا ہے اسے برکت نصیب ہوتی ہے خواہ وہ سگ ہی کیوں نہ ہو۔ حضور  
ﷺ کا فرمان ہے۔

اہل اللہ کا ساتھی کبھی بد بخت نہیں  
ہوتا

لايشقى جليسهم

مفسر قرآن شیخ ابن عطیہ کا بیان ہے والد گرامی نے بتایا کہ میں نے ۳۶۹ کو

جامع مصر میں شیخ ابوالفضل الجوهری کو منبر پر دوران خطبہ یہ کہتے ہوئے سنا۔

ان من احب اهل الخیر نال من  
برکتهم کلب احب اهل فضل  
جو نیک لوگوں سے محبت کرے وہ  
اس کی برکت ضرور حاصل کرتا ہے

وجہم فذکرہ اللہ تعالیٰ فی  
محکم تنزیلہ  
(القرطبی، ۱۰-۲۳۲)

ایک کتے نے بزرگوں سے محبت کی،  
ان کی سنگت اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ  
نے اس کا تذکرہ اپنی مقدس کتاب  
میں فرمایا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں

وشملت کلبہم برکتہم فاصابہ ما  
اصابہم من النوم علی تلک الحال  
وهذه فائدة صحبة اخبار الاخيار  
فانه صار لهذا الكلب ذکر خيرو  
شان

(تفسیر ابن کثیر)

امام جلال الدین سیوطی رقم طراز ہیں۔

وكانوا اذا انقلب وهو مثلهم فی  
النوم واليقظة

(جلالین)

اصحاب کھف کی جب کروٹیں بدلی  
جاتیں تو ان کے ساتھ ان کے کتے کی  
بھی کروٹیں بدل جاتیں اور کتا نیند  
اور بیداری میں ان کے ساتھ شامل  
رہا۔

علامہ محمود الوسی "ثلاثة رابعهم کلبہم" کے تحت لکھتے ہیں کہ "ہم ثلاثة  
و کلب" کے بجائے یہ کلمات کہے تاکہ اصحاب کھف کی فضیلت و امتیاز اجاگر ہو۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس  
کتاب میں سب سے گھٹیا حیوان کو  
اصحاب کھف کے ساتھ متصل فرمایا  
بسبب اس برکت کے جو اسے ان  
لوگوں کی وجہ سے حاصل ہوئی جنہوں  
ومن ثم قرن اللہ تعالیٰ فی کتابہ  
العزیز احس الحيوانات ببرکة  
صحابہم مع زمرة المتبقلین الیہ  
المتعکفین فی جوارہ سبحانہ  
(روح المعانی، ب ۱۵: ۲۳۰)

نے اپنے آپ کو سب سے منقطع  
کر کے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بٹھا  
دیا تھا۔

## قرآن اور تذکرہ سگ اصحاب کف

واقعاً قرآن نے جہاں جہاں اصحاب کف کا تذکرہ کیا وہاں وہاں ان کے  
ساتھ دینے والے سگ کا بھی تذکرہ کیا مثلاً جب غار میں ان کے لیٹنے کا ذکر آیا تو  
وہاں کتے کے بارے میں فرمایا۔

وكلبهم باسط ذراعيه بالوصيد  
اور ان کا کتا بازو پھیلا کر چوکھٹ پر  
بیٹھ گیا۔  
(۱ کف، ۱۸)

آگے چل کر جب ان کی تعداد کا ذکر آیا تو فقط اصحاب کف کا ذکر ہی  
نہیں کیا بلکہ ہر دفعہ ان کے کتے کا ذکر بھی کیا پڑھے۔

سيقولون ثلثة رابعهم كلبهم  
اب کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا  
ويقولون خمسة سادسهم كلبهم  
کتا اور کچھ کہیں گے پانچ ہیں چھٹا  
رجم بالغيب ويقولون سبعة  
ان کا کتا بے دیکھے الاوتکا (تیرتکا)  
وثامنهم كلبهم قل ربى اعلم  
بات اور کچھ کہیں گے سات ہیں اور  
بعدهم مايعلمهم الاقليل فلا  
آٹھواں ان کا کتا تم فرماؤ میرا رب  
تعار فيهم الامراء ظاهرا ولا  
ان کی گنتی خوب جانتا ہے انہیں  
تستفت فيهم منهم احدا  
نہیں جانتے مگر تھوڑے تو ان کے  
بارے میں بحث نہ کرو مگر اتنی ہی جو  
ظاہر ہو چکی اور ان کے بارے میں  
(۱ کف، ۲۲)

کسی کتابی سے کچھ نہ پوچھو۔

## سگ اصحاب کف جنتی ہے

اصحاب کف کے سگ کا یہ مقام ہے کہ وہ جنت میں جائے گا۔ حضرت

خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے ہے۔

جنت میں اصحاب کف کے سگ اور  
بلعم کے حمار کوئی چارپایہ داخل نہ  
ہوگا۔

لیس فی الجنة من الدواب  
الاکلب اصحاب الکھف و حمار  
بلعم

(روح المعانی پ ۱۵، ۲۲۶)

علامہ الوسی رقم طراز ہیں۔

سگ اصحاب کف کے بارے میں  
ہے کہ وہ روز قیامت جنت میں  
داخل ہوگا۔

وجاء فی شان کلبھم انه یدخل  
الجنة یوم القیامة (ایضاً)

شیخ اسماعیل حقی رقم طراز ہیں۔

اصحاب کف کا کتا بھی ان کے ساتھ  
مینڈھے کی صورت میں جنت میں جائیگا۔

بامردمان داخل جنت شود در  
صورت کبش

(روح البیان، سورہ کف جلد ۵)

علامہ الوسی کا اہم نوٹ

علامہ الوسی لکھتے ہیں سگ اصحاب کف کا جنتی ہونا خوب مشہور ہے حتیٰ  
کہ بعض شیعہ اپنے بچوں کا نام کلب علی رکھتے ہوئے کہتے ہیں جب سگ اصحاب  
کف جنتی ہے تو کلب علی جنتی کیوں نہ ہوگا (فرمایا) ہم مانتے ہیں مگر یہ شرط  
ہے کہ حضرت علی سے قبول فرمائیں مگر وہ کاٹنے والے کو کیسے قبول کریں گے۔  
ان کے الفاظ یہ ہے۔

سگ اصحاب کف کا جنتی ہونا مشہور  
ہے حتیٰ کہ بعض شیعہ اپنے بچوں کا  
نام کلب علی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں

وقد اشتہر القول بدخول هذا  
الکلب الجنة حتی ان بعض  
الشیعة یسمون ابناء ہم

بكلب على ويومل من سمى  
بذلك للنجاة بالقياس الاولوى  
على ما ذكر وينشد

فتية الكهف نجاكلهم

كيف لاينجو غدا كلب على  
ولعمري ان قبله على كرم الله  
وجهه كلباله نجا ولكن لاظن  
يقبله لانه عقور

(روح المعاني، پ ۱۵-۲۲۶)

امام محمد بن احمد القرطبي کا اہم نوٹ

پہلے آپ نے امام الوسی کا نوٹ پڑھا ہے اب مشہور مفسر قرآن امام محمد

بن احمد قرطبی کا نوٹ بھی ملاحظہ کیجئے۔

میں کہتا ہوں جب صلحا کی صحبت اور  
سنگت سے ایک کتے کو یہ درجہ  
حاصل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا  
تذکرہ اپنی کتاب میں فرما دیا، کیا مقام  
ہو گا ان اہل ایمان کا جو اولیاء صلحا  
سے محبت رکھنے والے ہیں بلکہ اس  
میں ان اہل ایمان کے لیے تسلی و دلاہ  
ہے جو درجات کاملہ سے قاصر ہیں مگر  
نبی گرامی ﷺ اور آپ کی آل  
اطہار سے محبت رکھتے ہیں۔ حدیث

قلت اذکان بعض الکلاب قد نال  
هذه الدرجة العلیا بصحبته و  
مخالطة الصلحاء والاولیا حتی  
اخبر الله تعالیٰ بذلك فی کتابه  
جل وعلا فما ظنک بالمؤمنین  
الموحدین المخالطین المحبین  
للاولیاء والصالحین بل فی هذا  
تسلية وانس للمؤمنین  
المقصرین عن درجات الکمال  
المحبین للنبی ﷺ والہ

صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے  
 ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ  
 مسجد سے نکل رہے تھے ایک شخص  
 مسجد کے دروازے پر عرض کرنے لگا  
 یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟  
 فرمایا تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی  
 ہے؟ عرض کرنے لگا کوئی صدقات تو  
 نہیں کیے ہاں اللہ و رسول سے محبت  
 رکھتا ہوں فرمایا تو اسی کے ساتھ ہوگا  
 جس سے تیری محبت ہے۔ حضرت  
 انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ  
 ﷺ کے اس ارشاد گرامی پر جو  
 ہمیں خوشی ہوئی ایسی خوشی اسلام  
 لانے کے بعد کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔  
 اس کے بعد وجد میں آکر کہنے لگے۔  
 میں اللہ 'رسول' ابوبکر اور عمر سے  
 محبت رکھتا ہوں امیدوار ہوں مجھے  
 ان کی سنگت نصیب ہوگی اے پہ  
 میرے اعمال ان جیسے نہیں ہیں۔ میں  
 کہتا ہوں جو کچھ حضرت انس نے  
 سمجھا اور کہا یہ تمام مسلمانوں کو  
 حاصل ہے ہم آرزو مند ہیں اگرچہ  
 ہمارے پلے کچھ نہیں۔ رحمت رحمن

خیرال روی الصحیح عن انس  
 بن مالک قال بینا انا ورسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ سلم خارجان من  
 المسجد فلقینا رجل عند سدة  
 المسجد فقال یا رسول اللہ متی  
 الساعة؟ قال رسول اللہ ﷺ  
 ما عدت لها قال: ولا صدقة ولكنی  
 احب اللہ ورسولہ قال: فانت مع من  
 احببت فی. رواية قال انس بن مالک فما فرحنا  
 بعد الاسلام فحاشا لمن قول النبی ﷺ  
 (فانت مع من احببت) قال انس  
 فانا احب اللہ ورسولہ و ابابکر و  
 عمر فار جوان اکون معهم وان لم  
 اعمل باعمالہم

قلت وهذا الذی تمسک به انس  
 یشمل من المسلمین کل ذی  
 نفس فکذلک تعلقت اطمانا  
 بذلک وان کنا مقصرین ورجونا  
 رحمة الرحمن وان کنا غیر  
 مستاهلین کلب احب قوما  
 فذکرہ اللہ معهم فکیف بنا  
 عندنا عقد الايمان وکلمة الاسلام  
 وحب النبی ﷺ ولقد کرنا

بنی آدم و حملنا ہم فی البرو  
البحر ورزقنا ہم من الطیبات  
و فضلنا ہم علی کثیر ممن  
خلقنا تفضیلاً

(القرطبی، ۱۰-۲۳۲)

کے ہم بھی امیدوار ہیں اگرچہ اہل  
نہیں۔ کتاب جس نے اصحاب کف سے  
محبت کی۔ اللہ نے اس کا ذکر ان کے  
ساتھ فرمایا۔ ہمارے ساتھ اس کے  
کرم کا عالم کیا ہوگا؟ جبکہ ہمارے  
پاس ایمان، کلمہ اسلام اور محبت نبی  
ﷺ ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہمارے  
بارے میں فرمان ہے ہم نے اولاد  
آدم کو عزت بخشی اور ہم نے انہیں  
نشکی اور تری میں اٹھایا ہم نے انہیں  
پاکیزہ رزق عطا فرمایا اور انہیں بہت  
سی اپنی مخلوق پر فضیلت بخشی۔

## شیخ سعدی اور سگ اصحاب کف

حضرت شیخ سعدی جو مسلمانوں کے نہایت دانشور و دانا شخص ہیں وہ اس  
چیز کو واضح کر رہے ہیں کہ اچھے عقائد و اعمال کے بغیر انسان، کچھ بھی نہیں۔  
فرماتے ہیں۔

پسر نوح بابدان بنششت  
خاندان نبوتش گم شد  
سگ اصحاب کف روزے چند  
پیسے نیکان گرفت مردم شد

(حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بدوں کے ساتھ لگ گیا نبوت کے خاندان  
سے اس کا تعلق ختم ہو گیا، اصحاب کف کا کتا چند دن نیکوں کے ساتھ لگ گیا  
انسان جیسا مقام پالیا) (گلستان باب ۱: ۲۳)

واقعہ پر نوح کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام سے نہ رہا اگرچہ وہ نسبی

بیٹا تھا مگر جب اس نے اپنے رب اور نبی سے بغاوت کر دی تو ارشاد فرمایا اے نوح۔

انہ یس من اہلک یہ تیرے خاندان سے نہیں ہے  
مولوں حافظ حسین لکھوی احوال الاخرت میں لکھتے ہیں۔  
ہک دنبہ اسماعیل دا ڈاچی صالح والی  
سگ اصحاب کہف دا تر یجا جنت جاسن عالی  
اسی طرح انسان اگر اپنے رب کا بنا رہے تو وہ انسان معظم و مکرم ہے  
لیکن جیسے ہی یہ رشتہ ٹوٹے یہ انسان تو کجا وہ کتے و خنزیر سے بھی بدتر ہو جاتا ہے  
جیسا کہ پہلے کتاب و سنت کے حوالے سے گزرا۔

اپنے منہ سے اپنی طہارت و بزرگی جائز نہیں

آگے بڑھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے بھی آگاہی حاصل کر لیجئے  
کہ کوئی بھی اپنے منہ سے اپنی طہارت و پاکیزگی مت بیان کرے۔ سورہ النجم میں  
ارشاد ہے۔

فلا تزکوا انفسکم ہوا علم بمن  
اپنی ذات کی پاکیزگی بیان نہ کیا کرو،  
اتقی اللہ اسے سب سے بہتر جانتا ہے جو  
صاحب تقویٰ ہے۔ (النجم، ۳۲)

وہ سرے مقام پر اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا پاکیزگی اللہ عطا کرتا ہے۔  
الم ترالی الذین یزکون انفسہم بل  
اللہ یزکی من یشاء ولا یظلمون  
ذاتوں کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں بلکہ  
اللہ جسے چاہتا ہے پاکیزگی عطا فرماتا۔  
فتیلا (النساء، ۴۹)

یعنی تکبر اور ریا کے طور پر اپنی ذاتوں کی پاکیزگی مت بیان کرو اگر کسی جگہ  
ضرورت ہے تو بطور تحدیث نعمت بیان کرو۔



## خود فیصلہ کیجئے

ہم نے کتاب و سنت کی تعلیمات کے دونوں پہلو آپ کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ اب فیصلہ کیجئے کہ خوف و خشیت الہی سے لبریز انسان اپنے منہ سے اپنی پاکیزگی و طہارت کا ڈھنڈورا پیٹتا ہوا اچھا لگے گا یا بطور تواضع و انکساری اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے چوپایوں سے بھی بدتر سمجھتے ہوئے اچھا لگتا ہے، اپنے رب کے فیصلہ سے پہلے پہلے انسان کا اپنے آپ کو اشرف المخلوقات میں شامل کرنا بہتر ہو گا یا اپنے آپ کو ظالم و ناشکرا سمجھنا، کیا صاحب تقویٰ آدمی اپنے اعمال پر ناز و فخر کرتا ہوا اپنے آپ کو اعلیٰ و افضل قرار دے گا یا اپنے نیک اعمال پر بھی نادم و شرمندہ ہو کر اپنے آپ کو سب سے پست تصور کرے گا؟ اگر اس کے بعد بھی فیصلہ نہیں کر پاتے اور اعلیٰ کہلوانے کا ہی شوق ہے تو آئیے ہم آپ کو ان لوگوں کے پاس لے کر چلتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق سے افضل و اشرف ہی قرار نہیں دیا بلکہ ان کی شفاعت سے مخلوق کو جنت نصیب ہوگی وہ اپنے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

## خوف الہی کا ایک احسن و عجیب منظر

حضرات انبیا طہیم السلام کے بارے میں ہم سب کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ گناہوں کے نام سے بھی پاک ہیں۔ ان کے اعمال پر اللہ رب العزت فخر فرماتا ہے بلکہ ان کی سیرت و کردار، توحید الہی اور اس کی بھیجی ہوئی شریعت کی سچائی پر سب سے بڑی دلیل ہے۔ جب وہ اپنے مقام عبدیت کا اظہار کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان سے بڑھ کر کوئی گنہگار ہی نہیں۔

## ۱۔ سیدنا آدم علیہ السلام اور طلب معافی

سیدنا آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے جد ہیں، ایک لغزش کی وجہ سے جنت سے باہر آئے۔ اس لغزش کے بارے میں خالق کائنات نے خود اعلان فرمایا

کہ ان کا مقصد اپنے رب کی نافرمانی نہ تھا۔

ولقد عہدنا الی ادم من قبل فنسی  
ولم نجد له عزمًا  
آدم بھول گئے ہم نے ان کا ارادہ  
(نافرمانی) نہ پایا۔

(طہ - ۱۱۵)

مگر دیکھئے وہ معافی کس طرح مانگتے ہیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا  
وترحمنا لنكونن من الخسرین  
اے ہمارے پالتھار ہم نے اپنی جانوں  
پر ظلم کیا اگر آپ ہمیں معاف نہیں  
فرمائیں گے اور رحم نہیں فرمائیں  
گے تو ہم نہایت ہی گھاٹے والے ہو  
جائیں گے۔

(الاعراف، ۲۳)

سوچئے تو سہی یہ کون اپنے آپ کو ظالم کہہ رہا ہے؟

۲- سیدنا کلیم اللہ کی دعاء مغفرت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام و منصب سے کون آگاہ نہیں؟ انبیاء میں  
یہ کلیم اللہ کے درجہ پر فائز ہیں ان سے رب کریم نے بلا واسطہ کلام فرمایا ان کی  
دعا پڑھئے۔

قال رب انی ظلمت نفسی  
فاغفر لی فغفر له انه هو الغفور  
الرحیم  
انہوں نے عرض کیا اے میرے  
پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کر  
لیا ہے پس مجھے معاف فرما دے اللہ  
تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا یقیناً اللہ  
معاف فرمانے والا اور رحم کرنے والا  
ہے۔

(القصص، ۱۶)

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اپنے آپ کو ظالم کہنا تو اضعافاً ہی ہے کیا انبیاء  
علیہم السلام یہ بات نہیں جانتے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے؟

### ۳۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح

حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم سے مایوس ہو کر اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ سمندر میں مچھلی نے آپ کو نگل لیا وہاں آپ نے جو اپنے رب کریم کی تسبیح پڑھی اس کے الفاظ سنئے۔

مچھلی والے جب ناراض ہو کر چلے گئے اور یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے تو انہوں نے تاریکیوں میں یہ کہا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے یقیناً میں ہی ظالم ہوں۔

وذا النون اذ ذهب مغاضبا فظن ان لن نقدر عليه فنا دى فى الظلمت ان لا اله الا انت سبحنک انى کنت من الظلمین  
(الانبیاء، ۸۷)

دوسرے مقام پر قرآن نے بیان کیا۔

اگر مچھلی کے پیٹ میں آپ تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے۔

لولا انه كان من المسبحین للبت فى بطنه الى يوم یبعثون

### اللہ تعالیٰ نے کیوں منع نہ فرمایا

بار بار آپ نے پڑھا اللہ کے نبی اپنے آپ کو ظالم کہہ رہے ہیں۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہیے کہ اگر اس طرح تواضع کا اظہار کرنا خلاف شرع ہوتا تو! اللہ تعالیٰ انہیں منع فرما دیتا کہ میں نے تمہیں اشرف و اعلیٰ بنایا ہے اور گناہوں سے تمہیں معصوم رکھا ہے تم اپنے آپ کو ظالم کیوں کہتے ہو لیکن وہ تو خوش ہو کر ان کلمات پر انہیں اپنے انعامات سے نواز رہا ہے۔

کیا حیوانات سے بدتر کھلوانا اس سے کم تر ہے

پہلے گزرا انبیا علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، ہم سراپا گناہ ہو سکتے ہیں وہ سراپا اللہ کے فرمانبردار اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے والے

ہوتے ہیں ، ممکن ہے اس کے باغی ، سرکش اور شیطان و خواہش کے بندے ہوں ، اب ذرا سوچئے ان کا معصوم ہو کر اپنے آپ کو ظالم کہنا کیا اس سے کم تر ہے کہ ہم سراپا خواہش نفس کے بندے اور گناہ گار ہوتے ہوئے اپنے آپ کو حیوانات سے بدتر کہیں یقیناً انبیا علیہم السلام کی اس میں زیادہ عاجزی و انکساری ہے۔

## تواضع و انکساری کی معراج

وہ مبارک ہستی جسے اللہ تعالیٰ نے مغفرت و بخشش کی ضمانت دیتے ہوئے یہ اعلان فرمایا۔

لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک  
وما تاخر  
بچھلے تمام معاملات کو معاف فرما دیا  
اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور  
(الفتح، ۱)  
ہے۔

ان کے سر اقدس پر شفاعت کبریٰ کا تاج سجایا گیا۔ ان کی شفاعت سے ان گنت گنہگار جنتی بنیں گے۔

آپ کے فرمانے سے صحابہ عشرہ مبشرہ کے درجہ پر فائز ہو گئے ، تواضع و انکساری کی معراج دیکھیے اور سوچئے ہمیں اپنے آپ کو کس سطح پر رکھنا چاہیے۔

قل ما کنت بدعا" من الرسل وما  
ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع  
الاما یوحی الی وما انا الا نذیر  
تم فرماؤ میں کوئی انوکھا رسول نہیں  
اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا کیا  
جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو  
اس کا تابع ہوں جو مجھے وحی ہوتی  
میں

(الاحقاف، ۹)

ہے اور میں نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا۔

## اگر اللہ کی رحمت مجھے نہ ڈھانپ لے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم میں سے کسی کا عمل نجات نہیں دلا سکتا صحابہ نے عرض کیا۔

ولا انت یا رسول اللہ  
آپ نے فرمایا۔

ولا انا الا ان يتغمدني الله منه  
برحمة  
(بخاری و مسلم)

میرا عمل بھی مجھے نجات نہیں دلا سکتا  
اگر اللہ مجھے اپنی رحمت سے نہ  
ڈھانپ لے۔

یہ روایت ان الفاظ میں مروی ہے  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔  
لا يدخل احدا منكم عمله الجنة  
لا يجيره من النار ولا انا  
الابرحة الله  
(مشکوٰۃ المصابیح باب سعة رحمة الله)

تم میں سے کسی کے اعمال اسے جنت  
نہیں لے جاسکتے اور نہ ہی اسے  
دوزخ سے بچا سکتے ہیں یہاں تک کہ  
میرا حال بھی یہی ہے ہاں اگر اللہ کی  
رحمت ڈھانپ لے تو پھر کام بن سکتا  
ہے۔

اب اس کے بعد کون ہے جو عمل پر گھمنڈ کر کے اپنے آپ کو اشرف و  
اعلیٰ تصور کرتا پھرے گا اس بارگاہ الہی میں تو سوائے تواضع اور اعتراف کے بندہ کچھ  
عرض نہیں کر سکتا اسی لیے اہل معرفت نے یہی سبق سیکھا ہے اور خود کو نہایت  
ہی پست سطح پر رکھ کر پیش کیا ہے۔

### ہمیں مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے

کچھ لوگ ان محبوبان بارگاہ الہی کی اس اظہار تواضع و انکساری کو غلط  
پیرایہ میں لے کر ان کی حقارت کا پہلو نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں ان

کا تو بارگاہ خداوندی میں کوئی مقام ہی نہیں حالانکہ یہ ان کا مقام عبدیت و تواضع ہے جس کا اظہار ان کا حق ہی نہیں بلکہ ان کا فریضہ ہے ہم امتی ہیں، ہمیں تو ان کا مقام محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے کیونکہ اصولی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اسے حق حاصل ہے وہ انہیں جو چاہے فرمائے، یہ اس کی مخلوق ہیں، اپنے خالق کی بارگاہ میں اپنے آپ کو جتنی عاجزی کے ساتھ پیش کرنا چاہیں کریں، مگر ہم تو غلام ہیں۔ ہمیں ہمیشہ ان کے ادب و احترام کو قائم رکھنا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بندوں کے تعلق پر گفتگو کرتے ہوئے یہی نصیحت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

اینجا ادبیت کہ لازم است رعایت  
آن و آن اینست کہ اگر از جانب  
حضرت ببعض انبیا کہ مقربان  
درگانہ عتابی و خطابے رود یا از  
جانب ایشان کہ بندگان خاص  
اویند تواضعی و ذلتی و  
انکسارے صادر گردو کہ موہم  
نقص بود مارا نیاید کہ دران  
دخل کنیم و بدان تکلم نمانیم  
(اشعة اللمعات، ۱: ۴۰)

اس مقام پر ایک ادب ہے جس کی رعایت کرنا اور اسے پیش نظر رکھنا نہایت ضروری و لازم ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے مقربین انبیا کو کوئی عتاب و خطاب ہو یا خود یہ اپنے آپ کو ایسی تواضع و انکساری سے اس کی بارگاہ میں پیش کریں جو بظاہر نقص و عیب کا سبب بنے تو ہمارے لیے ہرگز ہرگز مناسب نہیں کہ اس معاملہ میں دخل اندازی کرتے ہوئے اس میں کلام کریں۔

یعنی ہم یہ عقیدہ رکھتے ہوئے خاموشی اختیار کریں کہ یہ بڑوں کا معاملہ ہے ہمیں اس میں نہیں پڑھنا چاہیے اس میں بھی ہزارہا حکمتیں اور راز ہوں گے یہاں تک ہماری رسائی نہیں۔

## صحابہ کرام اور خوف و خشیت الہی

حضرات انبیا علیہم السلام کی تواضع و انکساری خوف و خشیت الہی اور بارگاہ خداوندی میں ان کا اپنے آپ کو ایک عاجز بندے کی حیثیت پیش کرنا آپ نے پڑھا مسئلہ تو اس سے حل ہو جاتا ہے مگر اس کی مزید وضاحت کے لیے صحابہ کرام کی خشیت و خوف الہی کے واقعات درج کرنا ضروری ہے۔

صحابہ کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ سے پوچھئے تو جواب ملے گا وہ ایمان کے اس درجہ پر فائز ہیں کہ ان کے ایمان کو کوئی قرار دیا گیا ہے۔

فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد  
لائے ہو تو وہ ہدایت پانے والے  
اہتدوا

(البقرہ، ۱۳۷) ہیں۔

آئے دیکھیں وہ اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں؟

### ۱۔ کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا

اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنہیں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کا امین فرمایا، اپنے بارے میں کہا کرتے تھے۔

کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا، میرے گھر  
والے مجھے زنج کر لیتے میرا گوشت کھا  
لیتے اور شور بہ پی لیتے۔

وددت انی کبش فذبحنی اہلی

فاکلوا لحمی وحسوا مرقی

(الطبقات الکبریٰ، ۳: ۳۱۳)

### ۲۔ کاش میں راکھ ہوتا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جن سے فرشتے آکر ملاقات کرتے اور ان

پر سلام بھیجتے ان کے بارے میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا کرتے۔

و ددت انی رماد تنورنی الریاح

(الطبقات، ۴: ۲۸۷)

کاش میں راکھ ہوتا جسے ہوائیں اڑا  
لے جاتیں

### ۳- کاش میں روز قیامت نہ اٹھایا جاؤں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جو حضور ﷺ کے مقرب ترین صحابہ  
میں سے ہیں خوف و خشیت الہی کے غلبہ کی بنا پر کہتے ہیں۔

و ددت انی اذا مات لم ابعث  
(الطبقات، ۳-۱۵۸)

کاش مرنے کے بعد مجھے دوبارہ نہ  
اٹھایا جائے۔

امام ابو نعیم نے عامر بن مسروق سے روایت کیا کہ ایک شخص حضرت  
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اصحاب یمین میں سے ہونا  
پسند نہیں بلکہ مجھے اصحاب مقربین میں سے ہونا پسند ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا۔

لکن ہہنا رجل ودلوانہ مات لم  
یبعث

ایک بندہ ایسا ہے جو چاہتا ہے کہ

اسے موت کے بعد اٹھایا ہی نہ

جائے۔

### ۴- میں راکھ ہونا پسند کروں

امام حسن بصری سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا اگر  
مجھے جنت و دوزخ کے درمیان کھڑا کر کے کہا جائے کہ ہم تجھے اختیار دیتے ہیں  
ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لے یا راکھ ہونا پسند کرے تو

لاحبیب ان اکون رمادا  
میں راکھ ہونا پسند کروں گا۔

(الحلیۃ، ۱-۱۳۳)

### ۵- عبداللہ بن روشہ کہا جائے

حضرت ابراہیم التیمی اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت  
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے مجھے ابن مسعود کے بجائے



کاش مجھے روشہ کا بیٹا کہا جائے کاش  
اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرما  
دے۔

لوددت انی دعیت عبداللہ بن  
روثہ وان اللہ غفرلی ذنبا" من

ذنوبی

(المستدرک، ۳-۳۱۶)

۶۔ تم دو بھی میرے پیچھے نہ چلو

آپ کا یہ بھی فرمان ہے۔

اگر تم میرے گناہوں سے آگاہ ہو جاؤ  
تو تم میں سے دو بھی میرے پیچھے نہ  
لگو۔

لو تعلقون ذنوبی ماتبعنی منکم  
رجلان

(شعب الایمان، بیہقی ۳-۱۲۳)

۷۔ کاش میں پتھر ہوتی

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کی برأت میں سورہ نور  
نازل ہوئی، دنیا و آخرت دونوں مقامات پر انہیں حضور ﷺ کی بیوی ہونے کا  
شرف حاصل ہے۔ جن کے حجرہ میں فرشتے اجازت لے کر آئیں۔ ان سے پوچھے  
آدمی اپنے آپ کو کس سطح پر رکھے، کیا اعلیٰ و اشرف ہونے کا اظہار کرے یا  
ادنیٰ و پست ہونے کا؟ حضرت عیسیٰ بن دینار سے مروی ہے کہ آپ نے کہا:  
کاش میں پتھر ہوتی۔

یا لیتنی کنت حجرا

(الطبقات، ۸ = ۷۳)

۸۔ کاش میں درخت ہوتی

حضرت عمرو بن سلمہ سے مروی ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے

فرمایا۔

اللہ کی قسم کاش میں درخت ہوتی۔

واللہ لوددت انی کنت شجرة

## ۹۔ کاش میں مٹی ہوتی

انہی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا  
واللہ لوددت انی کنت مدرۃ  
(الطبقات، ۸-۷۴)

اللہ کی قسم کاش میں مٹی ہوتی۔

## ۱۰۔ کاش میں درخت کا پتہ ہوتی

امام ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ام المومنین نے درخت کی طرف  
اشارہ کر کے فرمایا:  
یالیتنی کنت ورقۃ من ہذہ  
الشجرۃ (الطبقات، ۸-۷۵)

کاش میں اس درخت کا پتہ ہوتی۔

## ۱۱۔ کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے  
وصال کے موقع پر فرمایا۔  
واللہ لودوت ان اللہ لم یکن  
خلقنی شیئاً قط  
(الطبقات، ۸-۷۴)

اللہ کی قسم کاش اللہ تعالیٰ مجھے کوئی  
شے ہی نہ بناتا۔

## ۱۲۔ کاش میں گھاس ہوتی

حضرت محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا:  
یالیتنی کنت نباتا من نبات  
الارض ولم اکن شیئاً مذکوراً  
(الطبقات، ۸-۷۶)

کاش میں زمین کا گھاس ہوتی اور میں  
قابل ذکر شے نہ ہوتی۔

### ۱۳۔ کاش میں درخت ہوتا

امام ابو نعیم نے حضرت حزام بن حکیم رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم وہ جان لو جو موت کے بعد ہونا ہے تو تم پر لذت کھانے نہ کھاؤ، گھروں میں نہ رہو بلکہ ویرانوں کا رخ کر جاؤ اور تمام عمر آہ و زاری میں بسر کرو اس کے بعد کہنے لگے۔

ولو ددت انی شجرة تعصد  
کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ دیا  
(الحلیہ، ۱-۲۱۶)

### ۱۴۔ کاش مجھے زبح کر دیا جاتا

ابن عساکر نے آپ سے یہ کلمات نقل کیے ہیں  
کاش میں دنبہ ہوتا مجھے کسی مہمان  
کے لیے زبح کر دیا جاتا مجھے کھاتے  
اور کھلا دیتے۔  
لو ددت انی کبش لاهلی فمر  
علیہم ضیف فامروا علی  
اوداجی فاکلوا واطعموا  
(کنز العمال، ۲-۱۳۵)

### ۱۵۔ کاش مجھے اللہ بصورت درخت پیدا کر دیتا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے بڑھ کر کائنات میں سچا کوئی نہیں، ساری زندگی جہاد میں گزار دی نہ رہائش بنائی اور نہ کسی طرح کی دنیا جمع کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کی کامل تصویر تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی آپ کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔  
واللہ لو ددت ان اللہ عزوجل یوم  
خلقنی خلقنی شجرة تعصد  
ویوکل ثمرها  
اللہ کی قسم کاش اللہ عزوجل نے جس  
دن مجھے پیدا فرمایا تھا اس دن وہ مجھے  
ایسا درخت بنا دیتا جس کو کاٹ دیا  
جاتا اور اس کا پھل کھایا جاتا۔  
(مصنف لابن ابی شیبہ، ۱۳-۳۳۱)

## ۱۶- کاش میں یہ ستون ہوتا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں صحابہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جو ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو ہم سب سے بڑھ کر آپ کے نقش قدم پر رہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ لے آپ نے اپنے بارے میں یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

لو ددت انی هذه السارية

کاش میں یہ ستون ہوتا

(حیات الصحابة ۲-۶۲۱)

## ۱۷- کاش میں یہ تنکا ہوتا

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظیم شخصیت اور ان کے تقویٰ و زہد کو کون نہیں جانتا؟ جن کے سایہ سے شیطان بھاگ جائے، جس کی زباں سے حق جاری ہو، جس کی رائے پر قرآن نازل ہو، جسے محبوب خدا ﷺ جنتی ہونے کی شہادت عطا فرمائیں ذرا ان کی اپنے خالق و مالک کی بارگاہ اقدس میں عاجزی و انکساری ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عامر سے مروی ہے کہ آپ نے زمین سے ایک تنکا

اٹھایا اور فرمایا۔

کاش میں یہ تنکا ہوتا

لیتنی کنت هذه التبنه

## ۱۸- کاش میں پیدا نہ کیا جاتا

کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا

لیتنی لم اخلق

## ۱۹- کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی

کاش مجھے ماں نہ جنتی۔

لیت امی لم تلدننی

(الطبقات ۳-۳۶۰)

## ۲۰۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور خشیت الہیہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جن کا لقب ذوالنورین، تمام کائنات میں ایسی شخصیت جس کے عقد میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں تھیں، جنہیں دنیا میں بھی جنتی ہونے کی بشارت مل چکی، جن سے آسمانی فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، ان کا خوف و خشیت الہیہ ملاحظہ کیجئے۔

لو انی بین الجنة والنار لا ادری  
الی ایہما یؤتمربی لاخترت ان  
آکون ر ماذا قبل ان اعلم الی ایہما  
اصیر  
اگر مجھے جنت و دوزخ کے درمیان  
لایا جائے اور ابھی مجھے علم نہ ہو کہ  
ان میں سے کس میں جاؤں گا تو میں  
وہاں راکھ ہونا پسند کروں گا۔

(الحلیۃ لابن نعیم، ۱-۶۰)

## ۲۱۔ کاش میں ایک بال ہوتا

امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات اقدس حضرات انبیا علیہم السلام کے بعد سب سے بلند درجہ پر فائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت عطا فرمائی، یہ بھی فرمایا میں نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دنیا میں چکا دیا مگر ابوبکر کے احسانات کا بدلہ روز محشر اپنے رب کریم سے لے کر دوں گا۔ ذرا ان کی خوف و خشیت کی کیفیات پر نظر ڈالیے اس کے بعد اپنے من پر بھی توجہ دیجئے امام احمد بن حنبل نے کتاب الزہد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ کہا کرتے تھے۔

وددت انی شعرة فی جنب عبد  
مومن (منتخب الکنز، ۲-۳۶۱) کاش میں کسی مسلمان کے پہلو کا بال  
ہوتا

## ۲۲۔ کاش میں اونٹ کی مینگنی ہوتا

ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے امام ضحاک سے نقل کیا ہے۔

رای ابوبکر الصدیق رضی اللہ  
 عنہ طیراً واقفاً علی شجرة  
 فقال طوبی لک یا طیر! واللہ  
 لوددت انی کنت مثلک تقع  
 علی الشجر وتاکل من الثمر ثم  
 تطیر ولیس علیک حساب ولا  
 عذاب واللہ لوددت انی کنت  
 شجرة الی جانب الطریق مر  
 علی جمل فاخذنی فادخلنی فاه  
 فلاکنی ثم ازدرنی ثم  
 اخرجنی بعراولم اربشرا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک  
 پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا  
 تو فرمایا اے پرندے تو خوش بخت  
 ہے۔ اللہ کی قسم کاش میں تیری طرح  
 ہوتا درخت پر بیٹھتا، پھل کھاتا پھراڑ  
 جاتا تجھ پر کوئی حساب و عذاب  
 نہیں، اللہ کی قسم کاش میں کسی راستہ  
 کے کنارے درخت ہوتا وہاں سے  
 کسی اونٹ کا گزر ہوتا وہ مجھے منہ  
 میں ڈالتا پھر مجھے چباتا پھر نگل لیتا پھر  
 وہ مجھے میٹگی کی صورت میں نکالتا اور  
 کاش میں انسان نہ ہوتا۔

### ۲۳۔ کاش مجھے گندگی میں ڈال دیا جاتا

ابن فتحویہ الوجہل میں ضحاک بن مزاحم سے نقل کرتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر  
 صدیق رضی اللہ عنہ ایک جگہ سے گزرے۔  
 نظر الی عصفور فقال طوبی لک  
 یا عصفور تاکل من الثمار  
 وتطیر فی الاشجار لاحساب  
 علیک ولا عذاب واللہ لوددت انی  
 کبش یسمنی اہلی فاذا کنت  
 اعظم ما کنت واسمنہ یدبحونی  
 فیجعلون بعضی شواء بعضی

آپ نے چڑیا دیکھی فرمانے لگے تو  
 خوش بخت ہے پھل کھاتی ہے اور  
 درختوں پر اڑتی ہے تیرا کوئی حساب  
 و کتاب نہیں۔ اللہ کی قسم میں چاہتا  
 ہوں میں دنبہ ہوتا مجھے گھر والے  
 خوب پالتے، جب میں خوب بڑا ہو  
 جاتا تو مجھے وہ ذبح کرتے کچھ حصہ

قديداً ثم اكلوني ثم القوني عذرة  
في الحش واني لم اكن خلقت  
بشرا

(حيات صحابه ۲-۱۰۹)

بھون لیتے اور کچھ کو خشک کر لیتے یا  
تمام کو کھا لیتے پھر مجھے بصورت گندگی  
خارج کر کے گندگی میں ڈال دیا جاتا  
کاش میں بطور اسان پیدا نہ کیا جاتا۔

۲۴- میں نے کثیر ظلم کیے

یہاں ایک دعا کا تذکرہ بھی ضروری ہے جس کی تعلیم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو  
خود رسول اللہ ﷺ نے دی کہ اے ابو بکر اپنی نماز میں یہ دعا مانگا کرو۔

اللهم انى ظلمت نفسى ظلما  
كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت  
فاغفرلى مغفرة من عندك  
وارحمنى انك انت الغفور  
الرحيم

(البخارى، باب الدعاء قبل السلام)

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت  
ظلم کیے تیرے سوا کوئی گناہ معاف  
فرمانے والا نہیں، مجھے اپنی خصوصی  
بخشش عطا فرما اور مجھ پر رحم فرما  
بلاشبہ تو ہی پردہ ڈالنے والا اور رحم  
فرمانے والا ہے۔

۲۵- اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے۔

يالىتنى كنت كبش اهلى  
يسمنونى مابداهم حتى  
اذا كنت اسمن ماكون زلرهم بعض  
من يحبون فجعلوا بعضى شواء  
وبعضى قديرا ثم اكلوني فاخر  
جونى عذرة ولم اكن بشرا

(الحلیہ ۱-۵۲)

کہ کاش میں دنبہ ہوتا مجھے گھروالے  
خوب فربہ کرتے مجھے ذبح کرتے کچھ  
بھون لیتے اور کچھ خشک کر لیتے پھر  
مجھے کھا جاتے اور مجھے بصورت گندگی  
نکالتے کاش میں انیان نہ ہوتا۔

حنظله منافق ہو گیا ہے

حضور ﷺ کے ایک صحابی حضرت حنظله بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ ہیں

یہ آپ کے کاتب بھی تھے۔ ان کا بیان ہے ایک دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے آپ نے مجھے پوچھا

کیف انت یا حنظلہ  
میں نے عرض کیا۔  
اے حنظلہ تم کیسے ہو؟

نافق حنظلہ  
حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے

آپ نے فرمایا سبحان اللہ تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا۔

نکون عند رسول اللہ صلی اللہ  
جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
علیہ وسلم یذکرنا بالنار والجنة  
ہوتے ہیں تو جنت و دوزخ کا گویا  
کانارای عین  
مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں۔

مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے گھر جاتے ہیں تو ہماری حالت یہ ہو  
جاتی ہے۔

عافسنا الازواج والاولاد و  
بیویوں، اولاد اور کاروبار میں مشغول  
الضیعات نسینا کثیرا  
ہو کر غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہماری حالت بھی یہی ہے

سیدنا صدیق اکبر نے میری بات سنی تو کہنے لگے۔

فواللہ انالفلقی مثل هذا  
اللہ کی قسم ہماری حالت بھی یہی  
ہے۔

دونوں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

کرنا پڑیے ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کیا۔

نافق حنظلہ یا رسول اللہ  
اے اللہ کے رسول حنظلہ منافق  
ہو گیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حنظلہ ہوا کیا ہے عرض کیا یا رسول اللہ



جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں۔  
آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ فرماتے  
ہیں تو گویا ہم ان کا مشاہدہ کر رہے  
ہیں۔

نکون عندک تذکرنا بالنار  
والجنة كانا راى عين

جب آپ کے پاس سے اٹھ کر گھر جاتے ہیں تو  
بیویوں، اولاد اور کاروبار میں مشغول  
ہو جانے کی وجہ سے غافل ہو جاتے  
ہیں

عافسنا الازواج والاولاد  
والضیعات نسینا کثیرا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بات سن کر فرمایا  
مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس  
کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم  
بہمشہ اسی حالت پر رہو جیسے میرے  
پاس اور ذکر میں ہوتے ہو تو فرشتے  
تمہارے ساتھ بستروں اور راستوں  
میں مصافحہ کریں مگر اے حنظلہ یہ  
مختلف احوال ہیں

والذی نفسی بیدہ لو تدومون  
علی ما تکونون عندی وفی  
الذکر لصافحتکم الملائکة علی  
فرشکم وفی طرقکم ولکن یا  
حنظلہ ساعة وساعة ثلاث مرات  
(المسلم)

اس سے بھی آگے بڑھو اور سنو

حضرت عمر فاروقؓ کا سوال کیا میں منافق تو نہیں ہوں؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کا علم  
سب سے زیادہ عطا فرمایا تھا، یہی وجہ ہے صحابہ منافقین کے بارے میں ان سے  
اکثر پوچھا کرتے تھے، امام شمس الدین ذہبی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ  
کے بارے میں نقل کرتے ہیں۔

وقدنا شده عمر انا من المنافقين  
 و فقال لا ولا از کی احدا بعدک  
 (سیر اعلام النبلا، ۲-۳۶۴)

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت  
 حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا میں  
 منافقین میں شامل تو نہیں؟ انہوں  
 نے کہا ہرگز نہیں لیکن آج کے بعد  
 کسی کا تزکیہ بیان نہیں کروں گا۔

کیا میں ان میں سے ہوں؟

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے ام المؤمنین سیدہ  
 ام سلمہ رضی اللہ عنہما کے ہاں حاضر ہو کر عرض کیا۔ میرے پاس مال و دولت سب سے  
 زیادہ ہے، میں ڈرتا ہوں کہیں ہلاک نہ ہو جاؤں انہوں نے فرمایا بیٹے اللہ کی راہ میں  
 خرچ کیا کرو میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔

ان من اصحابی لمن لا یرانی بعد ان  
 اموت ابدًا  
 کچھ لوگ میرے وصال کے بعد میری  
 زیارت سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو  
 جائیں گے۔

میں یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور انہیں بتایا تو وہ ام  
 المؤمنین کے پاس آئے اور عرض کیا۔

انشدك باللہ امنہم انا؟  
 تمہیں اللہ کی قسم میرے بارے میں بتاؤ  
 کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟

انہوں نے فرمایا

آپ ان میں سے نہیں اور میں آپ کے  
 بعد کسی کی برأت بیان نہیں کروں گی۔

اللہم لا ولن ابری بعدک احد  
 (مسند احمد، ۲۳۱، ۲۳۷)

یہاں چند باتیں نہایت ہی قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کیا حضرت حنظلہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما واقعتاً منافق ہو گئے تھے ہرگز نہیں۔

۲۔ جب وہ منافق نہیں یقیناً نہیں تو پھر کیا وہ غلط بیانی کر رہے ہیں۔

۳۔ غلط بیانی بھی نہیں ورنہ سیدنا ابوبکر ان کی تائید نہ کرتے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تائید نہ کرتے۔

۴۔ نفاق بھی نہیں، غلط بیانی بھی نہیں آخر کیا ہے؟

۵۔ ہر ذی شعور و فہم یہی کہے گا کہ یہ باری تعالیٰ کی بارگاہ میں خوف و خشیت اور تواضع و انکساری کا اظہار ہے۔

۶۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا آدمی بھی کہہ رہا ہے کہ ہماری بھی یہی کیفیت ہوتی ہے کیا معنی ہے اس بات کا؟

۷۔ آخری سوال یہ ہے کہ کیا اپنے آپ کو سگ کہنا برا ہے یا منافق کہنا بدتر ہے؟

یقیناً منافق کہنا بدتر ہے، جب ایسے کلمات بھی بطور خوف و خشیت کہے جاسکتے ہیں جو سگ کہنے بھی بدترین ہیں اور پھر یہ کلمات سیدنا صدیق اکبر اور پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کہے جا رہے ہیں ان دونوں نے اس میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی بلکہ ایسی کیفیت کی تائید کی اور دلاسا دیا فکر نہ کرو ایسی کیفیت دنیا میں ہوتی رہتی ہے۔

جب اپنے آپ کو سگ کہنے والوں پر آپ کا یہ فتویٰ ہے کہ انہوں نے

انسانیت کی تذلیل کی ہے تو ان صحابہ کرام کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہوگی؟ رسول اللہ ﷺ نے انہیں توبہ وغیرہ کا حکم نہیں دیا بلکہ انہیں اطمینان دلایا، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہوگا؟

## غور تو کیجئے

دیکھا سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا بننے کی آرزو کر رہے ہیں؟ کیا یہ انسانیت کی تذلیل ہے ہرگز نہیں بلکہ اپنے رب کا خوف ہے یہ کسی انسان میں جتنا ہوگا وہ اتنا ہی اعلیٰ انسان قرار پاتا ہے، اگر یہ حضرات اپنے آپ کو میٹگنیاں اور گندگی قرار دیتے ہیں تو ہم اگر اپنے آپ کو سگ قرار دیتے ہیں تو کیوں حق بجانب نہ ہوں گے۔

تواضعاً "سگ بننا اور بات ہے

یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ حقیقتاً سگ ہونا اور بات ہے اور تواضعاً "سگ بننا اور کھلوانا اور بات ہے۔ ان دونوں کو یکساں قرار دینا محض جمالت و حماقت ہے مثلاً زید کو اگر شیر کہا جائے تو اس سے اس کا جنگلی شیر بن جانا کہاں لازم آجاتا ہے ہرزی شعور یہی سمجھے گا کہ اس سے مراد زید کا بہادر و نڈر ہونا مراد ہے۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے آپ کو سگ کہتا ہے تو اس سے مراد تواضع و انکساری ہی ہوگا۔

۱۔ اللہ و رسول کا شیر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اللہ و رسول کا شیر قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ میرے پاس جبریل امین آئے انہوں نے بتایا۔

ان حمزہ بن عبدالمطلب مکتوب  
فی اهل السموات السبع اسد  
اللہ و اسد رسوله  
سات آسمانوں پر یہ لکھا ہوا ہے کہ  
حضرت حمزہ اللہ اور اس کے رسول  
کے شیر ہیں۔

(ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ۱۸۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غزوہ حنین کے موقع پر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا چچا حمزہ کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ نے ابو سفیان عطا فرما دیا۔

يقال لابی سفیان بعد ذلك اسد  
 اللہ و اسد الرسول  
 (الطبقات الكبرى، ۴-۵۲)

اس کے بعد حضرت ابو سفیان کو اللہ و  
 رسول کا شیر کہا جاتا رہا۔

## ۲۔ اسد اللہ حضرت علی کا لقب ہے

اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام امت اسد اللہ (اللہ کا شیر) کہتی ہے، خطبات میں آپ کا یہی لقب خصوصی طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔  
 اللہ اور اس کا رسول ہم سے بہتر جانتے ہیں کسی کو کیا قرار دینا ہے، کیا اس سے یہ لوگ انسان نہیں رہے کیا حقیقتاً وہ جنگلی شیر بن گئے، مقصد تو ان کی بہادری کا بیان ہے جو واقعتاً ان میں کاملاً موجود تھی بلکہ تمام دنیا کے شیر ان سے بہادری کی خیرات مانگتے ہیں۔

## ۳۔ اللہ کی تلوار

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار قرار دیا۔  
 سیف من سیوف اللہ اللہ کی تلواروں میں سے تلوار ہیں۔

## ۴۔ اے مٹی کے باپ اٹھ

حضرت سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت علی کو وہاں موجود نہ پایا تو پوچھا بیٹی علی کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ مسجد میں ہیں۔ آپ وہاں تشریف لے گئے دیکھا علی زمین پر لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی چادر پشت سے نیچے گری ہوئی ہے۔

فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمع عن ظہرہ یقول  
 اجلس اباتراب  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پشت سے مٹی جھاڑنا شروع فرمائی اور فرمایا اے مٹی کے باپ اٹھو۔

## اس کنیت کی پسندیدگی

صحابہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کنیت نہایت ہی محبوب و پسندیدہ تھی۔

واللہ ماکان اسم احب الی علی  
منہ لان ماسماہ ایاہ الارسول اللہ  
صلی اللہ  
(بخاری و مسلم)

اللہ کی قسم علی کو اس کنیت سے بڑھ  
کر کوئی نام پسند نہ تھا کیونکہ یہ کنیت  
رسول اللہ ﷺ نے عطا فرمائی  
تھی۔

## ۵۔ اے بلیوں کے باپ

حضور ﷺ کے ایک مشہور صحابی کی کنیت ابوہریرہ ہے ان کا نام  
عبدالرحمن ہے مگر کنیت کے نام سے معروف ہیں یہ کنیت بھی انہیں حضور  
ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔

تو کشتی ہی ہے

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی مہران اور آپ کا لقب سفینہ ہے اس  
سے آپ مشہور و معروف ہیں۔

سعید بن جمعان کہتے ہیں میں نے آپ سے نام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا  
سمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سفینہ  
میں نے عرض کیا

لم سماک  
کشتی نام رکھنے کی وجہ کیا تھی؟

آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ ایک سفر پر نکلے،  
کچھ صحابہ پر سامان اٹھانا مشکل ہو گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔  
ابسط کساک  
اپنی چادر بچھاؤ۔

میں نے چادر بچھا دی۔ تمام صحابہ نے اپنا اپنا سامان اس میں ڈال دیا،  
رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

احمل انما انت سفینة  
سامان اٹھاؤ تم تو کشتی ہی ہو۔

اس دن سے میں سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ (المعارف، ۱۳۶)  
یہاں آپ نے ”انما انت“ کے الفاظ استعمال فرمائے جو حصر کا فائدہ دیتے  
ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ تم کشتی کے علاوہ کچھ نہیں ہو اس کے باوجود کیا ان کی  
انسانیت ختم ہو گئی، کیا ان کی یہ تزییل تھی؟ کیا حبیب خدا ﷺ سے ایسی چیز  
ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔

تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو

ابوطیبہ عبد اللہ بن مسلم، ابن بریدہ سے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت  
بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ  
تھا۔ بعض ساتھیوں کے لیے اپنا سامان اٹھانا دشوار ہو گیا۔

فجعلوا بطرحونه علی فمر بی  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
انت زاملة  
(تاریخ الاسلام للذہبی، ۱-۲۸۳)  
تو انہوں نے مجھ پر سامان ڈالنا شروع  
کر دیا۔ حضور سرور عالم ﷺ  
میرے پاس سے گزرے تو فرمایا تم تو بوجھ  
اٹھانے والا اونٹ ہو۔

۸- تم تو سراپا گلاب ہو

حضرت ابو الورد رضی اللہ عنہ اپنے بارے میں بیان کرتے ہیں مجھے رسول اللہ  
ﷺ نے دیکھا تو خوب سرخ پایا آپ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا:

انت ابو الورد  
تو سراپا گلاب ہے۔

(شرح النہ، ۱۳-۱۸۳)

## ۹۔ ایک صحابی کا لقب حمار ہے

احادیث صحیحہ میں ایک ایسے صحابی کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن کا اسم گرامی عبداللہ اور لقب حمار ہے یہ مضحک النبی (حضور کو ہنسانے والے) ہیں۔ ان روایات کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

ان رجلا علی عهد النبی علیہ السلام کان اسمہ عبداللہ وکان یلقب حمارا وکان یضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان النبی صلی اللہ علیہ قد جلدہ فی الشراب فاوتی بہ یوما فقال رجل من القوم اللهم العنه ما اکثر مایؤتی بہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاتلعنوه فواللہ ما علمت الا انه یحب اللہ ورسولہ

(بخاری، باب بکرہ من لعن الشارب)

یہ روایت مسند ابویعلیٰ میں حضرت عمرؓ سے ہی یوں مروی ہے۔

ان رجلا کان یلقب حمارا وکان یهدی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ العکة من السمن والعکة من العسل فاذا جاء صاحبها یتقاضاه جاء بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ فیقول یا رسول اللہ هذا ثمن متاعہ

ایک شخص جس کا لقب حمار تھا وہ آپؐ کے لیے گھی اور شہد کی پکی لایا کرتا جب دوکاندار اس سے رقم کا مطالبہ کرتا تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آتا اور عرض کرتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اس گھی وغیرہ کی



فمايزيد رسول الله ﷺ على ان  
يتبسم  
اور قيمت ادا کر دیتے۔  
اور قيمت ادا کر دیتے۔ آپ تبسم فرماتے

(مسند ابو يعلى، ۱-۱۶۱)

بزرگان دین نے بھی اپنے آپ کو ہمیشہ کم سے کم اور پست سے پست سطح  
پر رکھا، کبھی بھی انہوں نے اپنی اشرفیت و تکریم کا ڈھنڈورا نہیں پینا کیونکہ  
عاجزی تعلیمات شریعت کا نچوڑ اور اس کی روح ہے ہم یہاں صرف وہی پہلو ذکر  
کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے آپ کو سگ قرار دیا یا اسے بہتر کہا۔

## کاش جامی تیرے کتے کا نام ہوتا

امام عبدالرحمن جامی جو کہ نامور عاشق رسول اور علوم دینیہ کے عظیم فاضل تھے، نفحات الانس اور فوائد ضیائیہ جیسے علمی شہ پاروں کے مصنف ہیں، علمی اور روحانی دنیا میں ان کی شخصیت مسلمہ ہے، سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت لکھنے میں اپنی مثل نہیں رکھتے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن  
ز احوال محمد را خبر کن  
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش  
حدایا ایس کرم بار دگر کن  
جیسی مقبول زمانہ نعت انہی کی ہے، وہ اپنی خواہش و آرزو کا اظہار ان کلمات میں کرتے ہیں۔

سگ را کاش جامی نام بودے  
کہ آمد بر زیانت گاہے گاہے  
(کاش تیرے کتے کا نام جامی ہوتا تاکہ کبھی نہ کبھی آپ کی زباں پر ہی آجاتا)  
دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

پارہ ہائے دل صد بارو ہم مے آرم  
تاشنیدم کہ سگ کوئے تو مہمان شد نیست  
ایک اور مقام پر کہا۔

سگ تو دوش بحالی فغان کنار فی گفت  
خموش باش کہ از نالہ ات بدرد سریم

مگو جامی سگ این استانه نیست  
 مکن زیں دائره بیرونم اے دوست  
 (یہ نہ کہو جامی اس بارگاہ کا سگ نہیں، اے دوست مجھے اس دائرہ سے  
 باہر نہ نکالو)۔

کمترین صید توام، بیش سگان خود فگن  
 (جامی کم تر شکار ہے اسے اپنے سگوں کے سامنے ہی ڈال دو)۔  
 حافظ شیرازی کی سنئے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کنناں  
 ہیں۔

شنید ام کہ سگان را قلادہ مے بندی  
 چرا بہ گردن حافظ نمے نہی رسنے  
 (میں نے سنا ہے آپ نے اپنے سگوں کے گلے میں پٹہ ڈال رکھا ہے تو حافظ کی  
 گردن میں رسی کیوں نہیں ڈال رہے)

امام اہل محبت اور سگ بے ہنر

امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری جنہیں اہل علم مجدد مائتہ حاضرہ  
 کے نام سے یاد کرتے ہیں اسلام کے بارے میں جتنا مطالعہ اس شخصیت کا ہے  
 شاید ہی ان کے دور میں ان کے کوئی ہم پلہ ہو، مخالفین تو ان کے علمی مقام کی  
 گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اور اولیا کی  
 خدمت میں کس طرح پیش کرتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

اف بے حیایاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور  
 ہاں تو کریم ہے تیری خو درگزر کی ہے  
 تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے  
 کیا اور بھی کسی کے توقع نظر کی ہے

جاؤں کہاں، پکاروں کے کس کا منہ تکوں  
کیا پرستش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے  
(حدائق بخشش، ۱۷۸)

ایک اور نعت میں عرض کرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا  
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں  
(حدائق بخشش، ۷۷)

حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہما کی منقبت و شان میں لکھتے ہیں۔  
تجھ سے در در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت  
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا  
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے  
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا  
میری قسمت کی قسم کھا میں سگان بغداد  
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا  
(حدائق بخشش، ۲۳۵)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو

برصغیر کے عظیم عارف کامل حضرت سلطان باہو، شہنشاہ بغداد کا مقام بیان  
کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

سگ درگاہ میراں شوچوں خوابی قرب ربانی  
کہ بر شیراں شرف دارد سگ درگاہ جیلانی  
(اے انسان اگر تو اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتا ہے تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے در کا  
سگ بن جا کیونکہ ان کے در کا سگ شیروں سے بھی زیادہ مقام رکھتا ہے)  
فاضل بریلوی نے بھی ایک مقام پر یہی بات کہی ہے۔

کیا دے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا  
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا  
(حدائق بخشش، ۲۳۳)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سیدنا غوث اعظم  
رضی اللہ عنہ کی ایک منقبت لکھی جس کے دو اشعار یہ ہیں۔

بکن کارم گہ بتوانی غریبم درپریشانی  
جہاں راپیر و پیرانی محی الدین جیلانی  
سگ درگاہ جیلانی بہاء الدین ملتانی  
لقائے دین سلطانی محی الدین جیلانی  
(خم خانہ تصوف، ۶۵)

یعنی بہاء الدین زکریا، شیخ عبدالقادر جیلانی کا ایک سگ ہے۔

### تینڈے در دے کتیاں نال ادب

خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ جن کے کلام سے لوگ ایمان کی جلا حاصل  
کرتے ہیں، اپنے آپ کو کیا مقام دیتے ہیں۔

میں سگ آستاں رسالت ماب کا  
ابن قحافہ کا اور ابن خطاب کا  
عثمان کا علی کا حسن اور حسین کا  
اور خواجگان چشت عالی جناب کا

دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

توڑیں دھوڑے دکھڑے کھانڈری ہاں  
تینڈے نام توں مفت دکانداری ہاں  
تینڈے بانڈیا دی میں بانڈری ہاں  
تینڈے در دے کتیاں نال ادب

ردی کشمیر عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ رقم طراز ہیں۔  
جنہاں عشق قبول نہ کیتا اینویں آگتے  
عشق باجھ محمد بخشا کیا آدم کیا کتے

جس دل اندر عشق نہ رچیا کتے اس تھیں چنگے  
مالک دے در راہی کر دے صابر بھلے ننگے

آپ کے سگ کے ساتھ نسبت بے ادبی ہے

مشہور نعت گو جان محمد قدسی کہتے ہیں۔

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم

زانکہ نسبت بہ سگ کوئے تو شد بے ادبی

(آپ کے سگ کے ساتھ نسبت کر کے شرمندہ ہوں کیونکہ آپ کے سگ

کوچہ کے ساتھ نسبت کرنا بھی بے ادبی ہے)۔

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں۔

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ تیرا اس کی نعش

تو پھر خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

لگے ہے سگ کو تیرے میرے نام سے گو عیب

پر تیرے نام کا لگتا مجھے ہے عز و وقار

امیدیں لاکھ ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ

کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کے تیرے پھروں

مروں تو کھائیں مجھ کو مور و مار

جو یہ نصیب نہ ہوا اور کہاں نصیب میرے  
کہ میں ہوں اور سگان حرم کی تیرے قطار  
بیدم دارٹی کہتے ہیں۔

سگ طیبہ مجھے سب کہہ کر پکاریں بیدم  
یہی رکھیں میری پہچان مدینے والے

الغرض ان گنت اولیا صلحا اور اہل علم و معرفت نے خوف و خشیت الہی  
کے پیش نظر اور تواضع و انکساری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ کو سگ کہا  
ہے، یہ تمام لوگ شریعت سے ہم سے کہیں زیادہ آگاہ و واقف تھے، کیا ان  
لوگوں نے انسانیت کی تذلیل کی ہے، ہرگز نہیں اگر ایسا ہوتا تو ضرور دیگر اہل  
علم اس پہ اعتراض اٹھاتے، امام جامی سے لے کر سیاں محمد بخش رحمہما اللہ تعالیٰ  
تک کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جو اسے انسانیت کی تذلیل تصور کرتے ہوئے اس  
کے خلاف آواز اٹھاتا کیا ساری امت شریعت سے جاہل چلی آ رہی ہے؟ اور  
آج کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جنہیں شریعت کا وہ فہم نصیب ہوا ہے جو آج  
تک کسی مسلمان کو نصیب نہیں ہوا، اگر بات یہی ہے تو ایسے فہم کو پھیلانے مت  
اپنے تک ہی محدود رکھیے کیونکہ تمام مسلمان اس بات سے آگاہ ہیں جو اسلام کی  
معرفت ہمارے اسلاف کو حاصل تھی ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور انہوں  
نے قرآن کی یہ آیت پڑھ رکھی ہے۔

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس  
کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور  
مسلمانوں کی راہ سے جدا رہ چلے ہم  
اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور  
اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور  
کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

ومن يشاقق الرسول من بعد  
ماتبين له الهدى ويتبع غير  
سبيل المومنين نوله ماتولى  
ونصله جهنم وساءت مصيرا  
(النساء - ۱۱۵)

## حضرت عبداللہ بن مسعود اور سگ عمر سے محبت

ہم اپنی بات حضور ﷺ کے مقبول ترین صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس مبارک ارشاد پر ختم کر رہے ہیں، زر بن حبیش سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لقد احببت عمر جبا حتی  
لقد خفت اللہ ولو انی اعلم ان  
کلباً یحبہ عمر لاحببہ ولو ددت  
انی کنت خادماً لعمر حتی  
اموت  
(فضائل الصحابہ للإمام احمد، ۱/۲۳۷)

میں عمر فاروق سے اتنی شدید محبت رکھتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتا ہوں اگر مجھے علم ہو جائے کہ فاروق اعظم کسی کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں اس سے بھی محبت کروں گا۔ میں اپنی موت تک ان کا خادم ہوں۔

جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے محبوب سگ سے صحابہ کی محبت کا یہ عالم ہے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے والے سگ کے ساتھ محبت کا عالم کیا ہوگا۔ اگر ان دلائل کے بعد بھی بات سمجھ نہیں آتی تو نہ آئے بقول محترم بشیر حسین ناظم ہم تو یہی کہیں گے۔

میں سگ کوچہ پیغمبر ہوں آپ جو کچھ بھی ہیں ہوا کیجئے

چوتھی صدی ہجری کے نامور بزرگ امام ابو بکر محمد بن خلف المرزبان (المتوفی ۳۰۹ھ) نے "فضل الکلاب" کے نام سے مستقل کتاب تصنیف کی جو والد کتور محمد عبدالرحمن ویسی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ کتاب کے کل صفحات ۱۱۱ ہیں۔ جو بیروت کے اشاعتی ادارے الیمامہ نے شائع کی ہے۔ اس کے سرورق کا عکس سامنے کے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔



فَضْلُ الْكَلَامِ

عَلَى كَثْرَةِ مَعْنَى الْكَلِمَاتِ

تَأْلِيفُ

الامام العلامة ابي بكر محمد بن خلف المزربان

(الترقي سنة ۳۰۹ هـ = ۹۲۱ م)

تقديم وتحقيق وتعليق

الدكتور محمد عبد الرحمن وسي

البيانات

للطباعة والنشر والتوزيع  
بيروت

المقالة المرضية في الرد على

من ينكر الزيارة المحمدية

بسم الله الرحمن الرحيم

رسول الله ﷺ کی حاضری پر اُمت کا اجماع ہے۔

پہلا شخص جس نے زیارت نبوی ﷺ کے لیے سفر حرام قرار دیا وہ ابن تیمیہ ہے اس کی تردید تمام اُمت نے کی۔

اس دور کے قاضی القضاة امام ابو عبد اللہ محمد سعدی مصری اختائی مالکی (ت: ۷۵۰)

نے اس کے رد میں مختصر جامع مقالہ لکھا، علامہ محمد زاہد کوثری نے اسے تلاش کیا اور شیخ علامہ عزامی نے اسے ”براہین الساطعة“ کے آخر میں اسے شائع کیا۔

ہم عظیم محقق عبدالحق انصاری حفظہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اسے تلاش کیا اور ہمیں اس کے ترجمہ کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ عزیزم میثم عباس رضوی کو سلامت رکھے کہ انہوں نے بڑے شوق سے اسے املا کیا خطبہ کے علاوہ ایک ہی نشست میں اس کا ترجمہ مکمل ہو گیا۔

قارئین دعا کریں اس دور کی باقی چیزیں بھی دستیاب ہو جائیں تاکہ انہیں بھی شائع کر دیا جائے۔

محمد خان قادری غفر اللہ تعالیٰ لہ

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریف اللہ کی جس نے حق کی مدد فرمائی، اس کے میناروں کو قائم رکھا۔  
باطل کو ذلیل اور اس کے معاونین کو پست کیا اور اپنی مخلوق میں سے سیدنا  
و مولانا محمد ﷺ کو چنا اور منتخب کیا اور آپ ﷺ کے وجود سے ہر وجود کو شرف بخشا  
اور ہر موجود پر آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو بلندی عطا کی اور آپ ﷺ کو شاہد، مبشر  
، نذیر اور اپنے اذن سے اللہ کی طرف داعی اور سراج منیر بنایا اور آپ ﷺ کو تمام  
بندوں کی طرف رحمت اور اہل کفر اور عناد کے لیے عذاب بنایا۔

میں حمد کرتا ہوں اللہ کی ان نعمتوں پر جو ان گنت ہیں اور میں شکر کرتا ہوں ان  
نعمتوں پر جنہیں شمار نہیں کیا جاسکتا، میں اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور  
وہ وحدہ لا شریک ہے اور یہ شہادت حق اور یقین کی ہے اور سیدنا محمد ﷺ اس کے برگزیدہ  
بندے اور رسول سید المرسلین، امام المتقین خاتم النبیین، قائد الغر المحجلین (بروز قیامت  
چمکدار پیشانیوں والوں کے قائد) اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اور صحابہ پر ایسے صلوة کا  
نزول فرمائے جو قیامت تک دائمی ہے۔

### حمد و صلوة کے بعد

بندہ جب ابن تیمیہ سے منقول کلام و فتویٰ کے نسخہ سے آگاہ ہوا تو مجھ پر اس کے  
کلام سے صراحتاً اس کا بڑا مقصد واضح ہو گیا وہ یہ ہے کہ قبور انبیاء علیہم السلام، دیگر قبور کی  
زیارت اور اس کی طرف سفر حرام ہے اور اس کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ متفقہ طور پر معصیت  
اور حرام ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے اس منقولہ قول کے جواب کے لیے شرح صدر عطا فرمایا اور میں نے اس کی بدعت اور گمراہی کو مٹانے کے لیے فی الفور لکھا۔  
تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ اس طریقہ پر آسانی عطا فرمائے۔

اس بات کا لکھنے والا شخص خود بھی گمراہ ہے اور گمراہ کر رہا ہے اور وہ خود جہالت کے طریقہ پر چل رہا ہے اور اپنے دعویٰ میں حق سے ہٹا ہوا اور وہ صحیح راہ پر نہیں رہا، وہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اعلانیہ عداوت اور عناد ظاہر کر رہا ہے ان کی قبور اور دیگر قبور کی زیارت کے لیے سفر کو حرام قرار دے رہا ہے اور وہ اس منقول صحیح روایت کا مخالف ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہیں زیارت قبور سے منع کیا کرتا تھا اب تم قبور کی زیارت کیا کرو اور وہاں کوئی غلط بات نہ کرو“ (مسلم: ۲۲۶۰)

تو آپ نے مکلفین سے ممانعت کے بعد اس تنگی کو اٹھالیا۔

اصول یہ بیان کیا گیا ہے کہ نہی کے بعد حکم لزوم کا تقاضا کرتا ہے جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اس حکم کو مباح اور مستحب قرار دیا جائے آپ ﷺ سے یہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ شہدائے اُحد اور بقیع غرقہ میں تشریف لے گئے اور یہ ایسا معاملہ ہے جس کا آئمہ نقل میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو آپ کو اجازت دی گئی اور جب آپ نے اس بارے میں عرض کیا تو قبول کیا گیا۔ (مسلم: ۲۲۵۸)

قائل (ابن تیمیہ) آپ ﷺ کے والدہ کی قبر اور دیگر کی زیارت اور آپ کے اس طرف سفر کو کیا کہے گا؟ اگر وہ اسے تحریم پر محمول کرتا ہے تو یہ خود گمراہ اور کافر ہو جائے گا اور اگر وہ اس کو جواز یا استحباب پر محمول کرتا ہے تو اس پر حجت لازم آئے گی اور وہ پتھر کو لقمہ بنا رہا ہے۔ اور آپ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے بارے میں ایسی احادیث موجود ہیں جو صحیح ہیں اور ان کے علاوہ ایسی احادیث بھی ہیں جو صحت کے درجہ تک نہیں پہنچتی مگر شرعی احکام پر ان سے استدلال جائز ہے اور ان سے ترجیح حاصل ہو جاتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت سے نقول مسلسل، اسی طرح کبار علماء مجتہدین سے بھی ایسی چیزیں موجود ہیں جو اس پر شوق دلاتی ہیں اور اسے مستحب قرار دیتیں ہیں اور اس سفر پر جلدی جانے والے کو قابل رشک بناتیں ہیں حتیٰ کہ بعض نے اسے واجب قرار دیتے ہوئے اور مباح اور مستحب سے اس کے درجہ کو بلند رکھا اور اس پر لوگ قولاً اور عملاً ہمیشہ سے متفق ہیں انہیں اس کے استحباب میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی اس راستے کوئی ہٹا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جو آئمہ ہدیٰ میں سے ایک ہیں جن کی سیرت اور علوم کی اقتدا کی جاتی ہے ان کے بارے میں ہے کہ وہ نبی مصطفیٰ ﷺ کی طرف قاصد کے ذریعے سلام بھیجتے اور اس چیز کو وفا اور حسن سلوک قرار دیتے۔ اور اس میں مقصود پر دلیل بھی ہے اور یہ کافی بھی ہے۔

مسند ابن ابی شیبہ میں آپ ﷺ سے ہے ”جس نے میری قبر کے پاس درود پڑھا میں اسے سنتا ہوں اور جس نے مجھ پر درود سے درود پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے“

(مسند ابن ابی شیبہ، ۶: ۴۱)

امام مسلم نے اپنی صحیح (مسلم) میں اس آدمی کے بارے میں روایت کیا جو اللہ کی خاطر اپنے بھائی کی ملاقات کے لیے سفر کرتا ہے تو فرشتہ اس کے راستے میں کھڑا ہوتا ہے اور اس زیارت کرنے والے کو آگاہ کرتا ہے کہ اس بھائی کی زیارت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس سے محبت کر رہا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ”ایک آدمی جب دوسرے دیہات میں اپنے بھائی کی زیارت کے لیے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے راستے پر ایک فرشتہ کو کھڑا کرتا ہے جب وہ وہاں پہنچتا ہے تو وہ پوچھتا ہے کہ تو کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ وہ بتاتا ہے کہ اس قریہ میں میرا بھائی ہے میں وہاں جا رہا ہوں وہ پوچھتا ہے کہ کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ تو بتایا کہ نہیں میں صرف اسے اللہ کی خاطر چاہتا ہوں، فرشتہ کہتا ہے میں تیری طرف اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوں اللہ تعالیٰ تجھ سے اس طرح پیار کرتا ہے جس طرح تو اس بھائی کے ساتھ اللہ کی خاطر محبت کرتا ہے“

(مسلم: ۶۵۳۹)

موطا امام مالک بن انس رحمہ اللہ و رضی عنہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”میری خاطر محبت کرنے والوں کے لیے، میری خاطر بیٹھنے والوں کے لیے میری خاطر ملاقات کرنے، اسی طرح میری خاطر خرچ کرنے والے کے لیے میری محبت ثابت ہوگئی“

(باب ماجاء فی المتحابین فی اللہ)

امام ابو نعیم نے ”حلیۃ الاولیاء“ میں میمون بن سیاہ سے نقل کیا، اس میمون سے بخاری نے روایت لی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کیا کہ ”کوئی مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بھائی کی زیارت کے لیے آتا ہے

تو آسمان سے ایک منادی آواز دیتا ہے تجھے مبارک ہو کہ تیرے لیے جنت کی خوشخبری ہو کیونکہ اللہ عزوجل اپنے عرش کی ملکوت میں فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری خاطر زیارت کی اور مجھ پر اس کی مہمان نوازی ہے اور ہرگز اللہ تعالیٰ جنت سے کم مہمان نوازی پر راضی نہیں ہوتا“

(حلیۃ الاولیاء، ۳: ۱۲۷)

میرے بھائی، تم نے اپنے بھائیوں کی زیارت کی فضیلت اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کی صورت میں زیارت کرنے والوں کے لیے تیار رکھی ہے جان لی تو کیا مقام ہوگا اس ذات کی زیارت کا جو ثقلین کے امام اور دارین میں زندہ ہیں جن کی حرمت اللہ تعالیٰ نے وصال کے بعد بھی اسی طرح رکھی ہے جو ظاہری حیات میں تھی اور آپ ﷺ کے شرف میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اوصاف جمیل عطا کیے ہیں اور آپ ﷺ کی ہدایت کی برکت سے ہی صراط مستقیم کی راہ ملتی ہے اور شیطان رجیم سے ہم محفوظ ہیں۔

اس قائل (ابن تیمیہ) نے یہ ذکر کیا ہے کہ زیارت نبی مصطفیٰ ﷺ کے لیے سفر معصیت ہے اور اس میں نماز کا قصر کرنا حرام ہے یہ امر عظیم کا مرتکب ہوا ہے جس میں اس نے آئمہ وقت اور کبار علماء کی مخالفت کی ہے اس کی گفتگو کا تقاضا یہ ہے کہ اس نے اس سفر زیارت اور قتل نفوس کے لیے سفر کے درمیان مساوات پیدا کر دی ہیں اور اس پر اسے برا بیچنے کرنے والی چیز اس کا برا عقیدہ اور الٹا ذہن ہے یہ اس شخص کی طرح ہے جسے اللہ نے اس کے علم پر اسے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگائی اور اس کی آنکھوں پر پردہ کر دیا کہ اس کا دل حق کو دل پر اترنے والی ظلمت اور قساوت کی وجہ سے قبول نہیں کرتا۔

واضح رہے زیارت ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے بغیر متصور نہیں ہوتی  
 اگرچہ یہ چیز زمین پر چلنے سے ہو یا اڑان سے ہو اس کے بغیر اس کے حصول کو اذہان  
 قبول نہیں کرتے اور اس کا ماننا سوائے بکو اس کے کچھ نہیں کیونکہ زائر پر زائر کا اطلاق  
 اس کی حرکت اور انتقال اور اس کی جگہ سے نکلنے اور کوچ کرنے کے بعد ہی ہوتا ہے تو  
 قربت کی طرف سفر حرام اور معصیت کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ مقصد اور مطلوب عظیم  
 طاعت ہے تو زیارت کی طرف سفر کا تعلق طاعات کے باب ذرائع سے ہے جیسے  
 مساجد اور جماعت کے لیے چلنا کاش یہ قائل جان لیتا جو اس کی گفتگو میں خطا اور  
 پھسلنا ہے اور اس کی گفتگو تضاد اور خلل پر مشتمل ہے تو علماء کے سامنے اپنی بری بات  
 ظاہر نہ کرتا اور اپنے پر پردہ ڈالے رکھتا کیونکہ اس نے متعدد آئمہ سے جواز زیارت نقل  
 کیا جن کی طرف علوم دین میں رجوع کیا جاتا ہے، وہ زہد اور تقویٰ میں مشہور ہیں اور  
 ان کے مخالف کو شمار نہیں کیا جاتا۔ اور نہ ہی ان کے علاوہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔  
 اور اس نے عدم جواز نقل (بشرطیکہ اس کی نقل صحیح ہو) یہ اس سے نقل کیا ہے جن  
 پر نہ اعتماد کیا جاتا ہے اور نہ اسے قابل التفات (توجہ) سمجھا جاتا ہے بلکہ وہ بھی اس  
 غلطی اور سرکشی میں اسی قائل کے ساتھ متصل ہوگا اور یہ جرأت ہے انبیاء کے مرتبے پر  
 جو سراسر گھانٹے کا موجب ہے اور آخر کلام میں جو اس نے حرام ہونے پر اجماع کا  
 دعویٰ کیا ہے یہ اس کی سابقہ گفتگو سے متضاد ہے جو اس نے پہلے بات کہی تو یہ اللہ کی قسم  
 اس کی دیوانگی یا اللہ کی طرف سے اس پر کوئی سزا ہے جب اس نے پہلے کبار آئمہ سے  
 خلاف کی تصریح کی تو اس کے بعد امت کے اجماع کا دعویٰ کیا۔



قاضی امام عیاض (جن کے علوم کے سمندر سے فیض پایا جا رہا ہے) نے لکھا کہ  
 ”زیارت نبوی ﷺ ایسی سنت ہے جس پر اتفاق ہے اور ایسی فضیلت ہے جس کی  
 طرف جلدی جانے والے کے لیے رغبت ہے“  
 (الشفاء، ۲: ۸۷)

پھر اس کے دعویٰ سے یہ لازم آیا کہ اس کی حرمت و حرام ہونے پر اجماع ہو،  
 صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء مجتہدین اس اجماع کو توڑنے والے ہوں اور  
 حرام کو پختہ کرنے پر مصر اور وہ ایسے فتاویٰ کے مرتکب ہوں جن پہ اقدام جائز نہیں اور  
 وہ گمراہی پر جمع ہو کر اندھے پن اور جہالت کا شکار ہو جائیں۔

اس قائل کے بہت سے مسائل ہیں جس میں اس نے اجماع کو توڑا ہے ایسے  
 فتاویٰ ہیں جن کے ذریعے اس نے ان چیزوں کو مباح کیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے  
 حرام قرار دیا ہے (یہ مسئلہ طلاق کی طرف اشارہ ہے) اور یہ تنقیص انبیاء اور مقامات  
 صحابہ اور اولیاء کو کم کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس نے اپنے دعویٰ اور قول میں یقینی طور پر  
 تنقیص انبیاء کی ہے لہذا اس کے خلاف کھڑا ہونا اور شریعت اسلامیہ کی تلوار کا قصد کرنا  
 اور اس کی گفتگو کی وجہ سے جو اس کے جرم پر سزا ہوئی ہے اس پر قائم کرنا انبیاء اور  
 مرسلین کی نصرت ہے تاکہ یہ عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے عبرت بنے اور دیگر  
 سرکشوں کے لیے زجر و توبیخ بن جائے۔ الحمد للہ رب العالمین

8.12.2010 کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے

مسجد رحمانیہ شادمان بوقت رات ۱۰:۰۰

یہ ترجمہ مکمل ہوا

# فہرست

## مقالہ ۱: نور سے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا

- ۵ نور سے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا
- ۶ حقائق کے خلاف بلکہ دھاندلی
- ۷ اہلسنت کا موقف
- ۷ نور سے مراد ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۷ ۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
- ۸ ۲۔ امام طبری
- ۹ ۳۔ امام ابولیت سمرقندی
- ۹ ۴۔ امام ابوالحسن ماوردی کی رائے
- ۹ ۵۔ امام واحدی کی تفسیر
- ۱۰ ۶۔ امام ابواسحاق ثعلبی
- ۱۰ ۷۔ امام ابو محمد بغوی
- ۱۱ ۸۔ امام ابن عطیہ اندلسی
- ۱۱ ۹۔ امام ابن جوزی
- ۱۱ ۱۰۔ مفسرین کے سربراہ امام رازی کی تفسیر

- ۱۲ - امام سلمی شافعی
- ۱۲ - امام قرطبی کی رائے
- ۱۳ - امام بیضاوی کی رائے
- ۱۳ - امام نسفی
- ۱۳ - امام خازن
- ۱۴ - شیخ ابن تیمیہ
- ۱۴ - امام نظام الدین نیشاپوری
- ۱۸ - امام ابو حیان اندلسی
- ۱۹ - شہاب الدین خفاجی
- ۲۰ - علامہ حقی
- ۲۱ - شیخ محمدی
- ۲۲ - امام تغلبی
- ۲۳ - قاضی پانی پتی
- ۲۴ - امام صاوی
- ۲۵ - قاضی شوکانی
- ۲۶ - علامہ آلوسی
- ۲۷ - علامہ قاسمی
- ۲۸ - علامہ بھوپالی
- ۲۹ - علامہ عثمانی

|    |  |
|----|--|
| ۱۹ | ۳۰۔ شیخ حوی                                    |
| ۱۹ | ۳۱۔ علامہ ابو محمد حقانی                       |
| ۱۹ | ۳۲۔ شیخ صدیقی کاندھلوی                         |
| ۲۰ | ۳۳۔ علامہ رشید رضا                             |
| ۲۰ | ۳۴۔ شیخ مراغی                                  |
| ۲۱ | ۳۵۔ شیخ شبیبہ الحمد                            |
| ۲۱ | ۳۶۔ امام اجزی کلبی                             |
| ۲۱ | ۳۷۔ شیخ ہروی شافعی                             |
| ۲۲ | ۳۸۔ امام ابو عمر بن عابد مشقی                  |
| ۲۲ | ۳۹۔ امام برہان الدین بقاعی                     |
| ۲۲ | ۴۰۔ امام ابو المسعود عمادی                     |
| ۲۲ | ۴۱۔ امام سیوطی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>   |
| ۲۲ | ۴۲۔ امام تغلبی مالکی                           |
| ۲۳ | ۴۳۔ امام محمد بن عادل دمشقی                    |
| ۲۳ | ۴۴۔ امام برہان الدین بقاعی                     |
| ۲۳ | ۴۵۔ امام ابوالسعود عمادی                       |
| ۲۴ | امام سیوطی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small>       |
| ۲۴ | امام تغلبی مالکی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> |
| ۲۴ | اپنے اکابرین کی بھی سن لیجیے                   |

- ۲۴ ۱۔ قاضی شوکانی
- ۲۵ ۲۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی
- ۲۵ ۳۔ شیخ ابن تیمیہ
- ۲۵ ۴۔ قاضی سلیمان منصور پوری
- ۲۵ ۵۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری
- ۲۶ ۶۔ مولوی وحید الزمان حیدر آبادی
- ۲۶ ۷۔ حافظ محمد لکھوی
- ۲۶ معتزلہ اہل بدعت کی رائے
- ۲۶ زخشری کی تفسیر
- ۲۷ یہ موقف ضعیف ہے
- ۲۷ ضمیر کا معاملہ
- ۲۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد کیوں نہیں ہو سکتے؟
- ۲۸ دونوں کا وصف ایک ہے
- ۳۱ پہلا اعتراض
- ۳۵ مخالفین کی گواہی
- ۳۶ حدیث نور کی بازیافت
- ۳۷ پانچویں بات کا رد
- ۳۸ چھٹی بات کا رد
- ۳۸ محدثین اور احادیث میں موافقت

## مقالہ ۲: رفعت ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۹

لفظ لك کی افادیت

۵۰

آپ بلند یوں نہیں بلکہ مالک ہیں

۵۲

رفعت آپ کے ذکر ہی سے نصیب ہوتی ہے

۵۳

رفعت ذکر کی صورتیں

۵۴

جب بھی اللہ کا ذکر ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوگا

۵۴

اے محبوب تیرے ذکر کے بغیر میرا ذکر ایمان نہیں بنتا

۵۴

اذان اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

۵۵

کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی بغیر اذان نہیں گزرتا

۵۶

اے محبوب تیرے ذکر کو میں اپنا ذکر قرار دیتا ہوں

۵۹

کائنات کے ہر ذرے پر اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے

۶۰

عرش اعظم کی زینت نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۶۰

جنت کے دروازے پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۶۲

پتہ پتہ بوٹا بوٹا نام تمہارا جانے ہے

۶۲

لوح محفوظ کی پیشانی کا جھومر۔۔۔ اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۶۳

ہر شے جو مصروف تسبیح ہے، اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مزین ہے

۶۴

اب تیرا نام بھی آئے گا میرے نام کے ساتھ

۶۵

وللاخرة خير لك من الاولى بھی رفعت ذکر کا ایک نظارہ ہے

۶۶

## مقالہ ۳: درود و سلام کی فضیلت

|    |   |
|----|---|
| ۷۱ | کتاب اور مصنف کتاب                        |
| ۷۲ | نام                                       |
| ۷۲ | منصب قضا                                  |
| ۷۲ | علمی مقام                                 |
| ۷۲ | امام بخاری کے ہم عصر اور ہم شیخ           |
| ۷۲ | درود شریف پر پہلی کتاب                    |
| ۷۳ | السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته |
| ۷۳ | مزار اقدس کومس کرنا                       |
| ۷۳ | بوقت حاضری قبلہ کی طرف پشت کرنا           |
| ۷۴ | ترجمہ کتاب                                |

## مقالہ ۴: تحفہ درود و سلام

|     |                 |
|-----|-----------------|
| ۱۰۷ | ابتدائیہ        |
| ۱۰۷ | سب سے پہلی کتاب |
| ۱۰۸ | دوسری کتاب      |
| ۱۰۸ | مصنف کا تعارف   |
| ۱۰۸ | دیگر تصانیف     |
| ۱۰۹ | کتاب کا ترجمہ   |

- ۱۰۹ کتاب کی طباعت
- ۱۱۱ صحابہ کو صلوة و سلام کی تعلیم
- ۱۲۳ روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریب شخص
- ۱۲۳ ہر جگہ سے تمہارا درود و سلام مجھ کو پہنچتا ہے
- ۱۲۵ درود نہ پڑھنے والا بخیل ہوتا ہے
- ۱۲۵ اللہ کی طرف سے درود و سلام
- ۱۲۶ دس درجات بلند
- ۱۲۷ دس گناہ معاف
- ۱۲۸ درود کفارہ ہے
- ۱۲۸ درود زکوٰۃ ہے
- ۱۲۸ دس نیکیاں بھی
- ۱۳۲ دس غلاموں کی آزادی
- ۱۳۳ ہر وقت درود و سلام
- ۱۳۵ صبح و شام درود و سلام
- ۱۳۵ جمعہ کے دن درود و سلام
- ۱۳۷ درود نہ پڑھنے والا برباد ہو جائے
- ۱۳۸ دیگر رسولوں پر سلام
- ۱۳۹ آپ کے لیے مقام و سیلہ کی دعا پراجر
- ۱۴۰ اذان کے بعد دعائے وسیلہ



- ۱۴۲ مسجد میں آتے جاتے درود و سلام
- ۱۴۲ وضو اور درود و سلام
- ۱۴۳ کان کے سن ہونے پر درود
- ۱۴۳ دعا اور درود و سلام
- ۱۴۳ درود و سلام بھولنے والا جنت کا راستہ بھول گیا
- ۱۴۴ اجتماع اور درود و سلام
- ۱۴۵ غیر نبی کے لیے دعا
- ۱۴۷ مقالہ، ۵: حدیث تو سل آدم علیہ السلام ہرگز موضوع نہیں
- ۱۴۹ اہل بدعت کا انکار
- ۱۵۰ متعصب کا شبہ
- ۱۵۱ چند امور کا تذکرہ
- ۱۵۱ امر اول، ابن حبان کی طرف سے نسبت غلط ہے
- ۱۵۱ امر ثانی، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ راوی نہیں
- ۱۵۲ اخراج اور خراج میں فرق
- ۱۵۲ امر ثالث: لفظ جد ہضم کر لیا
- ۱۵۳ امر رابع: الفاظ حدیث میں کمی بیشی
- ۱۵۴ امر خامس
- ۱۵۵ امر سادس: امام حاکم پر حملہ

|     |   |
|-----|---|
| ۱۵۵ | امرسابع: حافظ ابن حجر کی تحقیق                    |
| ۱۵۶ | امام سیوطی <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی گفتگو |
| ۱۵۶ | امرثامن   |
| ۱۵۸ | قابل توجہ چند امور                                |
| ۱۵۸ | امراول  |
| ۱۵۹ | امرثانی   |
| ۱۵۹ | دوسری دلیل  |
| ۱۶۰ | امرثالث   |
| ۱۶۰ | امررابع   |
| ۱۶۰ | امرخامس   |
| ۱۶۱ | امرسادس   |
| ۱۶۱ | امرسابع   |
| ۱۶۲ | امرثامن   |
| ۱۶۳ | امرتاسع   |
| ۱۶۷ | امرعاشر   |
| ۱۶۷ | اس پر دلیل  |
| ۱۶۸ | گیارہواں امر                                      |
| ۱۶۸ | بارہواں امر                                       |
| ۱۷۰ | اس پر چھ دلائل                                    |

|     |   |
|-----|---|
| ۱۷۷ | ایک اور شاہد  |
| ۱۸۰ | ایک اور بات پر تنبیہ                                |
| ۱۸۳ | مقالہ، ۶: ارضِ خدا ملکیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم |
| ۱۸۷ | محتاج ہے ساری خدائی تیرے در کی                      |
| ۱۸۸ | شرق و غرب کے جن و انس کی ذمہ داری                   |
| ۱۸۹ | احادیث مبارکہ                                       |
| ۱۹۳ | آئمہ اُمت کی آرا                                    |
| ۱۹۷ | رب ہے معطیٰ یہ ہیں قاسم                             |
| ۱۹۷ | میں خازن ہوں  |
| ۲۰۱ | حذف مفعول کی وجہ سے عموم                            |
| ۲۰۱ | عموم پر دو دلائل                                    |
| ۲۰۸ | حضرت تمیم داری کا واقعہ                             |
| ۲۱۰ | امام غزالی کا فتویٰ                                 |
| ۲۱۰ | حدیث مبارکہ سے تائید                                |
| ۲۱۲ | امام شعرانی اور قسطلانی کی تائید                    |
| ۲۱۲ | امام ابن العربی اور سبکی کی تائید                   |
|     | مقالہ، ۷: مسئلہ ترک                                 |
| ۲۲۱ | انتساب  |

|     |   |
|-----|---|
| ۲۲۲ | ضرورت مقالہ   |
| ۲۲۳ | عالم اسلام کا عظیم محدث و مفکر                                    |
| ۲۳۲ | حکم شرعی کے کہتے ہیں؟   |
| ۲۳۲ | فرض یا واجب   |
| ۲۳۲ | حرام  |
| ۲۳۳ | مندوب   |
| ۲۳۳ | ترک کی تعریف  |
| ۲۳۳ | ترک کی وجوہ   |
| ۲۳۴ | عادة ترک فرما دیا ہو  |
| ۲۳۴ | نیساناً ترک فرمایا ہو   |
| ۲۳۴ | امت پر فرض ہونے کے خوف کے پیش نظر ترک فرمایا ہو                   |
| ۲۳۴ | آپ نے اس کی ضرورت ہی محسوس نہ کی ہو                               |
|     | عمومی آیات یا حدیث کے حکم کے تحت داخل                             |
| ۲۳۵ | ہونے کی وجہ سے ترک فرمایا ہو                                      |
| ۲۳۵ | اس لیے ترک فرمایا ہو کہ کہیں نو مسلم لوگوں کو غلط فہمی پیدا نہ ہو |
| ۲۳۵ | ترک، حرام ہونے پر دلیل نہیں ہوتا                                  |
| ۲۳۶ | امام ابو سعید بن لب اور ضابط                                      |
| ۲۳۶ | شیخ ابن حزم کی تائید  |
| ۲۳۸ | اس کے ضابط ہونے پر دلائل  |

- ۲۳۹ غیر پسندیدہ اقوال
- ۲۴۰ ابن تیمیہ کی گفتگو
- ۲۴۰ تحقیقی رد
- ۲۴۱ یہ حدیث صحیح ہمارے موقف کے خلاف نہیں
- ۲۴۲ ترک کا تقاضا کیا ہے؟
- ۲۴۳ اشتباہ کا ازالہ
- ۲۴۴ عیدین کے لیے اذان کا بدعت، ہونا مسلمہ ہے مگر دو مسائل میں التباس
- ۲۴۴ مذکورہ قاعدہ کا احادیث سے ثبوت
- ۲۴۶ تمتہ کلام
- ۲۴۷ ترک کی مثالیں
- ۲۶۹ مقالہ، ۸: آثار رسول کی عظمتیں
- ۲۷۳ سیدنا ابو بکر صدیق کی نسبت مصطفیٰ سے محبت
- ۲۷۳ حضرت علی کی تبرکات مصطفیٰ سے محبت
- ۲۷۳ اس میت کی تفصیل شدہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی یوں فرماتے ہیں
- ۲۷۴ ام المؤمنین حضرت زینب بنت جیش کی تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
- ۲۷۴ خادم رسول حضرت انس بن مالک کی آثار شریفہ سے محبت
- ۲۷۵ امام محمد بن سیرین تابعی اور تبرک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
- ۲۷۵ کفن بھی اس مبارک پسینہ سے معطر ہوا

- ۲۷۶ حضرت معاویہ کی آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
- ۲۷۷ یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے میں کفن دیجیے
- ۲۷۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی کا کفن کے لیے چادر مانگنا
- ۲۷۸ ایک صحابی کا آثار شریفہ سے محبت
- ۲۷۸ حضرت ابو محمد ورہ الجمعی اور نسبت مصطفیٰ کا ادب
- ۲۷۹ حضرت خالد بن سعید بن العاص اور آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۷۹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک میرے کفن میں رکھ دینا
- ۲۸۰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تبرکات خود بھی تقسیم فرمائے
- ۲۸۰ ساری دنیا ایک طرف نسبت محبوب ایک طرف
- ۲۸۰ تبرکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر اور خالد بن ولید
- ۲۸۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی بے ادبی کفر ہے
- ۲۸۱ نسبت کے لیے شہرت ہی کافی ہے
- ۲۸۱ خصوصاً نعلین شریف کے متعلق صحابہ کرام اور بزرگوں کے اقوال
- ۲۸۱ حضرت عبداللہ بن مسعود اور نعلین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۸۱ نعلین شریف کے نقش کی برکات
- ۲۸۱ درد کافی الفور ختم ہو جانا
- ۲۸۲ خزینہ برکات و دافع البلیات
- ۲۸۲ نظر اور جادو سے نجات

- ۲۸۲ زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ
- ۲۸۲ حفظ و امان کی ضمانت
- ۲۸۲ وقار و عزت کا حصول
- ۲۸۳ شفا کے بیماریاں
- ۲۸۳ ساری دولت نعلین شریف پر تصدق
- ۲۸۴ اہل دمشق مصائب کے وقت اس نعلین پاک کی طرف رجوع کرتے
- مقالہ، ۹: اسلام اور خدمت خلق
- ۲۸۹ پیش لفظ
- ۲۹۱ اسلام اور خدمت خلق
- ۲۹۲ ۱۔ مسلمان سے تکلیف دور کرنا
- ۲۹۲ ۲۔ تنگ دست کے لیے آسانی پیدا کرنا
- ۲۹۳ ۳۔ مسلمان کے عیوب پر پردہ
- ۲۹۳ ۴۔ مسلمان بھائی کی مدد
- ۲۹۴ دس سالہ اعتکاف سے بہتر
- ۲۹۵ چکھتر کا دعا کے لیے تقرر
- ۲۹۵ ہر قدم پر گناہ معاف اور درجہ بلند
- ۲۹۶ گناہوں سے پاکیزگی
- ۲۹۶ روز قیامت ثابت قدمی

|     |  |
|-----|--|
| ۲۹۷ | اللہ کے عذاب سے محفوظ                      |
| ۲۹۷ | دوزخی کے لیے شفاعت                         |
| ۲۹۸ | نعمتوں کا چھن جانا                         |
| ۲۹۸ | بھوکے کو کھانا کھلانا                      |
| ۲۹۹ | سب سے بہتر اسلام                           |
| ۲۹۹ | جنت میں اعلیٰ رہائش                        |
| ۳۰۰ | گناہ جھڑتے ہیں                             |
| ۳۰۰ | سب سے افضل صدقہ                            |
| ۳۰۰ | جنت کے خصوصی دروازہ سے داخلہ               |
| ۳۰۱ | دخول جنت کا سبب                            |
| ۳۰۱ | لقمہ پہاڑ کی مانند                         |
| ۳۰۱ | کھانا کھلانے سے تین آدمی جنتی              |
| ۳۰۲ | اللہ تعالیٰ فخر فرماتا ہے                  |
| ۳۰۲ | دوزخ اور سات خندقیں                        |
| ۳۰۲ | اللہ تعالیٰ کے محبوب کا عمل                |
| ۳۰۳ | جنت کا پھل                                 |
| ۳۰۳ | عرش کا سایہ                                |
| ۳۰۳ | جنتی خصائل                                 |
| ۳۰۴ | رب کریم کا فرمان مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا |
| ۳۰۵ | مخلوق خدا کو پانی پلانا                    |



|   |  |
|---|--|
| ۳۰۵   | پیا ساکتا اور بخشش                           |
| ۳۰۶   | پانی کا صدقہ                                 |
| ۳۰۶   | مخلوق کو پانی پلاؤ                           |
| ۳۰۶   | پانی کا انتظام                               |
| ۳۰۶   | پانی کے انتظام پر ثواب                       |
| ۳۰۷   | نوجیزوں کا صدقہ جاریہ                        |
| ۳۰۷   | ننگے کو کپڑا پہنانا                          |
| ۳۰۸   | مسلمان کو خوش کرنا                           |
| ۳۰۹   | بخشش کا ذریعہ                                |
| ۳۰۹   | افضل عمل                                     |
| ۳۰۹   | اللہ تعالیٰ کی خوشی                          |
| <b>مقالہ، ۱۰: مولانا عبدالحی لکھنوی کی حیات و خدمات</b> |  |
| ۳۱۵   | خاندانی پس منظر                              |
| ۳۱۵   | علمی خاندان                                  |
| ۳۱۶   | علماء کا مرکز                                |
| ۳۱۶   | آپ کے والد اور استاد مولانا عبدالحلیم لکھنوی |
| ۳۱۷   | آغاز تدریس                                   |
| ۳۱۷   | مدرسہ امامیہ حنفیہ میں                       |
| ۳۱۷   | مدرسہ نظامیہ میں                             |
| ۳۱۷   | زیارت حرمین شریفین                           |

|     |                                |
|-----|--------------------------------|
| ۳۱۷ | وضال                           |
| ۳۱۸ | تصانیف                         |
| ۳۱۸ | علامہ کی ولادت                 |
| ۳۱۸ | نام، کنیت، نسب                 |
| ۳۱۹ | لکھنوی، تعلیم و تربیت          |
| ۳۱۹ | حفظ قرآن، تحصیل علوم           |
| ۳۱۹ | سترہ سال کی عمر میں فراغت      |
| ۳۲۰ | والد گرامی سے حصول علم         |
| ۳۲۰ | تدریس و تالیف سے محبت          |
| ۳۲۱ | مطالعہ سے محبت                 |
| ۳۲۱ | آدھی رات تک                    |
| ۳۲۱ | ۱۲ سال کی عمر میں سلسلہ تصانیف |
| ۳۲۱ | عقد نکاح                       |
| ۳۲۱ | زیارت حریم شریفین              |
| ۳۲۱ | علامہ کا مسلک                  |
| ۳۲۲ | مسلک اعتدال                    |
| ۳۲۲ | مخالف کا احترام                |
| ۳۲۳ | نواب صدیق حسن کا اعتراف        |
| ۳۲۳ | خدمت فقہ حنفی                  |
| ۳۲۳ | وصال                           |

|     |  |
|-----|--|
| ۳۲۲ | نماز جنازہ                               |
| ۳۲۲ | مزار اقدس                                |
| ۳۲۲ | انتالیس سال عمر                          |
| ۳۲۵ | اہل علم و فضل کی نظر میں                 |
| ۳۲۷ | تصنیف و تالیف                            |
| ۳۲۷ | تصانیف کی تعداد                          |
| ۳۲۸ | الرافع والتکمیل فی الجرح والتعديل        |
| ۳۲۹ | التعلیق الممجد علی موطا الامام محمد      |
| ۳۲۹ | خیر الخبر فی اذان خیر البشر              |
| ۳۲۹ | الاجوبة الفاضلة للاسئلة العشرة الكاملة   |
| ۳۳۰ | الاثار المرفوعة فی الاخبار الوضوعه       |
| ۳۳۰ | شرح الحصن الحصین                         |
| ۳۳۰ | ظفر الامانی فی مختصر الجرجانی            |
| ۳۳۰ | دافع الوسواس فی اثر ابن عباس             |
| ۳۳۰ | اصول فقہ پر کتب                          |
| ۳۳۱ | فقہ حنفی پر کتب                          |
| ۳۳۲ | حواشی                                    |
| ۳۳۵ | مقالہ، ۱۱: کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟ |
| ۳۳۷ | انتساب                                   |
| ۳۳۸ | وجہ تالیف                                |

|     |   |
|-----|---|
| ۳۴۱ | اللہ ورسول کا ہر حکم ماننا ضروری ہے                         |
| ۳۴۲ | فہم قرآن کا اہم اصول  |
| ۳۴۲ | موجودہ دور کی چند مثالیں                                    |
| ۳۴۳ | عورت کی سربراہی   |
| ۳۴۳ | بشریت انبیاء علیہم السلام                                   |
| ۳۴۵ | توضیح   |
| ۳۴۸ | مسئلہ علم غیب   |
| ۳۴۹ | زیر بحث مسئلہ میں   |
| ۳۵۰ | قرآنی تعلیمات کا ایک پہلو                                   |
| ۳۵۰ | انسان مسجود و ملائکہ ہے                                     |
| ۳۵۰ | انسان کی دیگر مخلوقات پر فضیلت                              |
| ۳۵۰ | انسان کی کامل حالت پر تخلیق                                 |
| ۳۵۱ | انسان کی تخلیق بہترین صورت                                  |
| ۳۵۱ | شرافت و بزرگی مشروط ہے                                      |
| ۳۵۲ | قرآنی تعلیمات کا دوسرا پہلو                                 |
| ۳۵۲ | خواہش نفس کی اتباع کرنے والے کو قرآن نے کتے کی مثل قرار دیا |
| ۳۵۳ | رجل سوء کتے سے بدتر ہوتا ہے                                 |
| ۳۵۳ | شیخ شہاب الدین سہروردی کا قول                               |
| ۳۵۳ | کتے کے ساتھ تمثیل کی وجہ                                    |

- ۳۵۴ صاحب تفہیم القرآن کا اہم نوٹ
- ۳۵۶ بلکہ کتے سے بھی بدتر
- ۳۵۷ دنیا کا طالب کتا ہے
- ۳۵۷ بگڑا ہوا انسان ذلیل ترین مخلوق
- ۳۵۸ ناشکر انسان ظالم ہے
- ۳۵۸ انسان ظلم و جاہل ہے
- ۳۵۹ شاہ عبدالقادر رقمطراز ہے
- ۳۵۹ بے عمل علماء گدھے کی مانند ہیں
- ۳۵۹ قرآن اور سگ اصحاب کیف
- ۳۶۰ چرواہے کے کتے نے اصحاب کیف کا دین اختیار کر لیا
- ۳۶۰ میں اللہ کے محبوبوں سے پیار کرنے والا ہوں
- ۳۶۱ تم سو جانا میں تمہارا پہرہ دوں گا
- ۳۶۲ قرآن اور اہل اللہ سے محبت رکھنے والے کتے کا ذکر
- ۳۶۳ قرآن اور تذکرہ سگ اصحاب کہف
- ۳۶۳ سگ اصحاب کہف جنتی ہے
- ۳۶۴ علامہ الوسی کا اہم نوٹ
- ۳۶۵ امام محمد بن احمد قرطبی کا اہم نوٹ
- ۳۶۷ شیخ سعدی اور سگ اصحاب کہف
- ۳۶۸ اپنے منہ سے اپنی طہات و بزرگی جائز نہیں

خود فیصلہ کیجیے!

۳۶۹

خوف الہی کا ایک احسن و عجیب منظر

۳۶۹

سیدنا آدم علیہ السلام اور طلب معافی

۳۶۹

سیدنا کلیم اللہ کی دعاءِ مغفرت

۳۷۰

سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح

۳۷۱

اللہ تعالیٰ نے کیوں منع نہ فرمایا

۳۷۱

کیا حیوانات سے بدتر اس سے کم تر ہے

۳۷۱

تواضع و انکساری کی معراج

۳۷۲

اگر اللہ کی رحمت مجھے نہ ڈھانپ لے

۳۷۳

ہمیں مقامِ محبوبیت سامنے رکھنا چاہیے

۳۷۳

صحابہ کرام اور خوف و خشیت الہی

۳۷۵

کاش میں بھیڑ کا بچہ ہوتا

۳۷۵

کاش میں راکھ ہوتا

۳۷۵

کاش میں روز قیامت نہ اٹھایا جاؤں

۳۷۶

میں راکھ ہونا پسند کروں

۳۷۶

عبداللہ بن روثہ کہا جائے

۳۷۶

تم دو بھی میرے پیچھے نہ چلو

۳۷۷

کاش میں پتھر ہوتی

۳۷۷

کاش میں درخت ہوتی

۳۷۷

۴۳۰

|     |                                       |
|-----|---------------------------------------|
| ۳۷۸ | کاش میں مٹی ہوتی                      |
| ۳۷۸ | کاش میں درخت کا پتہ ہوتی              |
| ۳۷۸ | کاش مجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا          |
| ۳۷۹ | کاش میں گھاس ہوتی                     |
| ۳۷۹ | کاش میں درخت ہوتا                     |
| ۳۷۹ | کاش مجھے ذبح کر دیا جاتا              |
| ۳۷۹ | کاش مجھے اللہ بصورت درخت پیدا کر دیتا |
| ۳۸۰ | کاش میں یہ ستون ہوتا                  |
| ۳۸۰ | کاش میں یہ تنکا ہوتا                  |
| ۳۸۰ | کاش میں پیدا نہ کیا جاتا              |
| ۳۸۰ | کاش میری والدہ مجھے نہ جنتی           |
| ۳۸۱ | حضرت عثمان اور خشیت الہی              |
| ۳۸۱ | کاش میں ایک بال ہوتا                  |
| ۳۸۱ | کاش میں اونٹ کی مینگنی ہوتا           |
| ۳۸۲ | کاش مجھے گندگی میں ڈال دیا جاتا       |
| ۳۸۳ | میں نے کثیر ظلم کیے                   |
| ۳۸۳ | حفظہ منافق ہو گیا ہے                  |
| ۳۸۳ | ہماری حالت بھی یہی ہے                 |

حضرت عمر فاروق کا سوال کیا میں منافق تو نہیں ہوں؟

- ۳۸۶ کیا میں ان میں سے ہوں؟
- ۳۸۸ غور تو کیجیے!
- ۳۸۸ تو اضعاسگ بننا اور بات ہے
- ۳۸۸ اللہ ورسول کا شیر
- ۳۸۹ اسد اللہ حضرت علی کا لقب ہے
- ۳۸۹ اللہ کی تلوار
- ۳۸۹ اے مٹی کے باپ اٹھ
- ۳۹۰ اس کنیت کی پسندیدگی
- ۳۹۰ اے بلیوں کے باپ
- ۳۹۰ تو کشتی ہی ہے
- ۳۹۱ تم تو بوجھ اٹھانے والا اونٹ ہو
- ۳۹۱ تم تو سراپا گلاب ہو
- ۳۹۲ ایک صحابی کا لقب حمار ہے
- ۳۹۲ کاش جامی تیرے کتے کا نام ہوتا
- ۳۹۵ امام اہل محبت اور سگ بے ہنر
- ۳۹۶ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو
- ۳۹۷ تینڈے دردے کتیاں نال ادب
- ۳۹۸ آپ کے سگ کے ساتھ نسبت بے ادبی ہے
- ۴۰۰ حضرت عبداللہ بن مسعود اور سگ عمر سے محبت





# مفتی محمد خان قادری



کادینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

|   |   |  |   |
|---|---|--|---|
| <ul style="list-style-type: none"> <li>امام احمد رضا بحیثیت قاض بدھت</li> <li>برکات محافل سے محرومی کیوں</li> <li>زوال امت کا ازالہ کیسے؟</li> <li>آئیے قرب مصطفیٰ ﷺ پا لیں</li> <li>اساس ایمان - محبت الہی</li> <li>جماعت نماز صحیح</li> <li>منجھنے ننگے کرنے کا حکم</li> <li>قرآنی الفاظ کے صحیح مفہام</li> <li>سرمد اور روزہ</li> <li>کیا اولیاء اللہ اور بت ایک ہیں</li> <li>یا رسول اللہ ﷺ کہنا ایمان یا شر</li> <li>اسلام اور ایصال ثواب</li> <li>منہاج المنطق</li> <li>مقصد اعکاف</li> <li>تفسیر سورۃ الکوش</li> <li>تفسیر سورۃ القدر</li> <li>امامت اور غمامہ</li> <li>عصمت انبیاء</li> <li>روح ایمان، محبت نبوی ﷺ</li> <li>علم نبوی اور مشابہات</li> </ul> | <ul style="list-style-type: none"> <li>شب قدر اور اسکی فضیلت</li> <li>اسلام اور تصور رسول پاک ﷺ</li> <li>اسلام اور احترام والدین</li> <li>والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں</li> <li>نسب نبوی ﷺ کا مقام</li> <li>وسعت علم نبوی ﷺ</li> <li>اسلام اور احترام نبوت</li> <li>اسلام اور خدمت خلق</li> <li>نظام حکومت نبوی ﷺ</li> <li>فضیلت درود و سلام</li> <li>شان نبوت ﷺ</li> <li>تفسیر سورۃ النبی والی شرح</li> <li>شاہکار ربوبیت ﷺ</li> <li>ایمان والدین مصطفیٰ ﷺ</li> <li>حضور ﷺ کا سفر حج</li> <li>اقتیارات مصطفیٰ ﷺ</li> <li>در رسول ﷺ کی ماضی</li> <li>صحابہ کی وصیتیں</li> <li>رفع ذکر نبوی ﷺ</li> <li>مزاح نبوی ﷺ</li> <li>تبسم نبوی ﷺ</li> <li>منہاج الخو</li> </ul> | <ul style="list-style-type: none"> <li>معارف الاحکام</li> <li>ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم</li> <li>ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم</li> <li>ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم</li> <li>ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم</li> <li>ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد نهم</li> <li>فتاویٰ رضویہ جلد چہارم</li> <li>ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم</li> <li>ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم</li> <li>ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم</li> <li>صحابہ اور محافل نعت</li> <li>صحابہ کے معمولات</li> <li>علم نبوی ﷺ اور منافقین</li> <li>حضور رمضان کیسے گزارتے ہیں؟</li> <li>سدرہ تبری راہ گزر</li> <li>منہاج اصول الفقہ</li> <li>ذخائر محمدیہ ﷺ</li> <li>مسک صدیق اکبر ﷺ عشق رسول ﷺ</li> <li>شرح سلام رضا</li> <li>نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر</li> <li>اسلام اور تحدید ازدواج</li> <li>اسلام میں نجسٹی کا تصور</li> <li>فضائل نعلین حضور ﷺ</li> </ul> | <ul style="list-style-type: none"> <li>شرح آج تک مترادفی</li> <li>حضور ﷺ کے آباء کی شانیں</li> <li>والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا</li> <li>علماء نجد کے نام اہم پیغام</li> <li>جسم نبوی ﷺ کی خوشبو</li> <li>کیا سنگ مدینہ کھلوانا جائز ہے؟</li> <li>ہر مکاں کا آجالا ہمارا نبی ﷺ</li> <li>سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ</li> <li>صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ</li> <li>محبت اور اطاعت نبوی ﷺ</li> <li>نعل پاک حضور ﷺ</li> <li>صحابہ اور علم نبوی ﷺ</li> <li>امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ</li> <li>قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب</li> <li>خواب کی شرعی حیثیت</li> <li>علم نبوی ﷺ اور امور دنیا</li> <li>معراج حبیب خدا</li> <li>محافل میلاد اور شاہ اربل</li> <li>حضور ﷺ کی رضاعی مائیں</li> <li>ترک روزہ پر شرعی وعیدیں</li> <li>عورت کی امامت کا مسئلہ</li> <li>عورت کی کتابت کا مسئلہ</li> </ul> |
|---|---|--|---|

Why Did The BELOVED PROPHET (SAW) Perform Many Nikkahs?

|  |   |   |
|--|---|---|
| <ul style="list-style-type: none"> <li>محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ</li> <li>اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ</li> <li>میلاد النبی اور شیخ ابوالخطاب ابن دجیہ</li> <li>مشاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیت جذبے مستی</li> <li>تفسیر کبیر (آخری بابیں سورتوں کا ترجمہ)</li> <li>حضور ﷺ کے ظاہر اور باطن پر فیصلے</li> </ul> | <ul style="list-style-type: none"> <li>حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟</li> <li>نماز میں خشوع و خضوع کیسے حاصل کیا جائے؟</li> <li>حدیث شریک پر اعتراضات کی حقیقت</li> <li>احوال و آثار - مولانا عبدالحی لکھنوی</li> <li>والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ</li> <li>تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی</li> </ul> | <ul style="list-style-type: none"> <li>کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟</li> <li>آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا</li> <li>رسول اللہ کے عمل کو ترک کرنے کی حکمتیں مسئلہ ترک</li> <li>حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب</li> <li>بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور کا فیصلہ خطائیں</li> <li>قرآنی الفاظ کے صحیح مفہام</li> </ul> |
|--|---|---|